کلیات رسائل نور سے ماخوذ

مقالات

مقالہ نمبر 15 تا 22

بدیع الزمان سعید نورسیؒ

Rasail-e-Nur Foundation Pakistan

PAKISTAN

Marfat.com

Marfat.com

"کلیات رسائل نور"

مقالات

(مقالہ نمبر 15 تا 22)

بدیع الزمان سعید نورسیؒ

رسائل نور فاؤنڈیشن (رجسٹرڈ)

مکان نمبر 548، گلی نمبر 46، سیکٹر G-10/4، اسلام آباد

مکان نمبر 855، گلی نمبر 106، سیکٹر G-9/4، اسلام آباد

فون: 0322-5520227,0300-8127507

www.rnfp.com.pk Email. rasail.nur.pk@gmail.com

Marfat.com

جملہ حقوق بحق رسائل نور فاؤنڈیشن ٹرسٹ محفوظ ہیں:

نام کتاب	:	''کلیات رسائل نور'' مقالات
مصنف	:	بدیع الزمان سعید نورسیؒ
مترجم	:	ثناءاللہ شاہد
طباعت	:	میثاق انٹر پرائزز، اسلام آباد 0333-5683292
طبع اوّل	:	مئی ۲۰۱۳ء
تعداد	:	۱۰۰۰
قیمت	:	

297-21
3901
۱۲۷۳۸۷

نوٹ: جملہ حقوق بحق ''رسائل نور فاؤنڈیشن ٹرسٹ (رجسٹرڈ) محفوظ ہیں۔ ناشر کی تحریری اجازت کے بغیر اس کتاب کا کوئی حصہ کسی شکل میں شائع نہیں کیا جاسکتا۔

ڈسٹری بیوٹرز:

میثاق انٹرپرائزز

47۔ گیلانی پلازہ، پشاور روڈ، موٹروے چوک، اسلام آباد
فون: 051-54949175,0333-5683292
Email.mithaq2010@gmail.com

Marfat.com

فہرست مضامین

- پندرہواں مقالہ 5
- سولہواں مقالہ 22
- سترہواں مقالہ 45
- اٹھارواں مقالہ 93
- انیسواں مقالہ 105
- بیسواں مقالہ 133
- اکیسواں مقالہ 187
- بائیسواں مقالہ 213
- بائیسواں مقالہ (دوسرا مقام) 241

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے!

﴿وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنَاهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيَاطِيْنِ﴾ (۱)

اے وہ انسان جس نے کالجوں یونیورسٹیوں میں فلکیات کے چند بے روح قسم کے مسائل پڑھ لیے ہیں جس سے اُس کی عقل سمٹ کر آنکھوں میں آ گئی ہے اور اس کا ذہن اتنا تنگ ہو گیا ہے کہ اس کے لیے اس جلیل القدر آیت میں پائے جانے والے گہرے راز کا ادراک کرنا مشکل ہو گیا ہے! یاد رکھو کہ اس آیتِ کریمہ کے آسمان تک پہنچنے کے لئے ایک سیڑھی ہے جس کے سات زینے یا درجے ہیں، آئیں دونوں مل کر اُن کے ذریعے اوپر چڑھتے ہیں۔

پہلا درجہ:

حقیقت اور حکمت دونوں کا یہ تقاضا ہے کہ آسمانوں کے بھی اُن کے ساتھ مناسبت رکھنے والے باسی ہونے چاہئیں، جیسے کہ زمین میں ہے، شریعت کی زبان میں آسمان کے ان باسیوں کو ملائکہ اور روحانی مخلوق کہا جاتا ہے۔

جی ہاں، حقیقت کا تقاضا یہی ہے کہ ایسا ضرور ہو؛ کیونکہ زمین کا آسمان کی بہ نسبت چھوٹی سی اور حقیری ہونے کے باوجود زندہ اور ادراک رکھنے والی مخلوق سے بھرپور ہونا، اور

---

(۱) ”ہم نے تمہارے قریب کے آسمان کو عظیم الشان چراغوں سے آراستہ کیا ہے اور انہیں شیاطین کو مار بھگانے کا ذریعہ بنایا ہے“ (الملک:5)

Marfat.com

پھراس کا اِس طرح کی صاحبِ حیات وادراک مخلوقات سے یکے بعد دیگرے خالی ہونا اور بھرتے رہنا اس بات کا اشارہ دیتا ہے بلکہ صراحت کرتا ہے کہ مضبوط، بلند و بالا اور خوبصورت محلوں جیسے بُرجوں والا آسمان ایسی مخلوق سے بھرا ہوا ہے جو ادراک اور شعور رکھتی ہے۔ یہ مخلوق جنّوں اور انسانوں کی طرح دنیا کے اس محلّ کا مشاہدہ کرنے والی ہے، کتابُ الکون کا مطالعہ کرنے والی ہے، ربوبیت کی عظمت کی منادی کرنے والی اور اس کی رہنمائی دینے والی ہے؛ کیونکہ کائنات کے تزیین و آرائش کے بے حد وحساب ساز وسامان اور دل آویز نقش ونگار سے مزیّن ہونے کا بدیہی تقاضا یہ ہے کہ اہل فکر، قدردان اور شیفتہ لوگوں کی نگاہیں اس کی طرف بے اختیار اور بے تاب ہو کر اٹھیں؛ کیونکہ حسن یقیناً ایک عاشق کا تقاضا کرتا ہے، اور کھانا بھوکے کو ہی کھلایا جاتا ہے۔ یہ چیز بھی یاد رہے کہ جنّ و اِنس تو ان لاکھوں سے زیادہ غیر محدود ذمہ داریوں میں سے ایک آدھ کو ہی کماحقُّہ بڑی مشکل سے ادا کرسکتے ہیں، اس ہیبت ناک نگرانی اور وسیع وعریض عبودیت کا حق ادا کرنا تو بہت دور کی بات ہے!

مطلب یہ ہے کہ یہ رنگارنگ کی غیر محدود ذمہ داریاں، اور یہ غیر محدود بندگی، دونوں ہی ملائکہ کی لامحدود انواع واقسام اور روحانیات کی اجناس کی کا تقاضا کرتی ہیں۔ اور یوں بعض روایات وآثار میں پائے جانے والے اشارات کو بنیاد بنا کر اور کائنات کے نظم وضبط میں پائی جانے والی حکمت کو سامنے رکھ کر یہ کہنا صحیح ہے کہ:

سیاروں سے لے کر دقیق قطروں تک بہت سے متحرّک اَجسام ملائکہ کی ایک قسم کی سواریاں ہیں، چنانچہ یہ ملائکہ اِذنِ الٰہی سے اِن اجسام پر سوار ہوتے ہیں اور عالمِ شہادت میں سیر وتفریح کرتے ہیں۔

اور یہ کہنا بھی بالکل صحیح ہے کہ: جنت کے وہ پرندے جنہیں حدیث شریف میں "طیرٌ

Marfat.com

خُضر"(۱) یعنی سبز پرندے کہا گیا ہے، اُن پرندوں سے لے کر زمین میں پائے جانے والے مچھروں اور مکھیوں تک سب جاندار رُوحوں کی ایک جنس کے لیے ہوائی جہاز ہیں، یہ روحیں ان پرندوں کے اندرون میں امرِ حق سے داخل ہوتی ہیں اور عالم جسمانیات کا مشاہدہ کرتی ہیں اور اُن مخلوقات کے حواس کی کھڑکیوں سے جسمانی فطرت کے معجزات کا مشاہدہ کرتی ہوئی باہر جھانکتی ہیں۔

بے شک خالق کریم جو کثیف مٹی اور گدلے پانی سے مسلسل روشن ادراک اور لطیف نورانی زندگی کی مالک مخلوق پیدا کر رہا ہے، بلا شک اس کی ایسی مخلوقات بھی ضرور ہوں گی جو اِدراک اور شعور کی حامل ہیں، جنہیں وہ بحرِ نور بلکہ بحرِ ظلمات کے ایسے مواد سے پیدا کرتا ہے جو روح اور زندگی کے بالکل لائق اور مناسب ہے۔ بلکہ یہ مخلوقات بکثرت موجود ہیں۔

اگر آپ مزید تفصیل چاہتے ہیں تو "نقطہ" نامی مضمون اور "اُنتیسویں مقالے" کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔ ان دو مضمونوں میں ہم نے دوضرب دو چار کی طرح ملائکہ اور دیگر روحانی مخلوقات کے وجود کو قطعی دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے۔

دوسرا درجہ:

زمین اور آسمانوں کے اجزاء وعناصر کے آپس میں گہرے تعلقات ہیں، ایسے جیسے ایک حکومت کی دور ریاستوں کے آپس میں اہم معاملات اور گہرے تعلقات ہوتے ہیں۔ اب زمین کے لیے روشنی، حرارت برکت اور بارانِ رحمت وغیرہ جیسی جو بھی چیزیں ضروری ہیں آسمان سے آتی ہیں، یعنی انہیں آسمان سے زمین کی طرف بھیجا جاتا ہے۔

اسی طرح تمام آسمانی اَدیان و مذاہب جن کی بنیاد وحی پر ہے، اُن کے بالاتفاق اور

---

(۱)(عن عبد الله بن مسعودؓ قال :قال رسول الله ﷺ : "...ارواحهم فی جوف طیر خضر لها قنادیل معلقة بالعرش تسرح من الجنة حیث شآء ت" مسلم کتاب الامارة۔مترجم)

Marfat.com

تمام اہلِ کشف کی مسلسل اور متواتر حاصل ہونے والی گواہیوں کی رُو سے یہ بات پایہء ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ ملائکہ اور روحانی مخلوقات آسمان سے زمین کی طرف آتی ہیں، اور ایک قطعی اندازے کے مطابق _ جو کہ شعور واحساس کے قریب قریب ہے _ اہل زمین کے ہاں ایک ایسا راستہ ہے جس کے ذریعے وہ آسمان کو چڑھتے ہیں۔ جس طرح ہر فرد کی عقل، نظر اور خیال ہمہ وقت آسمان کی طرف تاک جھانک کرتے ہیں، اِسی طرح اُن انبیاء اور اولیاء کرام کی روحیں جو اپنے زمینی بوجھ اتار کر ہلکے ہوگئے ہیں، اور ان مرنے والوں کی روحیں جو اپنے جسموں کی قیدوں سے آزاد ہو چکے ہیں، اِن سب کی روحیں اذنِ الٰہی سے آسمان کی طرف صعود کرتی ہیں۔ اب جس طرح وہ لوگ جو زمینی بوجھ اور اجسام سے آزاد ہو کر ہلکے اور لطیف ہو گئے ہیں، جس طرح یہ لوگ اُوپر جاتے ہیں اِسی طرح زمین اور ہوا کے وہ باشندے جو مثالی جسم میں بسیرا کر لیتے ہیں اور روح کی طرح لطیف اور خفیف ہو جاتے ہیں، یہ ماننا پڑے گا کہ یہ لوگ بھی آسمان کی طرف پرواز کر سکتے ہیں۔

تیسرا درجہ:

بے شک آسمان کا سکون وسکوت، انتظام و انصرام، وسعت، کشادگی اور تابانی و درخشانی اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے کہ آسمان کے رہائشی زمین کے رہائشیوں کی طرح نہیں ہیں، بلکہ وہ سراپا اطاعت ہیں، انہیں جو بھی حکم دیا جاتا ہے وہ اس پر عمل کرتے ہیں۔ وہاں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو مزاحمت اور مناقشے کی وجہ بن سکے؛ کیونکہ وہ مملکت بہت وسیع و عریض ہے اور وہ لوگ فطری طور پر صاف اور پاک طینت ہیں۔ معصوم ہیں، اُن کے کھاتے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ اور ان کا مقام ثابت و برقرار ہے اس میں اُونچ نیچ وغیرہ نہیں ہوتی، بخلاف زمین کے کہ جس میں اضداد کا اجتماع اور اَبرار کے ساتھ اشرار کا اختلاط ہے، جس کی وجہ سے اختلافات پیدا ہوتے ہیں جو کہ لڑائی جھگڑوں اور دیگر پریشانیوں کا باعث بنتے

Marfat.com

ہیں۔ اِن چیزوں کی وجہ سے امتحان، آزمائش اور مسابقت کا دروازہ کھلا اور ترقی وتنزّل کے درجات ومراتب کا ظہور ہوا۔

اور اِس حقیقت میں حکمت یہ پائی جاتی ہے کہ:

بے شک انسان ہی تخلیق کے درخت کا آخری پھل ہے۔ اور یہ بات تو سب جانتے ہیں کہ پھل درخت کا وہ جزء ہے جو باقی تمام اجزاء سے زیادہ بعید، بہت نازک، بہت اہم اور ہمہ گیر ہوتا ہے، یعنی اس میں درخت کی ہر صفت موجود ہوتی ہے۔ اس قاعدے کی رُو سے انسان اس کائنات کا پھل ہے۔ وہ قدرت ربانی کا جامع ترین اور عمدہ ترین تخلیقی شاہکار ہے، اور اُس کی تمام مصنوعات سے زیادہ عاجز کمزور اور لطیف ہے۔

یہیں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس کا مسکن یا جائے رہائش یعنی زمین بناوٹ اور اندرونی خوبیوں کے لحاظ سے آسمان کی ہم پلّہ ہے اور آسمان کی بہ نسبت بالکل چھوٹے اور حقیر ہونے کے باوجود یہ کائنات کا دِل اور مرکز ہے۔۔۔ قدرتِ ربّانیہ کی تمام معجزانہ صنعتکاریوں کے اظہار ونمود کی نمائش گاہ ہے۔۔۔ اسمائے حسنٰی کی تمام تجلّیات کا مرکز ومحور ہے۔۔۔ پروردگار کے مطلق کارہائے نمایاں کی عکّاس ہے۔۔۔ اُس کی دلچسپ اور خوشنما صنعتکاریوں کا مجمع اور انہیں مطلق جود وسخا کے ساتھ پیش کرنے کی مارکیٹ ہے، اور خاص کر نباتات وحیوانات کو انتہائی کثرت کے ساتھ پیش کرنے کا بہت بڑا بازار ہے۔۔۔ اور جو مصنوعات آخرت کی دنیاؤں میں سجائی جائیں گی اُن سب کا چھوٹا سا ماڈل ہے۔۔۔ یہ ایک کارخانہ ہے جو ابدی ''منسوجات'' اور تیزی کے ساتھ بدلتے ہوئے سرمدی مناظر کی پیداوار کے لیے انتہائی سرعت کے ساتھ کام کر رہا ہے۔۔۔ اور یہ ابدی اور دائمی باغات کے بیجوں کو اُگانے کے لئے ایک عارضی اور چھوٹا سا کھیت ہے۔

Marfat.com

زمین کی اِس معنوی عظمت (1) اور بہترین ساخت پرداخت کی حیثیت سے اور اس کی بہت زیادہ اہمیت کے پیشِ نظر قرآن حکیم نے (۱) اسے آسمانوں کا ہم پلہ اور ہمعنان قرار دیا ہے، حالانکہ آسمان کے ساتھ اگر اس کا مقابلہ کیا جائے تو یہ ایسے ہی محسوس ہوگی جیسے آسمان کے گرانڈیل درخت پر لگا ہوا ایک چھوٹا سا پھل ہو۔ قرآن کریم زمین کو ایک پلڑے میں رکھتا ہے اور آسمان کو اس کے مقابلے میں دوسرے پلڑے میں، چنانچہ وہ بار بار یہ الفاظ دہراتا ہے: ﴿رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ﴾ پھر اِن مذکورہ حکمتوں کی بنا پر زمین کا انتہائی

(۱) جی ہاں! زمین چھوٹی سی ہونے کے باوجود آسمانوں کی برابری کرسکتی ہے؛ کیونکہ یہ بات کہنا بالکل صحیح ہے کہ: ایک مسلسل اُبلنے والا چشمہ جس کا فیضان جاری وساری ہو اُس جھیل سے بڑا ہے جس سے کچھ حاصل نہ ہوتا ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر ایک پیمانے سے کوئی چیز ماپ کر ایک جانب رکھ دی جائے، پھر اس کے محصولات کو اُسی پیمانے سے ماپ کر دوسری جانب رکھ دیا جائے تو اُن محصولات کا انبار اُس پیمانے سے اگرچہ بظاہر ہزاروں گنا بڑا اور بھاری ہو لیکن پیمانے کو پھر بھی اس کے مقابلے میں رکھا جاسکے گا اور اُس کی برابری کرسکے گا۔

زمین کا بھی یہی حال ہے، اسے اللہ تعالیٰ نے اس طرح سے بنایا ہے کہ یہ اُس کی مصنوعات کی تشہیر کا میدان ہے، اس کی ایجادات کی نمائش گاہ ہے، اُس کی حکمتوں کا دارومدار ہے، اس کی قدرتوں کا مظہر ہے، اس کی رحمتوں کا گلستان ہے، اس کی جنت کا کھیت کھلیان ہے، اس کی موجودات کا پیمانہ ہے، یعنی اُس کی مخلوقات کے جتنے بھی جہان ہیں ان سب کو اسی ایک پیمانے پر قیاس کیا جاتا ہے۔ اِسے اللہ تعالیٰ نے ایسے مسلسل اُبلنے والے چشمے کی مانند بنایا ہے کہ جس سے موجودات پانی کی طرح بہتی ہوئی ماضی اور عالم الغیب کے سمندروں میں گر رہی ہیں اور پھر اسے اس طرح سے تخلیق کیا ہے کہ اپنی دل آویز اور حیرت خیز کاریگری سے بنائے ہوئے کپڑے اِسے ہر سال پہناتا اور تبدیل کرتا رہتا ہے۔

اب اپنی آنکھوں کے سامنے ذرا اُن تمام جہانوں اور کائناتوں کو لاؤ جو عالم غیب میں گر رہی ہیں، اور اُن تمام بے شمار کپڑوں کو لاؤ جو زمین پہنتی اور اُتارتی ہے، مطلب یہ کہ سطحِ زمین پر جو کچھ بھی ہے اُسے اپنے سامنے حاضر فرض کرو، پھر اُس کا مقابلہ وموازنہ آسمانوں کے ساتھ کرو جو سادہ سے انداز میں ایک ہی وطیرے پر چل رہے ہیں، پھر ان دونوں کو ایک ایک پلڑے میں رکھو۔ آپ دیکھیں گے کہ زمین کا پلڑا آسمان کے پلڑے سے بھاری نہیں تو اُس سے کم بھی نہیں ہے۔ ﴿رَبُّ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ﴾ میں پایا جانے والا راز یہاں سے بخوبی سمجھ میں آجاتا ہے۔ مؤلف

Marfat.com

تیز اور دائمی تغیّر و تبدّل یہ تقاضا کرتا ہے کہ اس کے باسیوں پر بھی اس طرح کے تغیّرات آتے رہیں اور وہ اس طرح کی تبدیلیوں سے آشنا رہیں۔

پھر زمین انتہائی محدودیت کے باوجود قدرتِ الٰہیہ کے معجزات کی غیر محدود اور بے قید تجلّیات سے بہرہ ور ہے، اور یہ اس لیے کہ اس کے ذی شان باسیوں یعنی جنّ و انس کی قوّتوں اور صلاحیتوں کو کسی فطری حدّ میں محدود اور کسی تخلیقی قید میں محصور نہیں کیا گیا ہے جیسے کہ دوسری ذی حیات مخلوقات کا معاملہ ہے، یہی وجہ ہے کہ زمین غیر محدود ترقیوں اور بلندیوں، اور تنزّلیوں اور پستیوں کی آماجگاہ بن گئی ہے، یہاں انبیاء و اولیاء سے لے کر نمرودوں، باغیوں ،سرکشوں اور شیطانوں کے لئے امتحان اور آزمائش کا کھلا میدان موجود ہے۔

بات جب اسی طرح کی ہے تو پھر فرعون طبع شیاطین کو آسمان اور اہلِ آسمان کی طرف سے لامحدود شرارے اور انگارے مارے جائیں گے۔

چوتھا درجہ:

ان بے شمار جہانوں کے خالق و مالک، مدبّر اور پروردگار ذُوالجلال والاکرام کے بے شمار اسمائے حسنٰی ہیں اور اُن سب کے متغایر احکام اور متفاوت عناوین ہیں۔اب جو اسم، عُنوان یا صفت اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ کفار کے ساتھ لڑائی کے وقت رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ لڑنے والے صحابہ کرام کی صفوں میں ان کی مدد کے لیے فرشتے ارسال کیے جائیں، وہی نام، وہی اسم اور وہی صفت اس بات کا بھی تقاضا کرتے ہیں کہ فرشتوں اور شیطانوں کے درمیان لڑائی رہے اور نیک سیرت اہلِ آسمان اور بدکردار اہلِ زمین کے مابین مبارزت اور مقابلہ کی فضاء قائم رہے۔

وہ قدیرُ الجلیل پروردگار جس کے قبضہء قدرت میں کافروں کی روحیں، سانسیں اور جانیں ہیں، وہ انہیں کسی چنگاڑ یا اپنی طرف سے کسی اور امر کے ساتھ فنا نہیں کرتا ہے بلکہ اپنی

Marfat.com

عمومی ربوبیت یعنی پروردگاری کے عنوان سے اور اپنے اسمائے حسنیٰ ''الحکیم اور المدبّر'' کے طفیل ان کے لیے امتحان اور مقابلے کا میدان کھولتا ہے۔

مثال سے سمجھنے سمجھانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہونا چاہیے، ہم دیکھتے ہیں کہ ایک بادشاہ کے اُس کی حکومت کے اداروں کے حساب سے مختلف عنوان اور کئی قسم کے نام ہوتے ہیں، چنانچہ عدلیہ کا ادارہ اُسے ''حاکمِ عادل'' کے نام سے پہچانتا ہے، عسکری ادارہ اُسے ''کمانڈر اِن چیف'' کے نام سے پہچانتا ہے، سینٹ اسے ''خلیفہ'' کے نام سے پہچانتا ہے، سرکاری ادارہ اُسے ''صدر'' کہتا ہے اطاعت گزار رعایا اسے ''رحم دل بادشاہ'' کہتی ہے اور نافرمان اُسے ''ایک زبردست قہرناک حکمران'' سمجھتے ہیں، وغیرہ۔۔۔

اب یہ جلیل القدر اور تمام اختیارات کا مالک حکمران کسی عاجز نافرمان اور کمینے شخص کو اپنے حکم سے براہِ راست صفحہ ہستی سے نہیں مٹاتا ہے، بلکہ ایک عدل پرور حکمران ہونے کے ناطے اُسے عدالت کے سپرد کرتا ہے۔ پھر یہ حکمران اپنے ایسے کسی ملازم کو جو اس کی نظروں میں اُس کی ذاتی معلومات کے مطابق عزت و تکریم کا مستحق ہو، اپنے ایسے کسی ملازم کو اپنے خاص ذاتی ٹیلیفون کے ذریعے براہِ راست اپنی نگاہِ التفات سے نہیں نوازتا ہے، بلکہ مقابلے کا میدان سجاتا ہے، اُس کے لیے سرکاری استقبال کا اہتمام کرتا ہے، اپنے وزیر کی ڈیوٹی لگاتا ہے اور تمام رعایا کو مقابلہ دیکھنے کی دعوت دیتا ہے، اور پھر اس ملازم کو بنام سرکار گورنمنٹ اتھارٹی کی طرف سے انعام دیتا ہے، اور سرتوڑ مقابلے کے بعد حکومت کے عہدے داروں اور دیگر حاضرین و ناظرین کے سامنے بھرے میدان میں اُس کی قابلیت اور صلاحیت کا اعلان کر کے اُس کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔۔۔ وغیرہ

اِسی طرح ﴿وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى﴾ اُس سلطان الازل والابد کے بہت سے اسمائے حسنیٰ ہیں، اور اس طرح اس کے بہت سے عناوین اور شئوون و حالات و کیفیّات

Marfat.com

ہیں۔اس کی بے شمار جلالی تجلّیات اور جمالی مظاہر ہیں۔اب اسم،عنوان،شان یا حالت جو کہ نُور وظلمت،سردی گرمی اور جنّت دوزخ کا تقاضا کرتے ہیں،ایسے ہی اِس بات کا بھی تقاضا کرتے ہیں کہ مقابلے اور صف آرائی کا جو بھی قانون ہو وہ عام،ہمہ جہت اور ہمہ گیر ہونا چاہیے،جیسے قانونِ تناسل،قانونِ مسابقت اور قانونِ تعاون اور اِن جیسے دوسرے عمومی اور ہمہ گیر قوانین ہیں۔مطلب یہ کہ دل کے اردگرد گھومنے پھرنے والے الہاموں اور وسوسوں سے لے کر آفاق وافلاک میں فرشتوں اور شیطانوں تک،ان سب کے درمیان مبارزت،کشمکش اور مقابلہ بازی کی فضا پائی جاتی ہے،اس حالت کو''قانونِ مبارزت''(۱) کا نام دیا جاتا ہے،اور اللہ تعالیٰ کا اسم،عنوان یا شأن اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ یہ قانون ہمہ گیر ہو۔(۲)

پانچواں درجہ:

جہاں زمین سے آسمان کی طرف جانا اور وہاں سے واپس آنا مسلّم ہے،وہاں آسمان سے اُترنا اور اس کی طرف اُوپر چڑھنا بھی وارد ہوا ہے،بلکہ زمین کے لوازمات اور اُس کی ضروریات وہیں سے بھیجی جاتی ہیں۔

نیک ارواح چونکہ زمین سے آسمان کی طرف جاتی ہیں،اس لیے بدروحیں ان نیک روحوں کے ساتھ چمٹ جاتی ہیں اور اُن کی تقلید میں آسمان کی طرف جانے کی کوشش کرتی ہیں۔اب یہ روحیں اپنی لطافت،خِفّت اور ہلکے پن کی وجہ سے اوپر تو چلی جاتی ہیں،لیکن چونکہ اُن کی طبع میں نحوست اور برائی ہے،اس لیے آسمان کے باشندے انہیں قبول نہیں

---

(۱) قانونِ مبارزت:(Law of Contest)

(۲) نوٹ:عام مثال صرف سمجھانے کے لیے دی جاتی ہے وگرنہ اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان تو صرف وہی مثال ہو سکتی ہے جو سب سے اَعلیٰ ہو۔(و لِلّٰہِ المثل الأعلیٰ).

Marfat.com

کرتے بلکہ دھتکار دیتے ہیں۔

پھر عالمِ شہادت میں برپا رہنے والے اِس معنوی مقابلے اور انتہائی اہمیت کے حامل معاملے پر کوئی علامت موجود ہونی چاہیے؛ کیونکہ ربوبیت کی عظمت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اہم غیبی تصرّفات پر کوئی اشارہ یا علامت رکھے تاکہ اہلِ شعور وادراک اُسے دیکھ سکیں، اور خاص کر انسان جو کہ شہادت، مشاہدہ، دعوت اور نگرانی ونگہبانی کا مالک ہے اس علامت پر بصیرت رکھے۔ اللہ تعالیٰ نے جیسے بارش کو موسم بہار کے معجزات کے لیے اشارہ بنا دیا ہے اور ظاہری اسباب کو اپنی بے مثال معجزانہ مصنوعات پر علامت یا نشان بنایا ہے اور اس پر عالم شہادت کے باسیوں کو گواہ بنایا ہے۔ اس سے وہ بہر کیف زمین و آسمان کے تمام باسیوں کی آنکھیں اس حیرت انگیز منظر کی طرف متوجہ کرے گا اور پھر اس عظیم الشان آسمان کو ایک مضبوط قلعے کی صورت میں ظاہر کرے گا جن کے برجوں کے اردگرد پہرے دار صفیں باندھے کھڑے ہوں، یا ایسے آباد شہر کی صورت میں جو اہلِ فکر کو اپنے اندر غور وفکر کی دعوت دے رہا ہو۔

اب اس عالی شانِ مبارزت کا اعلان واظہار چونکہ ضروری ہے، اس لیے اس کے لیے کسی علامت یا اشارے کا ہونا ضروری ہے۔

اور صورت حال یہ ہے کہ کوئی بھی فضائی یا آسمانی حادثہ ایسا نہیں ہے جو اس اعلان کے ساتھ مناسبت رکھتا ہو یا میل کھاتا ہو، اس لئے جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے وہ اس کے لئے مناسب ترین علامت ہے؛ کیونکہ ستاروں کے حادثات و واقعات جیسے شہابِ ثاقب کا ایسے گرنا جیسے منجنیقیں پتھر پھینکتی ہوں، اور جیسے بلند و بالا قلعوں کے محفوظ برجوں سے گولیوں کی بوچھاڑ ہو رہی ہو، اِس سے بداہتاً اور بے ساختہ یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ یہ چیزیں شیطانوں کو شہاب ہائے ثاقب سے مارے جانے کے ساتھ بہت زیادہ مناسبت رکھتی

Marfat.com

ہیں؛ کیونکہ صورتِ حال یہ ہے کہ شیاطین کو مارے جانے والے واقعے سے اس کے علاوہ اور کوئی حکمت سمجھ میں نہیں آتی ہے۔ اور اس کے ساتھ مناسبت رکھنے والا صرف ایک ہی مقصد سمجھ میں آتا ہے، اور وہ ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے۔ مزید یہ کہ رجم شیاطین یعنی شیطانوں کو انگاروں سے مارے جانے والا واقعہ جناب آدم علیہ السلام کے زمانے سے مشہور و معروف ہے اور دوسرے حادثات وواقعات کے برخلاف اہلِ حقیقت کی نظروں میں رہا ہے۔۔۔

چھٹا درجہ:

جنّ و اِنس چونکہ شرّ و انکار کی لامحدود استعداد رکھتے ہیں، اس لئے وہ لامحدود تمرّد و طغیان اور بغاوت وعصیان کی قدرت سے بہرور ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن اپنی معجزانہ بلاغت اور بلند آہنگ اُسلوب اور واضح ترین امثال وتمثیلات کے ذریعے جن وانس کو ڈانٹ پلاتا ہے اور انہیں طغیان وعصیان سے روکتا ہے اور اس ضمن میں وہ اُن کو ایسی سخت جھڑکیاں دیتا ہے کہ جن سے کون ومکان کانپ اُٹھتے ہیں۔

مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿یَامَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ أَقْطَارِ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطَانٍ ۝ فَبِأَیِّ آلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ ۝ یُرْسَلُ عَلَیْکُمَا شُوَاظٌ مِنْ نَارٍ وَنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرَانِ﴾(۱)

اس آیت میں موجود خوفزدہ کر دینے والی تہدید اور شدید قسم کی زجر وتوبیخ ملاحظہ کریں

(۱) ''اے گروہِ جن وانس! اگر تم زمین اور آسمانوں کی سرحدوں سے نکل کر بھاگ سکتے ہو تو بھاگ دیکھو، نہیں بھاگ سکتے اس کے لیے بڑا زور چاہیے۔ اپنے رب کی کن کن قدرتوں کو تم جھٹلاؤ گے۔ (بھاگنے کی کوشش کرو گے تو) تم پر آگ کا شعلہ اور دُھواں چھوڑ دیا جائے گا جس کا تم مقابلہ نہ کر سکو گے'' (الرحمٰن: 33-35)

Marfat.com

اور دیکھیں کہ وہ کس طرح اپنی معجزانہ بلاغت کے ساتھ جنّ وانس کی بے کسی و بے بسی کا اعلان کرتی ہوئی اُن کے تمرّد وعصیان پر کاری ضرب لگاتی ہے، اور بتاتی ہے کہ یہ دونوں مخلوقیں پروردگار کی شاہانہ عظمت اور حاکمانہ وُسعت کے سامنے کتنی بے بس اور بے کس ہیں! تو گویا کہ یہ آیت اور اس کے ساتھ یہ آیت: ﴿وَجَعَلْنَاهَا رُجُومًا لِلشَّيَاطِينِ﴾(۱)

یہ دونوں آیتیں جنّ وانس کو مخاطب کر کے یوں کہہ رہی ہیں کہ:

اے گروہِ جن وانس! اے مغرور متمرد اور سر سے لے کر پاؤں تک ضعف ودرماندگی کی دلدل میں پھنسے ہوئے نافرمانو!

اے ضِدّی، اڑیل اور اپنے فقر وعجز کی دُھول میں اَٹے ہوئے سرکشو اور باغیو! تم اگر میرا کہا نہیں مانتے ہو، میرے حکم کی اِطاعت نہیں کرتے ہو تو پھر میری بادشاہت اور سلطنت سے باہر نکل سکتے ہو تو نکل جاؤ! لیکن اگر تم ایسا نہیں کر سکتے ہو تو پھر یہ بتاؤ کہ تم اُس سلطانِ اعظم کے احکام واوامر کی مخالفت کی جرأت کیسے کرتے ہو کہ یہ سارے چاند ستارے اور سورج جس کی مٹھی میں ہیں اور تربیت یافتہ سپاہیوں کی طرح تابع فرمان ہیں ---اور تم اپنی اس نافرمانی سے ایسے جلیل القدر اور عظیم الشان فرمانروا کے مقابلے میں اُتر رہے ہو جس کے پاس اتنے طاقتور، ہیبت ناک اور فرمانبردار لشکر ہیں جو پہاڑوں کو بھی اُکھاڑ پھینک سکتے ہیں، حتی کہ تمہارے ان شیطانوں کو اٹھا کر پٹخ سکتے ہیں اگر ان میں برداشت کرنے کا حوصلہ ہو---اور تم اپنے اس کفر کے ساتھ اُس جلیلُ القدر اور عظیم الشان فرمانروا کی مملکت میں بغاوت اور سرکشی کا مظاہرہ کرتے ہو جس کے پاس اتنے زبردست سپاہی ہیں جو کافر اور نافرمان دشمنوں کو_ چاہے وہ زمین اور پہاڑوں کی ضخامت میں بھی کیوں نہ ہوں_ زمینوں اور پہاڑوں جیسے گرانڈیل دہکتے ہوئے گولوں، بموں اور آگ کے شعلوں

(۱)(الملک:50)

Marfat.com

سے ہلاک کر سکتے ہیں اور انہیں پارہ پارہ کر کے ہواؤں میں بکھیر سکتے ہیں! اور تم کس باغ کی مولی ہو؟ بالکل ضعیف و ناتواں۔۔۔اور تم ایک ایسے قطعی اور حتمی قانون کی مخالفت کرتے ہو جس کے ساتھ _ اللہ کے حکم سے _ اُس ذات کا تعلق ہے جس کے پاس اتنی طاقت ہے کہ اگر ضرورت ہو تو وہ تمہاری یہ زمین تمہارے منہ پر دے مارے وہ تم پر ستاروں جیسے بڑے بڑے پتھروں اور دیگر گولوں اور بموں کی بارش برسا دیں!

جی ہاں، بے شک قرآن کریم میں ایسی بہت سی تنبیہی اور تہدیدی چیزوں کے انبار لگا دیے گئے ہیں جو کہ انتہائی اہمیت کی حامل ہیں۔ان کا سرچشمہ دشمنوں کی قوّت نہیں بلکہ وہ کچھ دیگر اسباب سے وجود میں آئی ہیں، جیسے اُلوہیت کی عظمت کا اِظہار اور دشمنوں کی فضیحت و رسوائی وغیرہ۔

پھر بسا اوقات ایک آیتِ کریمہ کسی چھوٹی سی اور کمزور سی چیز کے لیے عظیم ترین اور قوی ترین اسباب جمع کر دیتی ہے اور ان کو آپس میں اس طرح مربوط کر دیتی ہے کہ کمزور چیز پر زیادتی نہیں ہوتی۔اور یہ سب کچھ مکمّل انتظام، انتہائی عدل اور آخری درجے کے علم وحکمت کی قوّت کے اظہار کے لیے ہوتا ہے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان:

﴿وَاِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ﴾ (۱)

اس عزت اور احترام کی حدود بیان کرتا ہے جو رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی کے شایانِ شان ہے، اور اُس وسیع رحمت کی حدود بھی بیان کرتا ہے جو بیویوں کے حقوق پر مشتمل ہے۔

(۱) ''اور اگر نبی کے مقابلے میں تم نے جتھہ بندی کی تو جان رکھو کہ اللہ اُس کا مولیٰ ہے، اور اس کے بعد جبریل اور تمام صالح اہلِ ایمان اور سب ملائکہ اس کے ساتھی اور مددگار ہیں'' (التحریم:40)

Marfat.com

پس دلائل واسباب کی یہ فراوانیاں صرف یہ بتاتی ہیں کہ نبی ﷺ کی اللہ تعالیٰ کے ہاں کتنی عظمت ہے، اُن کا مرتبہ اللہ کے ہاں کتنا بلند ہے! دو کمزور سی عورتوں نے جو شکوہ کیا اس کی کتنی اہمیت ہے! اور یہ کہ ان دونوں کے حقوق کا کس حد تک خیال رکھا گیا ہے!

ساتواں درجہ:

جس طرح فرشتوں اور مچھلیوں میں چھوٹے بڑے ہونے کے لحاظ سے بڑے درجات ہیں، اسی طرح ستاروں میں بھی یہ فرق پائے جاتے ہیں، چنانچہ بعض ان میں سے انتہائی چھوٹے ہیں اور بعض بہت بڑے ہیں۔ حتیٰ کہ جو چیز بھی سطح آسمان پر چمکتی دمکتی نظر آجائے اسے لوگ ستارہ ہی کہہ دیتے ہیں۔

اب کچھ ستارے ان میں سے صرف آسمان کی تزیین وآرائش کے لئے ہیں، گویا کہ اُس فاطرِ الجلیل اور صانعِ الجمیل نے اُنہیں آسمان کے اس درخت پر چمکتے ہوئے پھلوں کی صورت میں پیدا کیا ہے، یا اِس بحرِ بے کنار میں تسبیح خواں مچھلیوں کی صورت میں پیدا کیا ہے، یا اپنے لامحدود فرشتوں کی ہزاروں منزلوں، چلتی پھرتی رہائش گاہوں اور سواریوں کی صورت میں پیدا کیا ہے۔ اور اسی طرح بعض ستارے چھوٹے حُجم کے بھی پیدا کئے ہیں جن سے شیاطین کو رجم کرنے کا کام لیا جاتا ہے۔

پھر وہ ستارے جنہیں شہاب ثاقب کہا جاتا ہے اور جو شیطانوں کو رجم کرنے کے لیے پھینکے جاتے ہیں، ان کے تین معنی ومفہوم ہو سکتے ہیں:

Marfat.com

شہاب ثاقب کے تین مفہوم

پہلا مفہوم:

یہ وجود کے دائروں میں سے سب سے زیادہ وسیع و عریض دائرے میں جاری و ساری ''قانونِ مبارزت'' کے لیے بطور ایک رمز اور علامت کا کام دیتے ہیں۔

دوسرا مفہوم:

یہ کہ آسمانوں میں بیدار مغز، چاک و چوبند چوکیدار اور اطاعت گزار باشندے رہ رہے ہیں، اور یہ شہابِ ثاقب زمین کے شریر باسیوں کے اللہ کے لشکروں میں گھل مل کر اور چوری چھپے باتیں سننے کی کوشش کرنے پر اللہ کے لشکروں کی طرف سے اِن زمین کے شرارت پسندوں پر غصے کی علامت اور ناراضگی کا اعلان ہیں۔

تیسرا مفہوم:

یہ شہاب ثاقب گویا کہ پتھر پھینکنے والی منجنیقیں اور روشنی کے گولے اور بم ہیں جو کہ اُن شیطان جاسوسوں کو خوف زدہ کرنے کے لیے اور انہیں آسمان کے دروازوں سے دُھتکار کر دور بھگانے کے لیے اُن پر پھینکے جاتے ہیں جو کن سُوئیاں لیتے ہیں اور اہلِ آسمان کی باتیں سننے کی کوشش کرتے ہیں، اور جو زمینی واہیات و خرافات کی بدترین ترجمانی کرتے ہیں؛ اور یہ اس لیے کہ یہ اُس پاکیزہ آسمان کو ملوث نہ کرسکیں جو کہ پاکیزہ لوگوں کا مسکن ہے، اور اس لیے بھی کہ یہ اِن خبیث رُوحوں کے بل پر جاسوسی کرنے والے اِن شیطانوں کے آگے رکاوٹ بن جائیں تا کہ وہ اپنے ناپاک مقصد میں کامیاب نہ ہوسکیں۔۔۔

اے اپنی قاصر، کوتاہ اور نارسا عقل پر اعتماد کرنے والے فلک شناس! وہ عقل کہ جس کی

Marfat.com

روشنی جگنو کی روشنی سے بھی زیادہ نہیں ہے! اور اے قرآن مبین کے سورج کی روشنی سے آنکھیں بند کر لینے والے ماہر فلکیات!

ان سات درجوں میں جن حقائق کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ان میں غور کر، خدارا ایک دفعہ غور کر اور آنکھیں کھول کر دیکھ اور اپنی عقل کی معمولی سی روشنی کا پیچھا چھوڑ اور اس آیت کریمہ میں پائے جانے والے دن کی روشنی سے بھی زیادہ چمکدار اعجاز کی روشنی میں اس کے معنی کا مشاہدہ کر اِس آیتِ کریمہ کے آسمان سے صرف ایک حقیقت کے ستارے کو پکڑ لے اور اسے اُس شیطان کے سر پر دے مار جو تمہارے ذہن میں بیٹھا ہوا ہے! ہم بھی اِسی طرح کرتے ہیں اور آؤ ایک ساتھ کہیں:

﴿رَبِّ أَعُوذُبِکَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ﴾

فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ وَالْحِكْمَةُ الْقَاطِعَةُ

﴿سُبْحَانَکَ لاَ عِلْمَ لَنَا اِلاَّ مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ﴾

☆ ☆ ☆

۱۲۷۳۸۷

Marfat.com

سولھواں مقالہ

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿اِنَّمَا أَمْرُهُ اِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُوْلَ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ O فَسُبْحَانَ الَّذِىْ بِيَدِهِ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَىْءٍ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ (یٰس:82-83)(۱)

یہ مضمون میں نے اپنے اندھے من کو بصیرت دینے، اُسے اطمینان سے آشنا کرنے اور اس کے اردگرد پھیلے ہوئے اندھیروں کو دور بھگانے کے لیے لکھا ہے۔ اور اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے اُسے اِس آیت کریمہ میں پائے جانے والے نور کی چار کرنوں کی جھلک دکھائی جائے گی۔

پہلی کرن:

اے میرے نادان من!

تو یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں اُحدیت (Oneness) پائی جاتی ہے، حالانکہ اس کے افعال کُلّی اور ہمہ جہت ہیں۔۔۔تو یہ کہتا ہے کہ اس کی ذات میں وحدت (Unity) پائی جاتی ہے، حالانکہ اس کی ربوبیت عام اور ہر سُو پھیلی ہوئی ہے اور اس میں اس کا کوئی معاون و مددگار بھی نہیں۔۔۔تو یہ کہتا ہے کہ اس کی ذات میں فردیّت (Singleness) پائی جاتی ہے حالانکہ اس کے تصرّفات ہمہ گیر ہیں اور اِن میں اس کا کوئی شریک بھی نہیں۔۔۔تُو یہ کہتا ہے کہ وہ ہر جگہ حاضر ناظر ہے حالانکہ وہ لامکانی ہے کسی خاص جگہ میں نہیں رہتا ہے۔۔۔تو یہ کہتا ہے کہ وہ مطلق رفعت اور بلندی کا مالک ہے حالانکہ وہ ہر چیز کے قریب ہے۔۔۔تو یہ کہتا ہے کہ وہ وحدانیت (Loneliness)

(۱) ''وہ تو جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا کام بس یہ ہے کہ اُسے حکم دے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے۔ پاک ہے وہ جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا مکمل اقتدار ہے اور اُسی کی طرف تم پلٹائے جانے والے ہو۔''

Marfat.com

کا مالک ہے حالانکہ ہر چیز ذاتی طور پر اُس کے قبضہء قدرت میں ہے۔۔۔ اور یہ تمام چیزیں قرآنی حقائق ہیں، شک سے بالاتر ہیں۔۔۔ پھر تو یہ کہتا ہے کہ قرآن صاحب حکمت یعنی حکیم ہے اور حکیم عقل سے وہ چیز نہیں منواتا جو اُس کے لیے قابلِ قبول نہ ہو! البتہ یہ ضرور ہے کہ عقل کو ان تمام اُمور میں ظاہری تضاد نظر آ رہے ہیں۔ اس لیے آپ سے درخواست ہے کہ ان چیزوں کی ایسی وضاحت کریں جسے عقل تسلیم کر لے۔

الجواب: تمہاری کیفیت اگر یہی ہے اور تم یہ وضاحت دلی اطمینان کے لیے چاہتے ہو، تو ہم قرآن کریم کے فیضان کا سہارا لیتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی ''النور'' نے ہماری کافی مشکلات حل کر دی ہیں، اور ان شاء اللہ اِس مشکل کو بھی حل کر دے گا۔

ہم یہ مسئلہ حل کرنے کے لیے ایک تمثیل کا انداز اختیار کرتے ہیں جو عقل کے لیے وضاحت اور دل کے لیے روشنی کا کام دے گی، جیسے کہ امام ربانی مجدّد الف ثانیؒ نے کیا ہے، چنانچہ ہم کہتے ہیں:

نہ شبم نہ شب پرستم، من غلام شمسم از شمس گویم خبر

تمثیل چونکہ اِعجاز قرآن کو منعکس کرنے کا سب سے زیادہ چمکدار آئینہ ہے، اس لیے ہم بھی اس راز کو تمثیل کے ذریعے ہی دیکھیں گے، اور وہ اس طرح ہے کہ:

ایک فردِ واحد جو کہ حقیقت میں ایک جزئی ہے، مختلف آئینوں کی وساطت سے ایک ہمہ گیر معاملات کی مالک کُلّی کی حیثیت اختیار کر جاتا ہے، یعنی ایک جُزئی ہونے کے باوجود اس میں کُلّی کی صفات پیدا ہو جاتی ہیں۔

مثال کے طور پر:

سورج ایک جزئی ہے اور اس کا ایک تشخص ہے، لیکن شفاف اشیاء کی وساطت سے یہ

Marfat.com

ایک کُلّی کا حکم لے لیتا ہے، حتّی کہ اپنی متعدد صورتوں اور بے شمار انعکاسات کے ساتھ تمام سطح زمین کو بھر دیتا ہے بلکہ اُس کے جلوے چمکتے دمکتے ذرّات وقطرات کی تعداد کے برابر ہو جاتے ہیں۔اور سورج کی حرارت، روشنی اور اس روشنی میں پائے جانے والے سات رنگ،(۱) اِن میں سے ہر چیز اپنے سامنے آنے والی چیزوں کا احاطہ کر لیتی ہے، اُن کو مکمل طور پر اپنی گرفت میں لے لیتی ہے،اور ایک ہی وقت میں ہر شفّاف چیز اپنی آنکھ کی پُتلی میں سورج کی تصویر کے ساتھ ساتھ حرارت روشنی اور سات رنگ بھی محفوظ کر لیتی ہے اور اپنے قلب صافی کو ان تمام چیزوں کا تخت بھی بنا لیتی ہے۔۔۔

مطلب یہ ہے کہ سورج جس طرح اپنی واحدیت کی صفت کے ساتھ اپنے سامنے آنے والی تمام اَشیاء کا اِحاطہ کر لیتا ہے، اسی طرح وہ اپنی اُحدیت کی حیثیت سے اپنی خاصیت اور بہت سی صفات کے ساتھ اپنی ذات کی کسی نہ کسی تجلّی کے ساتھ ہر چیز میں پایا جاتا ہے۔۔۔

ہم چونکہ تمثیل سے تمثّل کی طرف منتقل ہو چکے ہیں، اس لیے اب ہم تمثّل کی تین اقسام کی طرف اشارہ کریں گے اور ہمارے اس مسئلے کا محور یہی تینوں چیزیں ہوں گی۔

پہلی قسم:

کثیف مادی اَشیاء کی منعکس ہونے والی صورتیں، یہ صورتیں غیر ہیں عین نہیں، یعنی بعینہ وہی نہیں ہیں۔مردہ ہیں، اپنی ظاہری صورت کے علاوہ کسی چیز کی مالک نہیں ہیں۔

مثال کے طور پر اگر تُو ___ اے سعید ___ آئینوں کے کسی بڑے سٹور میں داخل ہو جائے تو ایک سعید ہزار سعید بن جائیں گے، لیکن ان ہزاروں سعیدوں میں سے جو زندگی کا

---

(۱) سورج کی روشنی جو بظاہر سفید نظر آتی ہے، مندرجہ ذیل سات رنگوں پر مشتمل ہے: سُرخ، نارنجی، زرد، سبز، آسمانی، نیلا اور بنفشی۔مترجم

Marfat.com

مالک ہوگا وہ صرف تُو ہی ہوگا، باقی سب مردہ ہوں گے اور کسی میں بھی زندگی کی کوئی خاصیّت نہیں پائی جائے گی۔

دوسری قسم:

نُورانی مادی اشیاء کی منعکس ہونے والی صورتیں، یہ منعکس ہونے والی صورتیں بیک وقت نہ عین ہیں نہ غیر؛ کیونکہ یہ نورانی چیز کی مادی ماہیت کا مکمل طور پر احاطہ نہیں کرتی ہیں۔ البتہ اس چیز کے نورانی پہلو اکثر خاصیّات کے مالک ہیں، اس لیے یہ اُس کی طرح زندگی کی مالک سمجھی جائیں گی۔

مثال کے طور پر: جب سورج سطح زمین پر اپنی کرنیں بکھیرتا ہے تو اُس کی تصویر ہر آئینے سے ظاہر ہوتی ہے، اور اس طرح ہر منعکس ہونے والی تصویر سورج جیسی خصوصیات کی حامل ہو جاتی ہے، یعنی وہ تصویر بھی حرارت، روشنی اور سات رنگوں کی مالک ہوتی ہے۔ اب اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ سورج شعور کا مالک ہے، حرارت اس کی طاقت ہے، روشنی اس کا علم ہے، اور سات رنگ اس کی سات صفتیں(۱) ہیں، تو پھر یہ یکتا و یگانہ سورج ایک ہی وقت میں ہر آئینے میں پایا جائے گا، اور ہر آئینے میں اس کا خصوصی تخت ہوگا جس پر وہ براجماں ہوگا، اور ان میں سے ہر آئینے میں ایک قسم کا ٹیلیفون ہوگا، اور یوں کوئی چیز دوسری چیز کے لیے رکاوٹ نہیں بنے گی۔ اور اُس سورج کے لیے ہمارے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے آئینوں کی وساطت سے ہم میں سے ہر ایک کا سامنا کرنا بھی ممکن ہوگا۔ اور باوجود اس کے کہ ہم اُس سے دور ہیں، وہ ہم سے خود ہماری ذات سے بھی زیادہ قریب ہوگا۔

تیسری قسم:

نورانی اَرواح کی منعکس ہونے والی صورتیں۔ یہ صورتیں زندہ ہیں اور بیک وقت

(۱) سات صفتیں یا صفات سبعہ سے اللہ تعالی کی یہ سات صفات مراد ہیں: حیات، قدرت، علم، ارادہ، سمع، بصر، کلام۔ مترجم

Marfat.com

عین وہی ہیں، لیکن ان کا ظہور چونکہ آئینوں کی صلاحیت اور قابلیت پر موقوف ہے اس لیے آئینہ ذاتی طور پر رُوح کی ماہیت کو خود میں واقعتاً سما لینے کی گنجائش نہیں رکھتا ہے۔۔۔ مثال کے طور پر: عین اُس وقت جبکہ سیدنا جبریلؑ ایک صحابی دِحیہ کلبی کی صورت میں مجلس نبوت میں حاضر ہوئے تھے، اُسی لمحے وہ اپنے ہیبت ناک پروں کے ساتھ عرشِ اعظم کے سامنے حضرتِ الٰہیہ میں سجدہ ریز ہوتے تھے، اور عین اُسی لمحے وہ بے شمار جگہوں میں موجود ہوتے تھے؛ اور اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچا رہے ہوتے تھے لیکن کوئی کام دوسرے کام کے آگے رکاوٹ نہیں بنتا تھا۔۔۔

اس راز کو سامنے رکھیں تو یہ بات بخوبی سمجھ میں آجاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک ہی وقت میں دنیا کے ہر کونے سے اپنی امت کے تمام درود کیسے سن لیتے ہیں، صرف اس لئے کہ آپ کی ماہیّت نور اور شناخت نورانی ہے۔

اور یہ بات بھی سمجھ میں آجاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ قیامت کے دن ایک ہی وقت میں تمام اولیاء واصفیاء کے روبرو کیسے رہیں گے۔۔۔ پیغمبر تو پیغمبر ہیں وہ اُولیاء کرام بھی جنہوں نے کافی حد تک نورانیت حاصل کرلی ہے اور جنہیں ''ابدال'' کہا جاتا ہے، اُن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ بیک وقت متعدد جگہوں میں دیکھے جاتے ہیں، اور اُن میں سے ایک ہی شخص بیک وقت مختلف قسم کے کام سرانجام دیتا ہے؛ کیونکہ جس طرح شیشہ، پانی اور ان جیسے دوسرے مواد مادی اجسام کے آئینے بن جاتے ہیں، اِسی طرح ہوا، اثیر (Ether) اور عالمِ مثال کی دیگر موجودات روحانی چیزوں کے لیے آئینوں کی مانند ہو جاتی ہیں اور اُن کی سیر وگردش کے لیے برق وخیال سے بھی زیادہ تیز وسائل کا روپ دھار لیتی ہیں۔ چنانچہ یہ رُوحانیات اُن لطیف منازل اور نظیف آئینوں میں خیال کی سی تیز رفتاری کے ساتھ سیر وگردش کرتی ہیں اور آنِ واحد میں ہزاروں جگہوں میں داخل ہو جاتی ہیں۔

Marfat.com

نورانیت کے اِس راز کو سامنے رکھیں اور فیصلہ کریں کہ سورج جیسی عاجز و مسخّر چیز، اور ایسی مصنوعات جو ہیں تو مادی لیکن وہ نورانی مخلوقات کے ساتھ مشابہت رکھتی ہیں_ جیسے کہ روحانی مخلوقات ہیں_ ایسی مخلوقات کا اگر ایک ہی وقت میں ایک جگہ اور ساتھ ہی کئی جگہ پر پایا جانا ممکن ہے، اور یہ چیزیں مقیّد جزئی ہو کر بھی مطلق کُلّی کا حکم لے لیتی ہیں اور اپنے جزوی اختیارات کے باوجود آنِ واحد میں کئی کام سرانجام دے سکتی ہیں---تو پھر اُس ہستی کے بارے میں کیا خیال ہے جو مادّہ سے مجرّد اور پاک ہے، جو کسی بھی قید کی تحدید اور کثافت کی ظلمت سے منزّہ اور مبرّا ہے--- بلکہ یہ جتنے بھی انوار و نورانیات ہیں سب اس کے اَسمائے حسنیٰ کے انوار کے کثیف سائے ہیں، بلکہ تمام وجود و حیات، عالم اَرواح اور عالم مثال سب کے سب_ نیم شفاف_ آئینے ہیں جن میں اُس قدّوسُ الجلیل کے حسن و جمال کا اِظہار ہوتا ہے جس کی صفات ہر شے کو محیط اور جس کے شئوون و معاملات ہر چیز کو شامل ہیں---اب خود ہی کہو کہ اُس کی اُس اَحدیّت کی توجّہ سے کون سی چیز اوجھل رہ سکتی ہے جو کہ اس کی ہمہ گیر صفات اور اُس کے کُلّی ارادے، مطلق قدرت اور ہمہ گیر علم سے سرزد ہونے والے اَفعال کے ضمن میں داخل ہے---اُس کے لئے کون سی چیز کا ادراک کرنا مشکل ہے اور اُس سے کون سی چیز چھپی رہ سکتی ہے---؟ کس فرد کے لیے ممکن ہے کہ اُس سے دُور رہے---؟ اور کس شخصیت کے لئے ممکن ہے کہ کُلّی انداز اپنائے اور کمائے بغیر اس کے قریب ہو سکے---؟

جی ہاں! سورج اپنی مطلق اور غیر مقیّد روشنی اور اپنی منعکس ہونے والی غیر مادی صورتوں کی وساطت سے تمہاری آنکھ کی پُتلی سے بھی تمہارے زیادہ نزدیک ہے، لیکن اس کے باوجود تُم اُس سے مطلقاً دُور ہو؛ اِس کی وجہ یہ ہے کہ تم مقیّد ہو۔ اس لیے تمہیں قید و بند کے ان بہت سے سلسلوں کو توڑنا ہوگا اور بہت سے کُلّی مراتب کی وادیوں کو طے کر کے آگے

Marfat.com

جانا ہوگا تا کہ تم اس کے قریب ہوسکو۔اور اِس کے لیے ضروری ہے کہ تم کرہ ارض کے برابر بڑے اور چاند کی طرح بلند ہو جاؤ،اس کے بعد ہی کہیں تمہارا کسی حد تک اصلی سورج کے مرتبے کے قریب ہونا اور بغیر حجاب کے اُس کا سامنا کرنا ممکن ہوگا۔

اب جو معاملہ سورج کا ہے وہی ربِّ جلیل ذوالجمال وجمیلِ ذوالکمال کا ہے،وہ تمہارے ہر چیز سے زیادہ نزدیک ہے اور تم اُس سے بے حد دور ہو۔اگر دل میں ہمت ہے اور عقل میں بُلندی ہے تو پھر تمثیل میں ذکر کیے گئے نکتوں کو حقیقت میں ڈھالنے کی کوشش کرو۔

دوسری کرن:

اے میرے غفلت خوردہ من!

تو یہ کہتا ہے کہ:﴿اِنَّمَا اَمْرُهُ اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَقُوْلَ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ (۱) اور ﴿اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَاِذَاهُمْ جَمِيْعٌ لَدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ﴾(۲)

اے میرے غفلت خوردہ من!

یہ اور اس جیسی دوسری آیات یہ بتاتی ہیں کہ اَشیائے کائنات صرف امرِ اِلٰہی سے پیدا کی گئی ہیں اور ایک ہی دفعہ وجود میں ظاہر ہوگئی ہیں،جبکہ ﴿صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِىْ أَتْقَنَ كُلَّ شَىْءٍ﴾ (۳) اور یہ ﴿أَحْسَنَ كُلَّ شَىْءٍ خَلَقَهُ﴾ (۴)

_ اور ان جیسی دیگر آیات اس بات کی وضاحت کرتی ہیں کہ اَشیاء کی تخلیق تدریجاً ہوئی ہے اور عظیم الشان قدرت،ہمہ گیر علم وحکمت اور صنعتکاری میں انتہائی اِتقان،پختگی اور

---

(۱) یٰس:82

(۲) ''ایک ہی زوردار آواز ہوگی اور سب کے سب ہمارے سامنے حاضر کردیے جائیں گے''(یٰس:53)

(۳) ''یہ اللہ کی قدرت کا کرشمہ ہے جس نے ہر چیز کو حکمت کے ساتھ استوار کیا ہے''(النمل:88)

(۴) ''جو چیز بھی اُس نے بنائی خوب ہی بنائی''(السجدہ:7)

Marfat.com

پایداری کے ذریعے ہوئی ہے، ان دونوں بیانوں کے درمیان موافقت یا مطابقت کیسے ہو سکتی ہے؟

الجواب: ہم قرآن کے فیضان کا سہارا لیتے ہوئے کہتے ہیں:

اوّلاً: آیات کے درمیان کوئی منافات نہیں ہے؛ کچھ مخلوقات تو ایسی ہیں جن کی تخلیق اُسی طرح ہوتی ہے جیسے پہلی آیات میں بیان ہوا ہے، جیسے آغاز میں چیزوں کا ایجاد کرنا۔ اور کچھ مخلوقات ایسی ہیں جن کی تخلیق ایسے ہوتی ہے جیسے دوسری آیات میں بتایا گیا ہے، جیسے کہ اُس جیسی مخلوق کا اعادہ کرنا۔

ثانیاً: موجودات کی باکمال تخلیق، بناوٹ اور ساخت پرداخت میں جو انتہائی درجے کا نظم وضبط، آخری درجے کی پختگی وپایداری اور جو اعلیٰ درجے کا حسن وجمال نظر آرہا ہے، اور اس کے تخلیقی عمل میں جو سہولت، سُرعت، کثرت اور وسعت نظر آتی ہے، وہ ان دو آیتوں میں پائے جانے والے حقائق کی مطلق گواہی دے رہی ہے، اس لیے اب اس بات کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی کہ بحث کا دارومدار یہ ٹھہرے کہ ان اُمور کو خارج میں ثابت کیا جائے، بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ: کائنات کی تخلیق وایجاد ان دو طریقوں سے کیوں کی گئی ہے اور اس پُرحکمت انداز میں کیا راز پایا جاتا ہے؟

اس لیے ہم حکمت کی طرف قیاس تمثیلی (۱) کے ساتھ اشارہ کریں گے، مثال کے طور پر ایک ماہر کاریگر _ بطورِ مثال ایک درزی _ بہت سے پیسے صرف کرتا ہے، بڑی محنت کرتا ہے اور اپنی پوری مہارت اور فنکاری کو بروئے کار لاتا ہے، صرف اس لیے کہ اپنی کاریگری

---

(۱) قیاس التمثیل یہ ہے کہ کسی جامع حکم میں فرع کو اصل کے ساتھ ملا دیا جائے، جیسے نبیذ کو حرمت کے حکم میں شراب کے ساتھ ملا دیا جائے اور اسے بھی شراب کی طرح حرام قرار دیا جائے؛ کیونکہ دونوں کے درمیان جو علت مشترک ہے وہ یہ ہے کہ یہ دونوں چیزیں نشہ آور ہیں۔ مترجم

Marfat.com

اور ہنر مندی کے ساتھ تعلق رکھنے والی کوئی خوبصورت چیز تیار کر سکے، چنانچہ وہ اپنی طرف سے اپنی مصنوعات کا ماڈل تیار کرتا ہے؛ کیونکہ اس کے لیے یہ بات ممکن ہے کہ وہ اپنی اس صنعت جیسی چیزیں بغیر اخراجات اور تکالیف کے، بغیر تکالیف کے اور مکمل سرعت کے ساتھ تیار کر سکے، بلکہ کبھی معاملہ اِس حد تک سہل اور آسان ہوتا ہے کہ گویا کہ وہ حکم دے رہا ہے اور کام ہوتا چلا جا رہا ہے، اور یہ اس لیے کہ اس نے اپنے کام میں اتنی مہارت، ترتیب کے انتظام اور تسلسل حاصل کر لیا ہے کہ گویا کام صرف اس کے حکم سے ہی ہوتا جا رہا ہے، جیسے گھڑی کو چابی دے دی جائے تو وہ خود بخود چلتی رہتی ہے۔

اب اس مثال کو ذہن میں رکھیں، ﴿وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْأَعْلٰى﴾ اور دیکھیں کہ اُس صانعُ الحکیم اور نقاشُ العلیم نے دنیا کے اس محل کو اُس کے ساز و سامان سمیت انتہائی خوبصورت، بے مثل اور بے نظیر بنایا ہے، اور پھر اس کے اندر چھوٹی بڑی، جزئی کلی، انفرادی اور اجتماعی طور پر ہر چیز اس طرح معیّن مقدار سے ایسے نظم وضبط کے ساتھ رکھوادی ہے کہ وہ مقدار اپنی جگہ پر اُس چیز کا ایک نمونہ بن گئی ہے۔

اب اللہ تعالیٰ جو کہ ازلی نقاش ہے، اگر اس کے کاموں میں غور کریں تو نظر آئے گا کہ وہ ہر زمانے سے ایک ماڈل بناتا ہے اور اسے ایک بالکل نئے، تازہ اور لطافت بھرے جہان کی اپنی قدرت کے معجزات سے مزیّن پوشاک پہنا دیتا ہے۔ اور ہر سال سے ایک ماپ لے لیتا ہے اور اپنی خارقِ عادت رحمت سے اُس کے قد کے مطابق اُس پر ایک نئی نویلی کائنات بُن دیتا ہے۔ اور ہر دن سے ایک سطر بناتا ہے اور اُس میں اپنی حکمت کی باریکیوں سے مزیّن نو بہ نو موجودات رقم کر دیتا ہے۔ پھر اُس قادرِ مطلق نے جس طرح ہر زمانے، ہر دور، ہر سال اور ہر دن کو ماڈل بنایا ہے، اسی طرح اُس نے سطحِ زمین کو، بلکہ ہر پہاڑ اور صحرا کو، ہر باغ باغیچے کو اور ہر درخت اور پھول کو ماڈل بنایا ہے، اور وہ زمین پر نئی

Marfat.com

، تروتازہ سرسبز وشاداب اور ملتی جلتی کائنات بنا دیتا ہے۔ چنانچہ اس طرح وہ جدید دنیا تخلیق کرتا ہے، اور پہلے عالَم کی بساط لپیٹ کر ایک مرتّب اور منظّم عالم تخلیق کر دیتا ہے۔

اور اس طرح وہ ہر موسم میں اپنی بے قید قدرت کے نئے نئے اور اچھوتے معجزات کا اظہار کرتا ہے، اور ہر باغ باغیچے میں اپنی رحمت کے تازہ بتازہ تحفوں کو بے حجاب کرتا ہے۔ چنانچہ ایک جدید اور اچھوتی حکمت کی کتاب لکھتا ہے، اپنی رحمت کے دستر خوان نئے سرے سے سجاتا ہے، کون ومکان کو ایک نیا، خوبصورت اور دل آویز جوڑا پہنا دیتا ہے، ہر درخت کو ہر موسم بہار میں خوبصورت پٹی پہناتا ہے اور اُس میں چمکتے ستاروں جیسے جگمگ کرتے جواہرات کا جڑاؤ کر کے اُسے مزیّن کر دیتا ہے اور اُس کے ہاتھ رحمت کے تحفوں سے بھر دیتا ہے۔

تو وہ جو یہ تمام اعمال انتہائی پختگی، پایداری اور کمال انتظام سے سرانجام دے رہا ہے، اور وہ جو زمانے کی رسّی پر بکھری رواں دواں کائناتوں کو تبدیل کرتا ہے، اور اس طرح یہ کائناتیں انتہائی حکمت، عنایت، قدرت اور اِتقان کی حالت میں ایک دوسری کے پیچھے چلی آتی ہیں؛ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ قدیرِ مطلق، حکیمِ مطلق، بصیر مطلق اور علیمِ مطلق ہے۔ یہ بات کسی بھی صورت ممکن نہیں کہ یہ اعمال ایسے ہی محض اتفاقی طور پر ظہور میں آرہے ہیں! وہ جلیل القدر خالق کہتا ہے:

﴿اِنَّمَا اَمْرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾(۱)

﴿وَمَا اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ﴾(۲)

یوں وہ اپنی قدرتِ مطلقہ کا اعلان کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ حشر اور قیامت اُس کی

(۱) وہ تو جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اُس کا کام بس یہ ہے کہ اُسے حکم دے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے۔ (یٰس:82)

(۲) اور قیامت کے برپا ہونے کا معاملہ کچھ دیر نہ لے گا مگر بس اتنی کہ جس میں آدمی کی پلک جھپک جائے بلکہ اس سے بھی کچھ کم۔ (النحل:77)

Marfat.com

قدرت کے حساب سے انتہائی معمولی اور آسان کام ہیں۔اور یہ کہ اشیاء تمام کی تمام اس کے اوامر کے سامنے مسخر اور اس کے احکامات کے سامنے مکمل اطاعت گزار اور فرمانبردار ہیں۔اور یہ کہ وہ اُن تمام اشیاء کو محنت، مشقت، تگ ودو اور براہ راست عمل کے بغیر پیدا کرتا ہے۔اور اشیاء کی تخلیق وایجاد میں جو مطلق سہولت اور آسانی کارفرما، ہے اُس کے بارے میں قرآن حکیم نے ان الفاظ کے ساتھ وضاحت کی ہے کہ وہ صِرف امر کے ذریعے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ آیات کی ایک قسِم وہ ہے جو اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ اشیائے کائنات کی تخلیق میں نہایت درجے کا اِتقان اور غایت درجے کی حکمت پائی جاتی ہے، اور خاص کر آغاز تخلیق میں۔اور دوسری قسم وہ ہے جو اس حقیقت کو آشکار کرتی ہے کہ اشیائے کائنات کی تخلیق وایجاد میں سہولت، مطلق سُرعت، انتہائی اطاعت وانقیاد اور عدم تکلّف کار فرما ہے، اور خاص کر ان کی ایجاد میں تکرار اور اِعادہ یعنی دوبارہ پیدا کرنے میں۔

تیسری کرن:

اے میرے وسوسے کے شکار اور اپنی حدود سے گزر جانے والے مَن!

تو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿مَامِنْ دَآبَۃٍ اِلَّاھُوَ آخِذٌ بِنَاصِیَتِھَا﴾(۱)

اسی طرح اس کا یہ فرمان:

﴿بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ﴾(۲)

اسی طرح اس کا یہ فرمان:

(۱) ''جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا مکمل اقتدار ہے''

(۲) یس:83

Marfat.com

﴿نَحۡنُ أَقۡرَبُ اِلَيۡهِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِيۡدِ﴾(۱)

ان تمام آیات کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت زیادہ قریب ہے، جبکہ کچھ آیات ایسی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہم سے بہت زیادہ دور ہے، جیسے کہ اُس کا یہ فرمان: ﴿وَاِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ﴾، اور یہ فرمان: ﴿تَعۡرُجُ الۡمَلآئِكَةُ وَالرُّوۡحُ اِلَيۡهِ فِيۡ يَوۡمٍ كَانَ مِقۡدَارُهُ خَمۡسِيۡنَ أَلۡفَ سَنَةٍ﴾(۲)

اور اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا ایک حدیث شریف میں یہ فرمانا: ﴿......سبعين الف حجاب﴾

''اللہ تعالیٰ کی ذات نور کے ستر ہزار پردوں کے پیچھے ہے'' اسی طرح معراج کی حقیقت۔۔۔

اس گہرے راز کو ذہنوں کے قریب کرنے کے لیے میں اس مسئلے کی وضاحت چاہتا ہوں۔

الجواب: اچھا تو پھر سنو!

اَوّلاً: ہم نے پہلی کرن کے اخیر میں ذکر کیا ہے کہ سورج اپنی روشنی کے ساتھ غیر مقید ہے اور اپنی منعکس ہونے والی غیر مادی صورتوں کی حیثیت سے تمہاری آنکھ کی اُس پتلی سے بھی تمہارے زیادہ قریب ہے، جو کہ سورج کے لیے آئینہ اور تمہاری روح کے لیے جھروکا ہے مگر تم اُس سے بہت دور ہو؛ کیونکہ تم مادّے میں محبوس ومقیّد ہو، اور تمہارے لیے صرف اس کی منعکس ہونے والی صورتوں کا اور اُس کے کچھ عکسوں اور سایوں کو چھونا ہی ممکن ہے، اور اسی طرح اُس کے کچھ جزوی جلووں کا سامنا کرنا ہی ممکن ہے، اور اسی طرح تم صرف

---

(۱) ''ہم اُس کی رگِ گردن سے بھی زیادہ اُس سے قریب ہیں'' (ق:16)

(۲) المعارج:4

Marfat.com

اُس کے ان رنگوں ہی کے قریب ہو سکتے ہو جو اُس کی صفات کے حکم میں ہیں، اور اُس کی کچھ کرنوں کی جھلک دیکھ سکتے ہو جو کہ اُس کے کچھ اسماء کے حکم میں ہیں۔

اور اگر تم سورج کے اصلی مرتبے کے قریب ہونا چاہو اور اُس کا ذاتی مشاہدہ کرنا چاہو، تو پھر تمہارے لیے بہت سی قیدوں سے خالی اور آزاد ہونا اور بہت سے کلی مراتب کو خیر باد کہنا ضروری ہے، تب تم حدود قیود سے خالی ہونے کی حیثیت سے معنوی طور پر کرہ ءارض کے حساب سے بڑھنا شروع ہو جاؤ گے اور روحانی طور پر ہوا کی طرح پھیلتے جاؤ گے، چاند کی طرح بلند ہوتے چلے جاؤ گے اور چودھویں کے چاند کی طرح سورج کے سامنے آجاؤ گے۔ اور اس کے بعد یہ ممکن ہے کہ تم ایسے قرب کا دعویٰ کر سکو جس میں کسی قسم کا حجاب نہ ہو۔

﴿وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْأَعْلٰى﴾ وہ جلیلِ پُر کمال، وہ جلیل بے مثال، وہ واجبُ الوجود اور مُوجِدِ ہر موجود، نورِ سرمد اور سلطانُ الازل والأبد تمہارے خود تمہاری ذات سے بھی زیادہ قریب ہے اور تم اُس سے مطلق دُور ہو۔

اگر تمہارے پاس قوّت ہے تو تمثیل میں پائے جانے والے باریک نکتوں کو حقائق پر منطبق کر سکتے ہو۔

ثانیاً: مثال کے طور پر ﴿وَ لِلّٰهِ الْمَثَلُ الْأَعْلٰى﴾، ایک حکمران کی بہت سی حیثیتوں اور بہت سے ناموں میں سے اس کی قائدانہ حیثیت ہے اس حیثیت سے اُس کے نام ''قائد'' کا ظہور اس کی حکومت کے کئی ایسے دائروں میں ہوتا ہے جو آپس میں متداخل اور ملے جلے ہوتے ہیں۔

چنانچہ فوج کے کمانڈر انچیف کے دائرے سے لے کر فیلڈ مارشل، بریگیڈیر جنرل، لیفٹیننٹ، کیپٹن اور عام سپاہی تک کے دائرے میں اس کا یہ نام چلتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کے ظہور کا جلوہ بڑے اور چھوٹے، اور خاص اور عام ہر دائرے میں کُلّی اور جزوی

Marfat.com

شکل میں ہوتا ہے۔

چنانچہ ایک سپاہی اپنی عسکری خدمات کے دوران اپنے تمام معاملات اور تعلقات کا دارومدار اپنی عام ملازمت اور سپاہیانہ حیثیت کو بناتا ہے؛ کیونکہ اس سے اس میں قیادت کی ایک چھوٹی سی اور جزوی سی جھلک ملتی ہے، اور اس جزوی اور مہین سی جھلک کے طفیل اس کا اپنے کمانڈر انچیف کے ساتھ رابطہ اور تعلق رہتا ہے؛ کیونکہ اُس میں اس کے کمانڈر انچیف کے نام کی معمولی سی جھلک پائی جاتی ہے۔ لیکن اگر وہ حکمران کے ساتھ براہِ راست اُس کے اصلی نام سے میل جول رکھنا چاہے گا تو اس کے لیے اُسے بڑی محنت کرنی پڑے گی، اور ایک عام سپاہی کے عہدے سے لے کر کمانڈر انچیف کے عہدے تک جو مرحلے ہیں انہیں طے کر کے اوپر چڑھنا پڑے گا۔

مطلب یہ ہے کہ سلطان اپنے نام، حکومت، قانون، علم، ٹیلیفون اور تدبر کی وساطت سے اس عام سپاہی سے قریب ہے، اگرچہ وہ سلطان نورانی ہو اور اس کا شمار اُولیاء اور ابدال میں ہوتا ہو، لیکن وہ اپنی ذاتی حضوری کے ذریعے اُس کے قریب ہے؛ کیونکہ اسے نہ تو کوئی چیز روک سکتی ہے اور نہ ہی اس کے آگے رکاوٹ بن سکتی ہے۔ لیکن بایں ہمہ وہ سپاہی اس سلطان سے بہت زیادہ دُور ہے اور اُس کے اور سلطان کے درمیان ہزاروں مراتب حائل ہیں اور ہزاروں پردے ہیں جو اسے سلطان سے دور رکھے ہوئے ہیں۔ لیکن سلطان کبھی کبھار کسی سپاہی پر شفقت کا اظہار کرتا ہے اور اُسے خلافِ عادت اپنے دیوان خاص میں حضوری کا شرف دیتا ہے اور اس پر اپنے الطاف وعنایات کی بارش برسا دیتا ہے۔

اور اسی طرح ﴿وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْأَعْلٰى﴾، وہ ﴿كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ والے حکم کا مالک، کہ یہ سورج چاند ستارے جس کے تابع فرمان سپاہیوں کی طرح مسخر ہیں، وہ ہر شے کے کسی بھی چیز سے زیادہ قریب ہے، حالانکہ ہر شے اُس سے بے حد دور ہے۔

Marfat.com

جب اُس کے دیوانِ قُرب اور حضورِ مقدّس میں بلا حجاب داخل ہونے کا ارادہ ہو تو پھر ستر ہزار ظلمانی اور نورانی یعنی مادّی و کائناتی اور اسمائی و صفاتی حجابات کے سامنے سے گزرنا ضروری ہوتا ہے۔ پھر ہر اس اسم تک اُوپر چڑھنا ضروری ہو جاتا ہے جو ہزاروں خصوصی اور عمومی تجلیات کے درجات کا حامل ہے۔ پھر اُس کی جلیلُ القدر بلند صفات کے طبقات سے گزرنا پڑتا ہے۔ پھر اس کے عرشِ اعظم کی جانب اوپر چڑھنا ہے جو اسم اعظم سے بہرہ ور ہے۔ پھر یہ ہے کہ اگر اُس کا لطف و کرم اور جذب و کشش شاملِ حال نہ ہو تو پھر رسائی حاصل کرنے کے لیے سلوک و عمل کے ہزاروں سال درکار ہیں۔

مثلاً اگر تُم اُس کے اسم گرامی ''الخالق'' کے ذریعے اس کا قرب چاہتے ہو تو سب سے پہلے تو تمہیں ایسا تعلق اور ربط و ضبط پیدا کرنا ہوگا جس میں یہ پہلو نمایاں ہو کہ وہ تمہارا خالق ہے۔ پھر یہ کہ وہ تمام لوگوں کا خالق ہے، پھر اس عنوان سے کہ وہ تمام زندہ کائنات کا خالق ہے۔ پھر اس حیثیت سے کہ وہ تمام موجودات کا خالق ہے۔ لہذا، اگر تم اس طریقے سے درجہ بدرجہ اوپر نہیں جاؤ گے تو پھر اصلی صورت کی بجائے پرچھائیوں میں اُلجھے رہو گے اور صرف ایک جزوی سا جلوہ پا سکو گے۔

تنبیہ: سابقہ مثال میں جس سلطان کا ذکر کیا گیا ہے اُس نے قیادت کے نام کے مراتب میں کئی وسائط بنا رکھے ہیں، جیسے فیلڈ مارشل اور لیفٹیننٹ جنرل وغیرہ؛ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ بذاتِ خود اکیلا تمام ڈیوٹیاں نبھا نہیں سکتا، لیکن وہ قادرِ مطلق ذات جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے، وہ وسائط و ذرائع سے مستغنی ہے، بلکہ یہ وسائط تو صرف خالص ظاہری امور ہیں جو عزّت و عظمت کے پردے کی ترجمانی کرتے ہیں، اور چند رہنما اُمور ہیں جو عبودیت، عجز و فقر اور عظمتِ اِلٰہیہ کے سامنے دم بخود رہ جانے کے حوالے سے ربوبیّت کے سلطان کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ یہ وسائط نہ اُس کے معاون ہیں اور نہ ہی

Marfat.com

قطعی طور پر اس کی ربوبیت میں شریک ہیں؛ کیونکہ یہ تو صرف مشاہدے اور تفریح و دل لگی کے وسائل ہیں۔

چوتھی کرن:

اے میرے دلِ کسل مند!

نماز جو کہ مومن کی معراج ہے، اس کی حقیقت کی تشبیہ بھی اس عام سپاہی سے دی جاسکتی ہے جس کا سلطانِ اعظم نے محض اپنے لطف و کرم سے _ جیسے کہ سابقہ مثال میں بیان کیا گیا ہے _ اپنے دیوان میں داخلہ قبول کرلیا ہو۔ اِسی طرح تمہارا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عظمت وجلال کے سامنے باادب کھڑا ہونا قبول ہو جانا بھی محض اُس کے لطف و کرم کے طفیل ہے۔ چنانچہ تم جب اللہ اکبر کہتے ہو تو اُس وقت تمہارا اَن دیکھا روحانی سفر شروع ہو جاتا ہے اور تم نیت اور خیال کے ذریعے دنیا اور آخرت کی منزلیں طے کرنا شروع کر دیتے ہو، حتّٰی کہ تمام مادی قیود سے آزاد ہو جاتے ہو اور ایک قسم کے حضورِ قلبی اور اُس کے سامنے باادب باملاحظہ قیام کے طفیل کُلّی عبودیت کا مرتبہ، یا کلّی مرتبے کا سایہ، یا اس کی کوئی صورت حاصل کر لیتے ہو، اور ﴿اِیَّاکَ نَعْبُدُ﴾ کے خطاب کے ذریعے سعادتوں کا ایک بہت بڑا حصہ پا لیتے ہو۔ یاد رہے کہ یہ حصہ بقدرِ جُثّہ ہوتا ہے۔

جی ہاں بے شک بندے کا نماز کی حرکات میں تکرار کے ساتھ "اللہ اکبر ... اللہ اکبر" کہنا قطعِ مراتب اور روحانی ترقیوں کو طے کرنے یا اُس کے جزئیات سے نکل کر کلی دائروں میں داخل ہو جانے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی اُس کبریائی کا عنوان ہے جو ہماری معرفت کی حد سے باہر ہے، گویا کہ "اللہ اکبر" کا ہر لفظ معراج کے کسی مرتبے کو طے کرنے کی نشانی ہے۔۔۔

اس سے پتا چلتا ہے کہ نماز کی اس حقیقت کی کسی ایک کرن یا سائے تک معنی ومفہوم

Marfat.com

کے لحاظ سے نیّت، تصوّر اور خیال سے ہی رسائی حاصل کر جانا نعمتِ عظمیٰ اور سعادتِ کبریٰ ہے۔ اور اسی لیے حج کے موقع پر ''اللہ اکبر'' کثرت کے ساتھ دہرایا جاتا ہے؛ کیونکہ حج ہر حاجی کے لئے خود ذاتی طور پر اور اصلی حیثیت سے ایک کلّی عبادت ہے۔

اب ایک عام سپاہی کسی خاص دن میں یا کسی تہوار کے موقع پر ویسے ہی بادشاہ کی حضوری سے مشرّف ہوتا ہے جیسے کہ ایک بریگیڈیر جرنل ہوتا ہے اور دونوں بادشاہ کی عنایات شاہانہ اور الطافِ کریمانہ سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ اسی طرح عوامی سطح پر بظاہر چھوٹے سے مرتبے کا حامل حاجی بھی جو اپنے ربّ کی بارگاہ میں اُس کے ربُّ العالمین کی حیثیت سے پہنچتا ہے، بالکل اُس ولی کی طرح ہے جس نے تمام منزلیں طے کر لی ہیں اور کلّی عبودیّت کے شرف سے مشرّف ہو چکا ہے۔ اس لیے ربوبیت کے وہ کلّی مراتب جو حج کی چابی سے کھلتے ہیں، اُلوہیت کی عظمت کے وہ آفاق جن کا مشاہدہ حج کی دوربین سے کیا جاتا ہے، عبودیت کے وہ دائرے جو حاجی کے قلب ونظر وخیال میں تُوں تُوں وسیع ہوتے چلے جاتے ہیں جُوں جُوں وہ مناسک حج ادا کرتا ہے، عظمت وکبریائی کے وہ مراتب اور تجلیات کے وہ اُفق جو ربوبیت کی ہیبت اور اُلوہیت کی عظمت کے سامنے شوق کی تپش اور سرمستیوں سے مالا مال کرتے ہیں، اِن سب کو تسکین صرف ''اللّٰہ اکبر'' ''اللّٰہ اکبر'' ہی سے مل سکتی ہے۔ اور صرف ''اللّٰہ اکبر'' ہی وہ وسیلہ ہے جس کے ذریعے حاجی اُن مراتب کا اعلان کر سکتا ہے جو اس کے سامنے منکشف ہوئے ہیں، جن کا اُس نے مشاہدہ کیا ہے اور جو اُس کے تصوّر میں آئے ہیں۔

ان تمام معانی کا اصل اظہار حج کے بعد نمازِ عید میں بلند، کُلّی اور مختلف درجات میں ہوتا ہے۔ اِسی طرح نماز استسقاء، نمازِ کسوف وخسوف اور نمازِ باجماعت میں بھی یہ معانی جلوہ ریز ہوتے ہیں۔

Marfat.com

یہاں سے پتا چلتا ہے کہ اسلامی شعائر کتنی اہمیت کے حامل ہیں، حتی کہ اگر چہ وہ سنتِ نبوی کے قبیل ہی سے کیوں نہ ہوں! پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے خزانے کاف اور نُون کے درمیان رکھے ہیں۔

﴿فَسُبۡحَانَ الَّذِیۡ بِیَدِهٖ مَلَکُوۡتُ کُلِّ شَیۡءٍ وَ اِلَیۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ﴾

﴿سُبۡحَانَکَ لَا عِلۡمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَکِیۡمُ﴾

﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذۡنَاۤ اِنۡ نَّسِیۡنَاۤ اَوۡ اَخۡطَاۡنَا﴾

﴿رَبَّنَا لَا تُزِغۡ قُلُوۡبَنَا بَعۡدَ اِذۡ هَدَیۡتَنَا وَهَبۡ لَنَا مِنۡ لَّدُنۡکَ رَحۡمَةً اِنَّکَ اَنۡتَ الۡوَهَّابُ﴾

وصل وسلم علی رسولک الأکرم، مظہر اسمک الأعظم، وعلی آلہ و أصحابہ و اخوانہ و اتباعہ، آمین یاأرحم الراحمین.

☆ ☆ ☆

Marfat.com

مختصر سا تتمہ

وہ قدیرُ العلیم اور صانعُ الحکیم اپنی قدرت اور حکمت کا اور اپنے اعمال و افعال میں اتفاقات کی عدمِ مداخلت کا اظہار اُس نظم و انتظام اور ترتیب و تنسیق کے ذریعے کرتا ہے جس نظم وضبط کا خیال رکھنا اس کی عادت میں شامل ہے، اس کی عادت کو دوسرے لفظوں میں ''**قوانینِ فطرت**'' کہا جاتا ہے۔۔۔اسی طرح اس نظم وضبط کا اظہار وہ کائنات میں پائے جانے والے شاذ و نادر قوانین، غیر معمولی عادات، ظاہری تغیّرات، تشخصات یعنی امتیازی علامات کے اختلاف اور نزول وظہور کے اوقات میں تغیّر و تبدّل کے ذریعے کرتا ہے۔۔۔ وہ کبھی اس ترتیب اور تسلسل کے پردے کو چاک کر کے اپنی مشیئت اور ارادے کا اظہار کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ وہ فاعل ومختار ہے اور کسی قید کے ماتحت نہیں ہے، اور اس طرح وہ اِس بات کی جانکاری کراتا ہے کہ: ہر چیز ہر وقت، ہر حالت میں اور اپنے ہر کام میں اُس کی محتاج ہے اور اُس کی ربوبیت کے ماتحت ہے۔۔۔اور یوں وہ غفلت کے پردے چاک کر دیتا ہے اور جن وانس کی نظریں اسباب سے ہٹا کر مسبّب الاسباب کی طرف پھیرتا ہے۔ قرآن کریم کے بیانات اسی اسلوب پر مبنی ہیں۔

مثال کے طور پر: اکثر علاقوں میں یُوں ہوتا ہے کہ کچھ پھل دار درخت ایک سال پھل دیتے ہیں، یعنی اُسے خزینۂ رحمت سے پھل ملتے ہیں اور وہ ان پھلوں کو ہمارے حوالے کر دیتے ہیں لیکن دوسرے سال پھل لگانے والے تمام ظاہری اسباب کے باوجود وہ پھل لیتا نہیں اور یُوں آگے دے نہیں پاتا ہے۔۔۔

یا پھر مثال کے طور پر: بارش ہونے کے اَوقات میں دیگر لازمی اُمور کے بخلاف تغیّر و

Marfat.com

تبدُّل ہوتا رہتا ہے، اس حد تک کہ یہ چیز پانچ غیبی چیزوں میں داخل ہیں۔۔۔(۱)

کیونکہ وجود میں جو چیز سب سے اہم مقام کی حامل ہے وہ حیات اور رحمت ہے اور بارش حیات اور خالص رحمت کا سرچشمہ ہے، اس لئے یہ پانی جو زندگی اور رحمت جیسے تحفے کا باعث ہے اس عمومی قاعدے قانون کے ضمن میں داخل نہیں ہوگا جو کہ اللہ سے محجوب کرتا اور غفلت کا سبب بنتا ہے بلکہ یہ بغیر کسی حجاب کے براہِ راست اُس ذُوالجلال والاکرام کے قبضے میں، اور اُس رحمانُ الرحیم منعمُ المُحی کے تصرّفات کے ضمن میں ہوگا ،صرف اس لئے کہ دُعا اور شکر کے دروازے ہمیشہ کھلے رہیں۔

یا مثال کے طور پر: رزق عطا کرنا اور انسان کی شکل وصورت اور دوسری امتیازی علامات کی تشخیص کرنا اور انہیں امتیازی حیثیات دینا، یہ چیز احسانِ الٰہی کی خاص تأثیر ہے جو وہاں سے حاصل ہوتی ہے جہاں سے وہ گمان بھی نہیں کرسکتا۔ یہ چیز یقیناً مشیئت الٰہی اور اختیار ربّانی کی روشن ترین دلیل ہے۔

تصریفِ ریاح یعنی ہواؤں کے ہیر پھیر اور تسخیرِ سحاب یعنی بادلوں کی اطاعت گزاری وفرمانبرداری جیسے اِلٰہی معاملات کو بھی اسی پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔

☆ ☆ ☆

---

(1) پانچ غیبی چیزوں کا ذکر قرآن کریم میں کچھ اس طرح بالترتیب ہوا ہے: قیامت کا علم۔ بارش کے نزول کا علم۔ رحمِ مادر میں کیا ہے؟ کوئی کل کیا کرے گا۔ کوئی کہاں مرے گا۔ مترجم۔ (لقمان:34)

Marfat.com

ستر ہواں مقالہ

[یہ مقالہ دو بلند مقامات اور ایک تابناک ذیلی بحث سے عبارت ہے]

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَی الْاَرْضِ زِیْنَۃً لَّھَا لِنَبْلُوَھُمْ اَیُّھُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً، وَاِنَّا لَجَاعِلُوْنَ مَا عَلَیْھَا صَعِیْدًا جُرُزًا﴾ (۱)

﴿وَمَا الْحَیَاۃُ الدُّنْیَا اِلَّا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ﴾ (۲)

خالقُ الرحیم، رزّاقُ الکریم اور صانعُ الحکیم نے اس دنیا کو روحانی مخلوقات اور عالم اَرواح کے لیے ایک خوشیوں بھری عید رونق دار میلے اور تہوار، رُعب دار و پُر وقار محفل اور عظیمُ الشان کانفرنس کی صورت پر بنایا ہے اور اسے اپنے اَسمائے حسنیٰ کے روح پَرور اور عمدہ ترین آثار سے مزین کیا ہے، اور ہر چھوٹی بڑی اور اُونچی نیچی روح کو اُس کے قد کاٹھ کے حساب سے جسم پہنا دیا ہے، اور اُسے اِس خوشیوں بھری عید اور عظیم الشان کانفرنس میں بکھری اور سجی ہوئی مختلف قسم کی اَن گنت نعمتوں سے فائدہ اُٹھانے کے لیے اُس کے مناسبِ حال حواس ومشاعر عطا کر دیے ہیں، اور اُن میں سے ہر روح کو جسمانی وجود عطا کر کے اُسے صرف ایک دفعہ اُس عید یا کانفرنس میں بھیجا ہے۔ پھر اس انتہائی وسیع و عریض عید کو زمانے کے لحاظ سے صدیوں، سالوں، موسموں اور دنوں میں تقسیم کر دیا ہے اور مکان کے لحاظ سے برِّ اُعظموں میں تقسیم کر دیا ہے۔

اس طرح کہ ہر زمانے، ہر دور، ہر سال، ہر موسم، ہر دن اور حتیٰ کہ ہر براعظم کو اپنی ذی

(۱) ''واقعہ یہ ہے کہ یہ جو کچھ سر و سامان بھی زمین پر ہے اس کو ہم نے زمین کی زینت بنایا ہے تا کہ ان لوگوں کو آزمائیں کہ ان میں کون بہتر عمل کرنے والا ہے، آخر اس سب کو ہم ایک چٹیل میدان بنا دینے والے ہیں''۔(الکھف:7-8)

(۲) ''دنیا کی زندگی تو ایک کھیل اور ایک تماشا ہے''(الانعام:32)

Marfat.com

روح مخلوقات اور نباتاتی مصنوعات کے ایک گروہ کے لیے، خاص طور پر سطحِ زمین کو اور خاص کر موسمِ بہار اور موسم گرما میں، ایک اونچے درجے کی کانفرنس اور بلند مرتبے کے تہوار یا عید کی شکل دیتا ہے، اور یوں آگے پیچھے مسلسل عیدیں آتی جاتی ہیں اور انہیں وہ اپنی چھوٹی چھوٹی مخلوقات کے گروہوں کے لیے سجاتا رہتا ہے، حتی کہ وہ دل آویز، پُرکشش اور روح کشا عیدیں بن جاتی ہیں جو اُوپر والے طبقوں میں بسنے والی روحانی مخلوقات، ملائکہ اور کئی آسمان کے باسیوں کی توجہ اپنا مشاہدہ کروانے کے لیے اپنی طرف مبذول کر لیتی ہیں، اور اہلِ فکر کی نظریں اپنی طرف متوجہ کر لیتی ہیں۔ ان میں ایک جذب وکیف کی حالت نظر آتی ہے جو کہ قلب ونظر میں تفریحِ خاطر کی کشش پیدا کرتی ہے اور اہلِ فکروتدبر کے لیے ایک اتنی شیریں جلوہ گاہ بن جاتی ہے کہ عقل اسے بیان کرنے سے عاجز ہے۔۔۔

لیکن یہ الٰہی ضیافت اور ربانی عید اور ان دونوں میں جو ''الرحمن اور المُحی'' جیسے اسمائے گرامی کی تجلّیاں پائی جاتی ہیں، یہ سب موت اور فراق کی زد میں ہیں، اور وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے گرامی ''القھار اور الممیت'' جلوہ گر ہوکر ان سب رونقوں کو ماند کر دیتے ہیں۔ اور یہ چیز بظاہر اللہ تعالیٰ کی اُس ہمہ گیر رحمت کے منافی ہے جس کا ذکر اِس آیت میں ہوا ہے: ﴿وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ﴾ (۲) لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ چیز رحمت الٰہیہ کے ساتھ مکمل موافقت رکھتی ہے، اور یہ موافقت کئی پہلوؤں میں نظر آتی ہے، ہم اُن میں سے صرف ایک پہلو کا ذکر کریں گے:

تمام گروہوں کے لیے ربانی پیشکش کے اختتام پر اور اِس پیشکش اور نمائش سے مطلوبہ نتائج حاصل ہونے کے بعد وہ فاطرِ رحیم اور صانعِ کریم ان تمام گروہوں میں سے ہر گروہ پر اپنے فضل وکرم کا اظہار کرتا ہے اور اُن میں راحت وآرام کی رغبت اور شوق اور ایک

(۲) ''اور میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے'' (الاعراف:156)

Marfat.com

دوسرے عالَم میں منتقل ہونے کا میلان پیدا کرتا ہے، اوران کی بہتری کے لیے اُن پر رحمت کا اظہار کرتے ہوئے اُن میں اِس دنیا سے اُکتاہٹ اور بے دلی سی پیدا کر دیتا ہے۔ یعنی وہ اس میلے کی رونقوں سے بیزار ہونا شروع کر دیتے ہیں۔

اور پھر جب انہیں زندگی کی تکلیفوں اور ذمہ داریوں سے آزاد کر دیا جاتا ہے تو پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ اُن کی روحوں میں اُن کے اصلی وطن کی یاد اور شدید ترین خواہش اور تڑپ بیدار کر دیتا ہے۔ اور جس طرح وہ میدانِ جہاد میں دین و وطن کی خدمت میں جان دے دینے والے معمولی سے سپاہی کو شہادت کا مرتبہ دے دیتا ہے، اور جس طرح وہ قربانی میں ذبح کی گئی بکری کو آخرت میں اِس وجود کے بدلے میں ایک ہمیشہ رہنے والا جسمانی وجود بخش دے گا اور اسے براق جیسی ایک سواری بنادے گا جو اپنے مالک کو پُل صراط پر سے لے کر گزرے گی، اسی طرح اس رحمانِ کریم سے یہ چیز بعید نہیں ہے کہ وہ ذی ارواح اور حیوانات کو اُن کی محنتوں مشقتوں، اُن کی اپنی فطری، ربانی اور خصوصی ذمہ داریوں کو نبھاتے ہوئے جان سپاری اور اُس کے احکام کی بجا آوری میں تکلیفیں جھیلنے کے عوض میں انہیں اپنی وسیع رحمت کے خزانے سے ایسا روحانی ثواب عطا کر دے جو اُن کے ساتھ ہم آہنگ ہو، اور انہیں ایسا معنوی اجر عطا کر دے جو ان کی استعداد کے موافق ہو، تاکہ وہ دنیا کو چھوڑتے وقت زیادہ تکلیف نہ اٹھائیں اور دُکھ محسوس نہ کریں بلکہ اِسے راضی خوشی الوداع کہیں۔۔۔﴿وَلَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾

البتہ یہ ضروری ہے کہ انسان جو کہ ان تمام ذی ارواح میں سے اعلیٰ ہے اور کمیت اور کیفیت کے لحاظ سے اس عید سے سب سے زیادہ استفادہ کرتا ہے، اِسے اللہ تعالیٰ کے خاص لطف وکرم سے روحانی ذوق وشوق کی ایک ایسی حالت بخش دی جاتی ہے جو اُسے اُس دنیا سے نفرت دلاتی ہے جس میں وہ مبتلا ہو چکا ہے، تاکہ اس کیفیت کی برکت سے وہ اس

Marfat.com

دنیا کو عبور کر کے امن و سلامتی کے ساتھ آخرت میں پہنچ جائے۔ پس انسان جس کی انسانیت گمراہی میں غرق نہ ہو چکی ہو وہ اس روحانی حالت یا کیفیت سے پورا پورا فائدہ اٹھالیتا ہے اور ایمان سے بھرپور قلبی اطمینان کے ساتھ دنیا سے کوچ کرتا ہے۔

ہم بطورِ مثال ذیل میں ان پانچ جہتوں پر روشنی ڈالتے ہیں جو اس روحانی کیفیت سے مالا مال کرتی ہیں۔

پہلی جہت:۔ اللہ تعالیٰ انسان کو ۔۔۔ بڑھاپے کے موسم میں ۔۔۔ دنیا کی ان خوبصورت اور دل فریب چیزوں پر فنا و زوال کی مُہر دکھاتا ہے اور ان چیزوں کی کڑوی کسیلی اور ناگوار حقیقتیں اُس کے ذہن میں بٹھاتا ہے۔ اِس سے یہ ہوتا ہے کہ انسان اس فانی اور زوال پذیر دنیا سے نفرت کرنا شروع کر دیتا ہے اور اس کے بدلے ہمیشہ اور باقی رہنے والے مطلوب کی تلاش کے لیے دوڑ دھوپ شروع کر دیتا ہے۔

دُوسری جہت:۔ اللہ تعالیٰ انسان کے شعور میں اُدھر جانے کا شوق اور رغبت ڈال دیتا ہے جدھر اُس کے ننانوے فیصد (99%) وہ دوست احباب جا چکے ہیں جن کے ساتھ اُس کا ربط وضبط ہے اور جو اُس دوسری دنیا میں رہائش پذیر ہو چکے ہیں۔ چنانچہ اس سچی اور سنجیدہ محبت کا اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان موت کا استقبال فرح و سرور کے ساتھ کرتا ہے۔

تیسری جہت:۔ اللہ تعالیٰ انسان کے شعور میں یہ چیز ڈالتا ہے کہ وہ اپنی غیر محدود کمزوری اور عاجزی اور لاچاری کو سمجھ جائے، خواہ اس کمزوری اور لاچاری کا تعلق بارِ زندگی کے ساتھ ہو، خواہ تکالیف حیات کے ساتھ اور خواہ دیگر امور کے ساتھ۔ اِس سے یہ ہوتا ہے کہ اُس کے دِل میں ایک دائمی راحت سے ہمکنار ہونے کی سنجیدہ رغبت اور دارِ آخرت میں جانے کا خالص شوق ابھرتا ہے۔

چوتھی جہت:۔ اللہ تعالیٰ مردِ مومن کے لیے ۔۔۔ نورِ ایمان کے طفیل ۔۔۔ اس چیز کو

Marfat.com

واضح کرتا ہے کہ موت نیستی یعنی آخری طور پر ختم ہو جانے کا نہیں بلکہ جگہ کی تبدیلی کا نام ہے، اور قبر کسی ظلمت بھرے کنویں کا دھانہ نہیں بلکہ نورانی دنیاؤں میں داخل ہونے کا دروازہ ہے، اور یہ دنیا اپنی تمام تر رنگینیوں اور رعنائیوں سمیت آخرت کی وسعتوں اور خوبصورتیوں کے مقابلے میں ایک تنگ و تاریک جیل خانے سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی ہے۔ اس لیے اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا کے قید خانے سے نکلنا اور اس کی تنگیوں تاریکیوں سے نجات حاصل کر کے اُخروی جنتوں کے باغات میں جانا، اور اس مادی زندگی کو گدلا دینے والی اور اسے پریشانیوں سے ہمکنار کرنے والی اشیاء سے منتقل ہو کر اس عالم میں چلے جانا جہاں آرام و راحت ہے اور جہاں روحیں اُڑتی پھرتی ہیں، اور مخلوقات کے اِس شور و شغب سے دامن چھڑا کر اللہ تعالیٰ کی اُس بارگاہ میں چلے جانا جہاں سکون ہے، آنند ہے اور اطمینان ہے۔۔۔ اس میں شک نہیں کہ یہ چیز سیر و سیاحت اور تفریح و تماشا ہے، بلکہ ایک ایسی سعادت ہے جو ہزار جان سے بھی حاصل ہو جائے تو غنیمت ہے۔

پانچویں جہت: وہ قرآن کریم کو خاموشی اور غور سے سننے والے کو اُس میں پایا جانے والا علمِ حقیقت سمجھاتا ہے اور اُسے حقیقت کی روشنی کے ذریعے یہ بتاتا ہے کہ دنیا کی اصل حقیقت یا ماہیت کیا ہے، اور اس طرح انسان کے دل میں دنیا کی محبت اور دلکشی فضول اور بے معنی سی ہو کر رہ جاتی ہے، یعنی اِس حقیقت کا اثبات کرنے کے لیے اُسے یہ کہتا ہے کہ:

یہ دنیا لوگوں کے لیے ایک کُھلی ہوئی ربانی اور صمدانی کتاب ہے۔ اس کے حروف و کلمات اپنی نمائندگی نہیں کرتے ہیں بلکہ کسی اور کی ذات، صفات اور اسماء پر دلالت کرتے ہیں۔ اس لیے ان کے معانی کو سمجھو اور انہیں مضبوطی سے پکڑ لو اور اِن کی ظاہری صورتوں کو چھوڑ کر آگے نکل جاؤ۔

اور یہ ایک کھیتی ہے، اس میں بیج ڈالو، اس کے پھل کاٹو اور اس کی محصولات کو محفوظ

Marfat.com

رکھو، اور ان کے چھلکے اور دیگر فضول اور بے کار مواد کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دو اور اُسے کوئی اہمیت نہ دو۔

اور یہ کچھ آئینوں کا مجموعہ ہے۔ جو مسلسل ایک دوسرے کے پیچھے آتے جاتے گزرتے چلے جارہے ہیں، اِس لیے تم ان کے ذریعے اُس ذات کا تعارف حاصل کرو جو اُن میں جلوہ نما ہے۔ اور اُس کے انوار کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرو۔ اور اس کے ان اسماء کے معانی کا ادراک کرو جو اُن میں ظہور پذیر ہیں اور اُن کے مُسَمّٰی سے محبت کرو اور ٹوٹ پھوٹ کر فنا کی آغوش میں چلے جانے والے اُن کانچ کے ٹکڑوں سے اپنا تعلق منقطع کر لو۔۔۔

اور یہ بھی یاد رکھو کہ یہ دنیا تجارت کی ایک چلتی پھرتی منڈی ہے۔ لہٰذا یہاں اپنی مطلوبہ چیزوں کی خرید و فروخت کرو اور اس میں آنے جانے والے ان قافلوں کے پیچھے بھاگ کر مت ہانپو جو تمہاری پرواہ کیے بغیر تمہیں چھوڑ کر آگے نکل گئے ہیں، ورنہ بری طرح تھک جاؤ گے۔۔۔

اور یہ بھی یاد رکھو کہ یہ دنیا ایک عارضی اور وقتی سیر گاہ ہے، اس میں اپنی نظر کو عبرت حاصل کرنے کے لیے گھماؤ پھراؤ، اُس خوبصورت چہرے پر نظریں گاڑھے رکھو جو پردے میں ہے اور الجمیلُ الباقی کی طرف نگاہ کیے ہوئے ہے۔ اور اس بدصورت چہرے سے منہ پھیرے رکھو جس کی نظریں ہوائے نفس پر لگی ہوئی ہیں۔ اور یہ خوبصورت مناظر دکھانے والی سکرین پر جب پردہ گر جائے اور یہ مناظر آنکھوں سے اوجھل ہو جائیں تو نادان اور فریب خوردہ بچے کی طرح آہ و بکا نہ کرنا اور پریشان نہ ہونا۔۔۔

اور یہ بھی یاد رکھو کہ یہ دنیا ایک مہمان خانہ ہے اور تم اِس میں ایک معزز مہمان ہو، یہاں میزبان کی اجازت سے کھاؤ پیو اور اس کا شکریہ ادا کرو، یہاں صرف اُسی قدر اور وہیں وہیں چلو پھرو جس قدر اور جہاں چلنے پھرنے کی تمہیں اُس کی طرف سے اجازت ہے، اور

Marfat.com

یہاں سے فارغ ہو کر پیچھے دیکھے بغیر آرام سے نکل جاؤ۔۔۔اور خبردار! خواہ مخواہ کسی بھی ایسے معاملے میں دخل اندازی نہ کرنا جس کا تمہارے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی تمہیں اس کا کوئی فائدہ ہے۔اس لیے خود کو دنیا کے کسی بھی ایسے معاملے میں اُلجھا نہ لینا جو تجھے آج یا کل چھوڑ جائے گا۔۔۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ایسے واضح حقائق کے ذریعے انسان کے بہت سے ایسے آلام و مصائب ہلکے کر دیتا ہے جو اسے دنیا کے فراق کی وجہ سے لاحق ہوتے ہیں، بلکہ کبھی اس بات کا اظہار کر کے کہ اس دنیا کی اصل حقیقت کیا ہے، اور یہ کہ اس کا فراق اس کی اُس وسیع رحمت کی ایک جھلک ہے جو ہر چیز میں اور ہر حالت میں پائی جاتی ہے۔۔۔

کبھی وہ ایسا کر کے بعض بیدار مغز اور صاحبِ بصیرت لوگوں کے ہاں اس فراق کو پسندیدہ اور محبوب بنا دیتا ہے۔قرآن کریم جب ان پانچ جہتوں کی طرف اشارہ کرتا ہے تو یہ آیات کریمہ کچھ اور بھی خصوصی پہلوؤں کی طرف اشارہ کرتی نظر آتی ہیں۔

کتنا بدنصیب ہے وہ آدمی جِسے ان پانچ جہتوں سے کچھ حصہ نہ مل سکا!

☆ ☆ ☆

Marfat.com

سترہویں مقالے کا دوسرا مقام:

شکوہ نری مصیبت ہے

ارے مسکین! چیخ و پکار چھوڑ، فریاد چھوڑ اور اپنی مصیبت میں اللہ پر بھروسہ رکھ؛ کیونکہ شکوہ نری مصیبت ہے۔

بلکہ مصیبت در مصیبت، گناہ در گناہ اور تھکاوٹ ہے۔

اگر تجھے وہ مل جائے جس نے تجھے بتلائے مصیبت کیا ہے،

تو پھر یہ مصیبت عطا در عطا اور صفا در صفا بن جائے گی۔

گلہ شکوہ چھوڑ، اور بلبلوں کی طرح شکر و سپاس کا خوگر بن، کہ ان کی سرخوشیوں سے پھول مسکرا اٹھتے ہیں۔

اور اگر تُو اِس چیز سے محروم رہا تو پھر یاد رکھ کہ یہ دنیا تمام کی تمام درد ہے، رنج ہے، فنا ہے، زوال ہے۔ ہوا کے دوش پر اڑتا ہوا چھوٹے سے چھوٹا ذرہ ہے۔ اِس لیے آ، اور اپنی مصیبت میں اُس پر توکل کر۔

تجھے کیا ہو گیا ہے کہ چھوٹی سے مصیبت میں چیخ پکار کر رہا ہے۔ جبکہ حالت یہ ہے تجھ پر اتنے مصائب کا بوجھ لادا گیا ہے جو کہ ساری دنیا کو پورے آسکتے ہیں!

☆☆☆

توکل کی مدد سے مصیبت کا سامنا کر کے مسکرایا کرتا کہ مصیبت بھی مسکرا دے؛ کیونکہ مصیبت جوں جوں مسکرائے گی چھوٹی ہوتی چلی جائے گی اور دھیرے دھیرے پگھلتے پگھلتے

Marfat.com

نابود ہو جائے گی۔

جان لے اے فریب خوردہ انسان کہ:

اس دنیا میں نیک بختی اور سعادت مندی دنیا چھوڑ دینے سے حاصل ہوتی ہے۔

اگر اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔۔۔ تو پھر وہ کافی ہے۔ چنانچہ اگر دنیا سے منہ پھیر لے گا تو یہ تیری طرف چلتی چلی آئے گی۔

☆☆☆

تو اگر خود پسندی میں مبتلا ہے تو یاد رکھ کہ یہ روش واضح ہلاکت ہے۔ ایسے میں تو جب بھی اور جو بھی کام کرے گا ہر چیز تیری مخالفت کرے گی۔ پس دونوں حالتوں میں دنیا کو چھوڑنا ضروری ٹھہرا۔

☆☆☆

دنیا چھوڑ دینے کا مطلب کیا ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اللہ کی ملکیت ہے، اس کی طرف اس کی اجازت اور اس کے نام سے دیکھا جائے۔

اگر تو نفع بخش تجارت چاہتا ہے تو اس فانی اور زوال پذیر عمر کو چھوڑ کر باقی رہنے والی اور لازوال عمر کو اختیار کر لے۔

☆☆☆

اور اگر نفسانی خواہشات کی تکمیل چاہتا ہے تو یاد رکھ کہ یہ خواہشات زوال پذیر، بیہودہ اور ناچیز ہیں، اور اگر آفاق کی تلاش میں ہے تو ان پر فنا کی مہر ہے۔

☆☆☆

پس اس بازار کا سامان کھوٹا اور نقلی ہے، خریدنے کے قابل نہیں، اس لیے اسے چھوڑ دے؛ کیونکہ اصلی مال اس کے پیچھے تیار رکھا ہوا ہے۔۔۔

Marfat.com

کالے توت کا ایک پھل

(کالے توت کے مبارک درخت کی چوٹی پر پرانے سعید نے نئے سعید کی زبان سے یہ حقائق بیان کئے)

میرا مخاطب ضیاء پاشا(۱) نہیں بلکہ وہ لوگ ہیں جو یورپ کے دیوانے ہو چکے ہیں۔ اور متکلم میرا نفس نہیں بلکہ میرا دل ہے جو قرآن کا شاگرد ہے۔

☆☆☆

بے شک سابقہ ''مقالات'' حقائق ہیں۔ کبھی بھی حیران وسرگرداں نہیں ہونا اور اپنی حد سے آگے بڑھنے سے ڈرنا۔

کج روی سے بچ، بے گانے اجنبیوں کے افکار پر کان مت لگا؛ کیونکہ وہ سراپا ضلالت ہیں جو تجھے کشاں کشاں پچھتاوے تک لے جائیں گے۔

☆☆☆

تو دیکھتا نہیں کہ زیادہ وسیع فکر اور زیادہ تیز نظر والا ہمیشہ حیرت میں کھویا ہوا کہتا ہے:

آہ!!افسوس! کس کا شکوہ کروں اور کس سے۔ میں دیوانہ ہو چکا ہوں!

☆☆☆

میں کہتا ہوں اور تردد نہیں کرتا ہوں؛ کیونکہ قرآن مجھ سے کہلواتا ہے۔ کہ: میں اس کی شکایت اسی سے کرتا ہوں اور تیری طرح متحیر وسرگرداں نہیں۔

☆☆☆

(۱) ترکی شاعر (1825-1880)، تجدید کا داعی تھا، عثمانیوں کی جدت پسند پارٹی میں شامل ہوا۔ پیرس میں مقیم رہا۔ ''ظفر نامہ'' اور ''خرابات'' مشہور شعری مجموعے ہیں۔ آخر الذکر تین جلدوں میں ہے۔ نہایت ذہین شخص تھا لیکن کائنات میں جاری حکمتِ الٰہی کو سمجھ نہ سکا اور سرگرداں رہا۔ مترجم

Marfat.com

میں حق سے حق کے ذریعے مدد مانگتا ہوں اور اپنی حد سے تجاوز نہیں کرتا ہوں۔ میں زمین سے لے کر آسمان تک دعا مانگتا ہوں اور تیری طرح بھاگتا نہیں ہوں!

☆☆☆

قرآن کریم میں ہر قسم کی دعوت موجود ہے؛ نور سے لے کر نور تک۔ میں تیری طرح پیمان شکنی نہیں کرتا۔

قرآن کریم میں ہر درست اور پائیدار حکمت موجود ہے۔

میں اسے ثابت کرتا ہوں اور مخالف فلسفے پر بالکل توجہ نہیں دیتا۔

☆☆☆

قرآن کریم میں حقائق کے جواہر پوشیدہ ہیں، میں ان پر اپنی جان قربان کرتا ہوں... انہیں تمہاری طرح فروخت نہیں کرتا ہوں۔

☆☆☆

میں اپنی آنکھ مخلوق کی طرف سے پھیر کر حق کی طرف لگاتا ہوں، تمہاری طرح بے راہ نہیں چلتا ہوں۔

میں خاردار راستے کے اوپر سے اڑ کر گزر جاتا ہوں۔ تمہاری طرح اُسے روندتا نہیں ہوں۔

میں از فرش تا عرش شکر گزار ہوں، تمہاری طرح غافل اور نافرمان نہیں ہوں۔

☆☆☆

میں موت کو اپنا دوست سمجھتا ہوں، اُس سے تمہاری طرح ڈرتا نہیں ہوں!

میں قبر میں مسکراتا ہوا داخل ہوتا ہوں، تمہاری طرح کانپتا نہیں ہوں!

☆☆☆

Marfat.com

اژدھے کا منہ، وحشت کا بستر، عدم کی چوکھٹ۔۔۔ میں قبر کو تمہاری طرح ایسی چیزیں خیال نہیں کرتا ہوں!

بلکہ اُسے دوست احباب سے ملنے کی جگہ سمجھتا ہوں۔۔۔ میں قبر کے نام سے بے قرار نہیں ہوتا ہوں اور نہ تمہاری طرح اس سے نفرت کرتا ہوں!

☆☆☆

میں اس سے تنگ دل نہیں ہوتا ہوں اور نہ اس سے خوف کھاتا ہوں؛ کیونکہ وہ رحمت کا دروازہ ہے۔نور کا دروازہ ہے۔حق کا دروازہ ہے۔

میں اس دروازے پر اللہ کا نام لے کر دستک دیتا ہوں۔ میں اس سے مایوس ہو کر پیچھے نہیں مڑتا ہوں اور نہ ہی مجھ پر دہشت طاری ہوتی ہے۔

میں عنقریب اس میں ٹھنڈی آنکھ سو جاؤں گا، اپنے پروردگار کی حمد و ثنا کرتا ہوا۔ نہ میں وہاں کوئی تنگی محسوس کروں گا اور نہ ہی وحشت میں رہوں گا۔

میں عنقریب صبح محشر میں بانگِ اسرافیل پر "**اللہ اکبر**" کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوں گا۔

میں حشر اعظم سے ڈرتا نہیں ہوں!

میں مسجد اعظم سے پیچھے نہیں رہتا ہوں!

☆☆☆

اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے، قرآن کریم کے نور سے اور ایمان کے فیضان سے... میں کبھی مایوس نہیں ہوں گا۔

بلکہ میں پرواز کرتا ہوا رواں دواں عرشِ رحمان کے سائے تلے پہنچ جاؤں گا۔

اور تمہاری طرح حیران و سرگرداں نہیں ہوں گا۔۔۔ انشاءاللہ۔

☆☆☆

Marfat.com

ھذہ المناجات تخطرت فی القلب

ھکذا بالبیان الفارسی

یہ مناجات میں نے جیسے دل پر وارد ہوئی ہیں اسی طرح فارسی زبان میں لکھ دی ہیں۔اور یاد رہے کہ یہ پہلی بار شائع ہونے والے ''حباب'' نامی مضمون کے ضمن میں شائع ہو چکی ہیں۔

یارب ابہ شش جہت نظرمی کردم، در دِ خود را در مان نمی دیدم

پروردگار! میں زمین کی جہاتِ ستہ (اوپر نیچے، آگے پیچھے دائیں بائیں) میں نظر دوڑا چکا ہوں، اِس اُمید پر کہ شاید مجھے اپنے درد کی دوا مل سکے، اور میں اس ضمن میں تیری ذات پر توکل کرنے کی بجائے اپنے اقتدار واختیار پر بھروسا کیے رہا، لیکن افسوس کہ میں اپنی بیماری کی دوا نہ پا سکا۔اور مجھے لفظوں کے ذریعے کچھ کہے بغیر ہی یہ کہہ دیا گیا کہ: تیرے لیے یہ چیز کافی نہیں کہ خود تیری بیماری ہی دوا بن گئی ہے؟

درراست می دیدم کہ: دی روز مزارِ پدرِمن است

جی ہاں! میں نے غفلت بھری نظر سے اپنی دائیں جانب یعنی زمانہء ماضی کی طرف دیکھا کہ شاید اُدھر سے تسلی کا کوئی جانفزا جھونکا آئے! لیکن میں نے دیکھا کہ گزرا ہوا کل میرے باپ کی قبر ہے اور گزرے ہوئے تمام دن میرے آباء واَجداد کا بہت بڑا مزار ہیں۔ تب اِس جانب سے مجھ پر اُنسیّت کی بجائے وحشت اور پریشانی کی کیفیت طاری ہو گئی۔ لیکن میں نے ایمان کی کھڑکی سے دیکھا تو وہ بہت بڑا وحشت ناک مزار اپنے احباب کا

Marfat.com

ایک اُنس بھرا اجتماع اور تابناک اجلاس نظر آیا۔

و درچپ دیدم کہ: فردا قبرِ من است

پھر میں نے اپنی بائیں جانب یعنی مستقبل پر نظر کی تو اِدھر سے بھی مجھے دوا نہ مل سکی۔ بلکہ آنے والا کل میری قبر کا روپ دھار گیا، اور مستقبل میری نظروں میں اپنے ہم عصروں اور آنے والی نسلوں کے لیے ایک بہت بڑا مقبرہ بن کر اُبھرا۔ اِس جانب سے بھی مجھ پر اُنسیّت کی بجائے وحشت اور پریشانی کی کیفیت طاری ہوگئی۔۔۔

لیکن ایمان اور حضورِ ایمان کے طفیل یہ نظر آتا ہے کہ یہ بہت بڑا خوفناک مقبرہ سعادت مندی و فیروز بختی کے پسندیدہ محلات میں ایک رحمانی دعوت ہے۔۔۔

و امروز: تابوتِ جسمِ پُر اضطرابِ من است

بائیں جانب سے بھی مایوس ہوگیا تو پھر میں نے امروز یعنی آج کے دن کی طرف دیکھا، تو مجھے یوں لگا کہ جیسے آج کا یہ دن ایک تابوت ہے جس میں میرے اس جسم کا جنازہ رکھا ہوا ہے جو مرغِ بسمل کی طرح موت وحیات کے درمیان تڑپ رہا ہے۔

لیکن ایمان کی نظر سے دیکھا جائے تو یہ تابوت ایک خوبصورت مہمان خانہ اور ایک پُر رونق تجارت خانہ نظر آتا ہے۔

بر سرِ عمر جنازئہ من ایستادہ است

اِس جانب سے بھی مجھے اپنے درد کا درمان نہ مل سکا تو میں نے سر اُوپر اٹھایا تو اپنی عمر کے درخت کی چوٹی کی طرف دیکھا، وہاں میں نے دیکھا کہ اس درخت پر صرف ایک ہی پھل لٹک رہا ہے، اور وہ ہے میرا یہ جنازہ، اور وہ بھی مجھے وہاں سے گھور گھور کر دیکھ رہا ہے۔

لیکن ایمان کی نظر سے دیکھا جائے تو پتا چلتا ہے کہ وہ پھل جنازہ نہیں ہے بلکہ یہ میری ابد کی امیدوار روح کے لیے تمام جکڑ بندیوں سے رہائی کا پیغام ہے، تاکہ یہ اپنے پرانے

Marfat.com

گھونسلے سے نکل کر دور ستاروں کی دُنیا میں آزادانہ گھومے پھرے۔

در قدم: آب خاك خلقت من و خاکستر عظام من است

چنانچہ میں نے اس جانب سے بھی مایوس ہو کر سر کو نیچے جُھکا لیا، تو میں نے دیکھا کہ میری بوسیدہ ہڈیاں میری تخلیق کے ابتدائی مواد یعنی مٹی کے ساتھ مل چکی ہیں، اور وہ خاک پاؤں کے نیچے روندی جا رہی ہے۔ اس جانب نے بھی میری بیماری کا کوئی علاج پیش کرنے کی بجائے اُس میں اور بھی اضافہ کر دیا۔

لیکن ایمان نے اِس مٹی کو رحمت کے دروازے اور جنت کے پردے کے رُوپ میں جلوہ گر کر دیا۔

چوں در پس می نگرم، بینم: ایں دنیائے بے بُنیاد هیچ در هیچ است

چنانچہ میں نے اس جانب سے بھی نظر پھیر لی۔ اور پھر جب میں نے پیچھے کی جانب دیکھا تو دیکھتا ہوں کہ: یہ فانی دنیا عبث کی وادیوں میں اور عدم کی تاریکیوں میں لڑھکتی چلی جا رہی ہے۔

چنانچہ اس جہت نے بھی میری علت کے لیے مرہم مہیا کرنے کی بجائے اس میں خوف و وحشت کا زہر گھول دیا۔۔۔

لیکن ایمان نے اس حقیقت سے پردہ اٹھایا کہ یہ تاریکیوں میں لڑھکنے والی دُنیا صمدانی مکتوبات اور سبحانی صحائف کے نقوش ہیں جنہوں نے اپنی ڈیوٹیاں ختم کر لی ہیں اور اپنے معانی و مطالب ادا کر دیے ہیں اور اپنی طرف سے اپنے وجود کے عوض اپنے نتائج چھوڑ کر رخصت ہو گئے ہیں۔

و در پیش اندازنه نظر میکنم، دِرِ قبر کشاده است، و راهِ ابد بدور و دراز بدیدار است

Marfat.com

جب میں نے اِس جہت میں بھی بھلائی کی کوئی کرن نہ دیکھی تو اپنی نظر سامنے کی جانب جمادی، تب میں نے دیکھا کہ راستے کے آغاز ہی میں قبر کا دروازہ چوپٹ کُھلا ہوا ہے اوراُس کے پیچھے دور تک ایک لمبا راستہ نظر آرہا ہے جو ابد تک پھیلا ہوا ہے۔

لیکن ایمان نے قبر کے اس دروازے کو ایسا دروازہ بنا دیا جو عالم نُور کی طرف کُھلتا ہے۔ اوراس راستے کو ایسا راستہ بنا دیا جو ابدی سعادت تک پہنچا تا ہے۔ اور یُوں ایمان واقعتاً میرے درد کا درمان اور مرہم شافی بن گیا۔

مرا جز جُزءِ اختیاری چیزے نیست در دست

اور یوں ان جہاتِ سِتہ میں حوصلہ، تسلی، اطمینان، دلجمعی اور دلاسے جیسی کوئی چیز نہ مل سکی، بلکہ ان سب طرف سے مجھے خوف، وحشت، بے چینی، گھبراہٹ اور نا مانوسیت کا سامنا ہوا۔ اور ان سب چیزوں کے ساتھ نپٹنے کے لیے میرے پاس سوائے جزوی اختیار کے اور کچھ بھی نہیں۔

لیکن ایمان مجھے اس جُزِ ولا یتجزّیٰ جیسے (۱) اختیار کے عوض ایک ایسی دستاویز عطا کر دیتا ہے جس کے سہارے میں مطلق اور عظیم الشان قدرت پر بھروسا کرسکتا ہوں، بلکہ خود ایمان نام ہی اِسی دستاویز کا ہے۔

کہ اُو جزء هم عاجز، هم کوتاه، وهم کم عیاراست

اور یہ جزِ اختیاری جو کہ انسان کا ہتھیار ہے، یہ بھی از حد عاجز، قاصر، اور نا قابلِ بھروسا ہے۔ کسی چیز کی تخلیق نہیں کرسکتا اور نہ ہی اس کے ہاتھ سے سوائے کسب کے قطعاً کوئی چیز حاصل ہوسکتی ہے۔ بلکہ صرف کسب کرسکتا ہے۔

---

(۱) جُزو ولا یتجزّیٰ، وہ جزء جس کے مزید ٹکڑے یا اجزاء نہ ہوسکیں۔ مادے کا سب سے چھوٹا حصہ جو آگے تقسیم نہ ہو سکے۔ جوہر۔ ایٹم۔ مترجم

Marfat.com

لیکن ایمان اِس جزوِ اختیاری کو فی سبیل اللہ استعمال کر کے ہر چیز کے لیے کافی بنا دیتا ہے، اُس سپاہی کی طرح جو حکومت کی فوج میں بھرتی ہو جاتا ہے تو اپنی طاقت سے ہزاروں گنا زیادہ کام سرانجام دیتا ہے۔

نہ در ماضی مجالِ حلول، نہ در مستقبل مدارِ نفوذ است

یہ اختیاری جزء نہ تو ماضی میں پہنچ سکتا ہے اور نہ مستقبل میں سرایت کر سکتا ہے، اس لیے یہ میرے ماضی اور مستقبل کے آلام و مصائب اور امیدوں آرزوؤں کے لیے سُود مند نہیں ہو سکتا۔

لیکن ایمان اِس کمزور سے انسانی جسم کے ساتھ تعلق رکھنے والے اختیاری جزء کی لگام کو حیوانی جسم کے ہاتھوں سے لے کر اُسے قلب و روح کے ہاتھوں میں تھما دیتا ہے، اور یوں یہی جزوی اختیار ماضی میں حلول اور مستقبل میں نفوذ کرنے کے قابل ہو جاتا ہے؛ کیونکہ قلب و روح کی زندگی کا دائرہ بہت زیادہ وسیع ہے۔

میدانِ اُو ایں زمانِ حال، ویک آنِ سیّال است

اُس اختیاری جُزء کا میدان وقتِ حاضر یا زمانۂ حال ہے جو کہ بہت چھوٹا سا ہے، اتنا کہ اُسے ''آنِ سیّال'' یعنی بہتا ہوا لمحہ یا لمحۂ گزراں کہا جاتا ہے۔

با ایں همه فقرها وضعفها، قلمِ قدرتِ تُو آشکاره نوشته است، "در فطرتِ ما" میلِ ابد واملِ سرمد

میرے اس تمام تر فقر و ضعف و عجز، اپنی تمام تر حاجات کے ساتھ ساتھ اور جہاتِ ستہ سے وارد ہونے والے خوف و وحشت کی زد میں ہونے کے باوجود تیری قلمِ قدرت نے واضح طور پر میری فطرت میں ابدیت کے ساتھ ہم آغوش ہونے کا میلان اور سرمدیت کے ساتھ ہمکنار ہونے کی امیدیں لکھ دی ہیں۔

Marfat.com

بلکہ ہر چہ ہست ، ہست

بلکہ دنیا میں جو کچھ بھی پایا جاتا ہے ان سب کے نمونے میری فطرت میں پائے جاتے ہیں۔ اور یوں میرا اُن تمام چیزوں کے ساتھ قوی تعلق ہے مجھ سے اُن کی خدمت لی جاتی ہے اور میں ان کی خدمت کرتا ہوں۔۔۔

دائرہ احتیاج مانندِ دائرہ نظر بزرگی داراست

احتیاج کا دائرہ نظر کے دائرے کی طرح بہت بڑا اور وسیع وعریض ہے۔

خیال کدام رسد احتیاج نیز رسد

دردست ہر چہ نیست در احتیاج ہست

خیال جہاں بھی جاتا ہے، احتیاج بھی وہیں تک چلا جاتا ہے، یعنی حاجتوں کا دائرہ خیالات کی طرح وسیع ہے، ہر چیز جو دسترس میں نہیں ہے وہ حاجت کے ضمن میں آتی ہے، اور جو چیز دسترس میں نہیں اس کی کوئی حد ہی نہیں ہے۔

دائرئہ اقتدار ہمچو دائرئہ دستِ کوتاہ ،کوتاہ است

جبکہ اقتدار کا دائرہ میرے دستِ کوتاہ کی طرح تنگ اور کوتاہ ہے۔

پس فقر و حاجاتِ ما بہ قدرِ جہان است

پس میرا فقر اور میری حاجات وضروریات پوری دُنیا کے برابر ہیں۔

سر مایہء ماہمچو "جزءِ لا یتجزء" است

میرا سرمایہ جزوِلا یتجزء کی طرح ایک جزوی چیز ہے۔

ایں جُزء کُدام، وایں کائنات حاجات کُدام است

دُنیا کے برابر ان حاجات وضروریات کے مقابلے میں اس جُزء کی کیا حیثیت ہے؟ دنیا کی یہ بے حدوحساب ضروریات اِس انتہائی تھوڑے سے اختیار واقتدار سے حاصل نہیں

Marfat.com

کی جاسکتیں، ویسے ہی جیسے اربوں روپے مالیت کی چیز چند ٹکوں میں خریدی نہیں جاسکتی! اس لیے کسی اور حیلے وسیلے کی تلاش بہت ضروری ہے۔

پس در راہِ توازیں جزء ، نیز باز می گزشتن:، چارئہ من است

اور وہ حیلہ وسیلہ یہ ہے کہ تیری راہ میں چلنے کے لئے میں اپنے اس اختیاری جُزء سے دستبردار ہو جاؤں اور اپنے تمام کام ارادۂ الٰہیہ کے سپرد کر دوں۔ یعنی یہ کہ انسان اپنی ذات اور اپنے اختیار وارادے سے کُلیتًا دستبردار ہو کر خود کو اللہ کی ذات اور اس کے اختیار و اقتدار کے حوالے کر دے، اس طریقے سے توکّل کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ تھام لینے کا عمل پورا ہو جائے گا۔

اس لیے اے پروردگار! نجات کا وسیلہ اگر یہی ہے تو اس اپنی زندگی کے اس حصّے سے دستبردار ہوتا ہوں جس میں مجھے کچھ اختیار بخشا گیا ہے، میں تیرے راستے پر چلنے کے لیے اپنی انانیت سے کنارا کش ہوتا ہوں۔

تا عنایتِ تُودستگیرِمن شود
رحمتِ بے نہایتِ تُو پناہِ مَن است

تا کہ تیری عنایت ومہربانی میرے ضعف وعجز پر ترس کھاتے ہوئے میرا ہاتھ پکڑ لے اور تا کہ تیری رحمت میرے فقر واحتیاج پر شفقت کرتے ہوئے میرا سہارا بن جائے۔۔۔ اور تا کہ وہ اپنے دروازے میرے لیے کھول دے۔

آں کس کہ بحرِبے نہایت رحمت یا فت، تکیہ
نکند بریں جزء اختیاری کہ یك قطرئہ سراب است

جس نے رحمت کا بحر بیکراں پالیا وہ اپنے اُس اختیاری جزء پر کبھی بھروسا نہیں کرتا جس کی حیثیت سراب کے ایک قطرے کی سی ہے، اور نہ ہی رحمت سے منہ پھیر کر اپنے معاملات اُس قطرۂ سراب کے سپرد کرتا ہے۔

Marfat.com

اے واہ! ایں زندگانی ھمچو خواب است

ویں عمرِ بے بنیاد ھمچو باد است

افسوس کہ ہم دھوکے میں رہے! چنانچہ اس دنیاوی زندگی کو ثابت و برقرار سمجھ بیٹھے اور اس غلط فہمی کی بنا پر اسے اس کی بنیاد ہی سے ضائع کر بیٹھے۔۔۔

جی ہاں، بے شک یہ رواں دواں زندگی ایک اُونگھ تھی جو خواب کی طرح گزر گئی۔ اور یہ بے بنیاد عمر بھی ہوا کی طرح اُڑتی چلی جا رہی ہے۔۔۔

انسان بہ زوال دُنیا بہ فنا است

آمالِ بے بقا آلام بہ بقا است

یہ فریب خوردہ انسان جو کہ اپنے آپ پر بڑا اعتماد کرتا ہے اور سمجھتا یہ ہے کہ میں یہاں ہمیشہ رہوں گا، اِس پر فنا کا حکم لاگو ہو چکا ہے۔ چنانچہ وہ تیزی سے چلا جا رہا ہے۔ رہی یہ دنیا جو کہ اس کا ماویٰ و مسکن ہے، تو یہ دنیا عنقریب ظلماتِ عدم میں اتر جائے گی، امیدیں فضاؤں میں بکھر جائیں گی اور درد و الم روحوں میں رہ جائیں گے۔

بیا اے نفسِ نافر جام! وجودِ فانی خود را فِدا کُن

خالقِ خود را کہ ایں ھستی ودیعہ است

جب حقیقت ایسی ہے تو ! اے زندگی کے مشتاق، لمبی عمر کے طلبگار، دنیا کے عاشق اور بے حد و حساب آلام و مصائب میں مبتلا اور بے انتہا امیدوں کے متوالے بدنصیب من! آنکھیں کھول اور ہوش کے ناخن لے۔ کیا تُو اتنی بات نہیں سمجھتا کہ جگنو جو کہ اپنی روشنی پر اعتماد کرتا ہے سیاہ رات کی تاریکیوں میں ہی رہتا ہے، جبکہ شہد کی مکھی جو کہ خود پر اعتماد نہیں کرتی ہے دن کی روشنی پاتی ہے اور پھولوں کی صورت میں اپنے تمام دوستوں کو سورج کی روشنی سے سونے کی طرح چمکتے ہوئے دیکھتی ہے۔۔۔ تو بھی اسی طرح ہی ہے، اگر اپنے

Marfat.com

وجوداور اپنی انانیت پر اعتماد کر کے بیٹھ جائے گا تو جگنو جیسا ہی رہے گا، لیکن اگر اپنے فانی وجود کو اپنے اُس خالقِ کریم کی راہ میں قربان کر دے گا جس نے یہ وجود تجھے دیا ہے، تو پھر شہد کی مکھی کی طرح ہوگا اور اس وجود کی اتنی روشنی پائے گا جس کی کوئی حد نہیں۔ اس لیے اپنی جان کو قربان کر دے؛ کیونکہ تیری یہ ہستی تیرے پاس امانت ہے، تیری اپنی نہیں۔

وملك اُو، وأداده ،فنا كن تابقايابد

ازاں سِری که: "نفیءِ نفی" اثبات است

پھر یہ وجود اُس سبحانہ وتعالیٰ کی ملکیت ہے، اُسی نے یہ تجھے ہبہ کیا ہے، اس لئے بغیر کسی تردد کے اور احسان دھرنے کے اسے اس پر فدا کر دے، اور اسے فنا کر دے تاکہ یہ بقا سے ہمکنار ہو جائے کیوں کہ قائدہ یہ ہے کہ: ''نفی کی نفی اثبات ہوتا ہے''

مطلب یہ ہے کہ اگر عدم معدوم ہے تو پھر موجود ہے اور اگر معدوم عدم ہو جائے تو موجود ہوگا۔

خدائے پُر کرم ،خود ملك خود رامی خرد از تُو،

بھائے بیکراں دادہ ،برائے تو نگاہ داراست

خالقِ کریم تُجھ سے خُود اپنی اس ملکیت کو خرید رہا ہے اور تجھے اس کی بہت بھاری قیمت دے رہا ہے، اور وہ ہے جنت۔ اور وہ تیرے لیے اس ملکیت کو سنبھال کر رکھتا ہے، اور اس کی قیمت بڑھاتا رہتا ہے۔ اور وہ عنقریب اسے سب سے زیادہ باقی رہنے والی اور کامل ترین صورت میں تجھے واپس کر دے گا۔ بات جب ایسے ہی ہے، تو پھر اے میرے من! ایک لمحہ بھی توقف کیے بغیر اس تجارت کو اختیار کر لے جس میں پرت در پرت پانچ طرح کے منافع جات پنہاں ہیں، تاکہ پانچ قسم کے خساروں سے بچ جائے اور ایک بار کے سودے سے پانچ منافع حاصل کر لے۔

Marfat.com

لاَ اُحِبُّ الآفِلِیْنَ

﴿فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لاَ أُحِبُّ الآفِلِیْنَ﴾

ابراہیم خلیل علیہ السلام نے ﴿لاَ اُحِبُّ الآفِلِیْنَ﴾ کہہ کر جب یہ اعلان کیا کہ یہ کائنات فنا کی آغوش میں چلی جائے گی، تو اُس اعلان نے مجھے رُلا رُلا دیا، اُن کے ان الفاظ میں کائنات کے زوال پر نوحہ گری کا سامان پایا جاتا ہے، چنانچہ میرے دل کی آنکھ نے اللہ کے ان معاملات پر غور کر کے آٹھ آٹھ آنسو بہائے اور ان میں سے ہر آنسو اپنے دامن میں ہزاروں دُکھ اور غم لیے ہوئے آہ و بکا اور چیخ و پکار میں مصروف تھا۔ آنکھوں کے یہ تمام قطرے دل میں فارسی شعروں کی صورت میں ڈھل گئے۔۔۔ اور یہ اشعار ابراہیم خلیل علیہ السلام کے نوحے ﴿لاَ اُحِبُّ الآفِلِیْنَ﴾ کی ایک قسم کی تفسیر ہی ہیں:

نمی زیباست "أفولده" گم شدن محبوب

محبوب، جو کہ دور افق میں غروب ہو جاتا ہے، وہ کوئی خوبصورت محبوب نہیں ہے، کیونکہ جس پر فنا و زوال کا ٹھپہ لگ چکا ہو وہ نہ تو خوبصورت ہو سکتا ہے اور نہ ہی اُسے دل پسند کر سکتا ہے؛ کیونکہ دل جو بنیادی طور پر اس لیے پیدا کیا گیا ہے کہ وہ کسی لازوال سے محبت کرے اور اُس "صمد" یعنی بے پرواہ ذات کے انوار منعکس کرے، وہ دل فنا و زوال کو کبھی بھی پسند نہیں کرے گا، اور اسے ایسا کرنا بھی نہیں چاہیے۔

نمی ارزد "غروبده" غیب شدن مطلوب

وہ مطلوب جس کے بارے میں یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ وہ غروب ہو کر آنکھوں سے اوجھل ہو جائے گا، وہ اس قابل نہیں ہے کہ اس سے دل لگایا جائے اور اسے فکر و عمل اور امید ورجا کا مرکز بنایا جا سکے، اس لیے دل اس کے لیے ٹھنڈی آہیں نہیں بھر سکتا، اُس کے ساتھ

Marfat.com

عشق نہیں کرسکتا، اس کی تلاش میں مارامارا نہیں پھر سکتا، اور اس کی پوجا پاٹ نہیں کرسکتا۔

نمی خواھم "فنادہ" محوشدن مقصود

وہ مقصود جو کہ فنا کے گھاٹ اُتر کر نابود ہو جائے، میں اس کی تمنا نہیں کرسکتا، میں فانی کی تمنا نہیں کرسکتا، میں زوال پذیر کی آرزو نہیں کرسکتا؛ کیونکہ میں جب خود بہر صورت فانی اور مسکین ہوں، تو پھر یہ بہت سے فانی مِل کر میرا کیا بھلا کر سکتے ہیں؟

نمی خوانم "زوالدہ" دفن شدن معبود

وہ معبود جو زوال کے ہاتھوں شکست کھا کر مٹی میں دفن ہو جائے، میں اسے نہیں پکاروں گا، اس کے در پر فریاد لے کر نہیں جاؤں گا، اس کی پناہ نہیں چاہوں گا؛ کیونکہ جو خود عاجز اور درماندہ ہو وہ کسی بھی طرح میری بھاری بھرکم بیماریوں کا علاج نہیں کر پائے گا اور میرے ابدی زخموں پر مرہم نہیں رکھ سکے گا۔ بنا بریں، وہ معبود جو خود کو فنا و زوال کے قبضے سے چھڑا نہیں سکتا ہے وہ معبود کیسے ہو سکتا ہے؟

عقل فریاد می دارد، نداءِ "لاأحب الآفلین" می زند روحم

لمحہ بہ لمحہ فنا و زوال کی گود میں گرنے والی اس کائنات کی حالت کو دیکھو، رنگ و بو کی دلدادہ "عقل" اپنی محبوب چیزوں کو زوال کے گھاٹ اُترتی دیکھ کر ناامید ہو کر آہ و فغاں میں مصروف ہے، اور "روح" کسی ابدی محبوب کی تلاش میں ماری ماری پھرتی ہوئی کراہ رہی ہے کہ: "لَاۤ اُحِبُّ الآفِلِین"۔

نہیں نہیں ۔۔۔ میں جدائی نہیں چاہتا ۔۔۔ میں جدائی برداشت نہیں کرسکتا۔

نمی خواھم، نمی خوانم، نمی تابم فراقی

نمی ارزد "مراقہ" این زوال درپس تلاقی

ایسا وصال جس کے تعاقب میں زوال لگا ہوا ہے یقیناً المناک ہے، اور یہ ملاقاتیں

Marfat.com

جن پر زوال کے سائے منڈلا رہے ہوں، اس قابل نہیں ہے کہ اسے حاصل کرنے، یا اس سے محروم ہو جانے کی صورت میں ٹھنڈی آہیں بھری جائیں، بلکہ وہ وصال جس کے بعد فراق آنے والا ہے اس قابل ہی نہیں کہ اس کی خواہش کی جائے یا اس کے لیے ذوق وشوق کا اظہار کیا جائے؛ کیونکہ جس طرح لذّت کا زوال المناک ہے اسی طرح لذّت کے زوال کا تصوّر بھی المناک ہے۔

تمام غزل گو شعراء کے مجموعہ ہائے کلام اور ان کے قصیدے زوال کے اسی تصوّر سے جنم لینے والی آہ و پکار ہیں، اس حد تک کہ آپ اگر ان میں سے کسی بھی شاعر کے شعری دیوان کی روح تک پہنچ جائیں تو آپ اس کی تمام نکتہ سنجیوں اور معنی آفرینیوں کا حاصل یہی پائیں گے کہ یہ زوال کے اِسی تصوّر سے برآمد ہونے والی دردناک چیخیں ہیں۔ (یاد رہے کہ یہ شعراء وغیرہ مجازی عاشق ہوتے ہیں)۔

ازاں دردِی گرین "لا احب الآفلین" می زند قلبم

یہ زوال خوردہ ملاقاتیں، اور یہ درد والم کا موجب بننے والی مجازی محبوبائیں، یہ سب کی سب میرے دل کو اس قدر زخمی کرتی ہیں کہ وہ حضرت ابراہیمؑ کی طرح گریہ زاری کرتا ہوا پکار اٹھتا ہے: ﴿لا أحب الآفلين﴾۔

اس لیے اگر تم واقعتاً بقا کے طلب گار ہو، لیکن تمہارے پاؤں اُس دنیا میں گڑھے ہوئے ہیں جو فنا پذیر ہے، تو یاد رکھو کہ:

دریں فانی بقا خوازی، بقا خیزد "فنادن"

بقا فنا سے پھوٹتی ہے، اس لیے نفسِ امّارہ کو فنا کر دو بقا سے ہمکنار ہو جاؤ گے۔

فنا شو، هم فدا کن، هم عدم بیں، که از دنیا بقایا راه "فنا دن"

ہر اُس برے اخلاق سے خالی ہو جاؤ جو تمہارے لیے دنیا کی پرستش کا راستہ

Marfat.com

ہموار کرے، ایسے اخلاق کو فنا کر کے اپنی ذات کو اس سے پاک کرلو اپنی جمع پونجی اس محبوب حقیقی پر قربان کردو، آنکھ کھول کر ماضی کی تمام موجودات کا انجام دیکھو کہ ان کا نام ونشان تک مٹ گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس دنیا میں بقا کا راستہ فنا کی شاہراہ سے ہو کر گزرتا ہے۔

فکرِ فیزارمی دارد انین "لا أحب الآفلین" می زند وجدان

انسان کا وہ فکر جو مادی اسباب کی چراگاہوں میں چرتا پھرتا ہے وہ جب دنیا کے فنا و زوال کے منظر دیکھتا تو حیرت میں بھٹکتا اور قلق واضطراب میں ٹامک ٹوئیاں مارتا ہے، اور پھر مایوسی کے عالم میں فریاد کرتا ہے۔

جبکہ "وجدان" جو کہ حقیقی وجود کی تلاش میں ہے، وہ اپنی فریاد میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ﴿لا أحب الآفلین﴾ والے نالہ وفریاد کی پیروی کرتا ہے اور اس ابدی اور حقیقی محبوب کا دامن پکڑ کر ان مجازی محبوبات اور فانی موجودات سے اپنے رشتے ناطے منقطع کرلیتا ہے۔

بداں اے نفسِ نادانم اکہ، در ہر فرد ازفانی،

دوراہ ہست با باقی ، دوسرّ جانِ جانانی

اے میرے غافل اور ناداں نفس! اے سعید! تمہیں علم ہونا چاہیے کہ تم اس فانی دنیا میں رہتے ہوئے ہر فانی چیز سے بقا و دوام کے دو راستے پا سکتے ہو، یہاں تک کہ تمہارے لیے ان دو راستوں میں اُس دائمی محبوب کے حسن و جمال کے انوار کے دروازوں اور دو کرنوں کا ادراک کرنا بھی ممکن ہے، اور یہ اُس وقت ممکن ہے جب تُم اپنی اس فانی شکل و صورت سے رُوگردنی کرو اور اپنی شخصیت کی حدود وقیود سے آگے نکل جاؤ۔

در نعمتہا انعام ہست ،وپس آثارہا ،أسماء بگیر مغزی و میزن

درفنا ، آں قشرِ بے معنی

Marfat.com

جی ہاں! صرف ایک نعمت کے پردوں کو اُٹھاتے جاؤ گے تو نوازشوں، مہربانیوں اور کرم فرمائیوں کا مشاہدہ کرتے چلے جاؤ گے، اور اس کے بل کھولتے جاؤ گے تو رحمان و رحیم کے لطف و کرم کی جھلکیاں پاتے جاؤ گے۔ اور یوں اگر تم نعمت کی راہ سے نوازشوں اور مہربانیوں کا مشاہدہ کر سکو تو تمہاری رسائی اُس منعم تک ہو سکتی ہے جس نے یہ نعمتیں بہم پہنچائی ہیں۔

پھر یہ ہے کہ اُس اَحدُ الصّمد کے یہ جتنے بھی آثار یہاں پھیلے ہوئے ہیں سب کے سب اس کے لکھے ہوئے مکتوبات ہیں، اِن میں سے ہر مکتوب اپنے کاتب کے اسمائے حسنٰی پر روشنی ڈالتا ہے۔ اگر تم اس کی ظاہری نقش کو عبور کر کے باطنی معنی تک رسائی حاصل کر سکو تو سمجھو کہ تم نے موجودات کے ان ناموں کے درمیان سے گزر کر اَسمائے حسنٰی تک پہنچنے کا راستہ پالیا:

اس لیے اے جانِ من! تم چونکہ ان فانی موجودات کے مغز اور نچوڑ تک رسائی حاصل کر سکتے ہو، اس لیے تم چھلکوں کو چھوڑ کر مغز و معنی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور ان چھلکوں پر کفِ افسوس ملنے کی بجائے اِن کے پردوں کو چاک کر کے حقیقت تک پہنچ جاؤ؛ کیونکہ ان چھلکوں کی حیثیت اُس خس و خاشاک کی سی ہے جسے فنا و زوال کا سیلِ بے پناہ بہا کر لے جائے گا۔

**بلیٰ، آثار ھا گویند زاسما لفظ پر معنی ،بخواں معنی و میزن
در ھوا آں لفظِ بے سودا**

جی ہاں! موجودات میں ہر چیز ایک مجسّم لفظ ہے جو بڑے جلیل القدر معانی سے پردے سرکاتا ہے، بلکہ اپنے بے مثل صانع کے اکثر اسماء کے پوشیدہ اسرار کا سراغ دیتا ہے۔

تو جب یہ تمام مخلوقات قدرتِ اِلٰہیہ کے الفاظ اور مجسّم کلمات ہیں، تو پھر جانِ من!

Marfat.com

ان لفظوں کو پڑھو، ان کے معانی میں غور کرو، ان کی تہ میں اُترو اور انہیں دل کی گہرائیوں میں محفوظ کرلو۔ اور خالی الفاظ جو کہ چھلکوں کی مانند ہیں، انہیں ہواؤں میں بکھیر دو۔۔۔ ان پر افسوس کرنے یا ان کے ساتھ ذہن کو مصروف کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

عقل فریاد میدارد غیاثِ "لا أحب الآفلین" میزن اے نفسم!

عقل جو کہ دنیا کے ظاہری رنگ و بو میں اُلجھی ہوئی اور افق تک نظر آنے والے چند خارجی حقائق کی معلومات تک رسائی رکھتی ہے، اس کے افکار کا سلسلہ بالآخر اسے کشاں کشاں عدم یا نیستی تک پہنچا دیتا ہے، اور وہ فیصلہ کر دیتی ہے کہ اس ظاہری زندگی کے بعد کائنات کی ہر چیز ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عقل اپنی ہی پیدا کردہ حیرانیوں میں غلطاں و پیچاں اور لرزاں و ترساں ہے، پریشانی اور نا امیدی کے عالم میں چیخ چلا رہی ہے، اس گرداب سے نکلنے کا کوئی ایسا راستہ تلاش کر رہی ہے جو اُس کسی ایسے سیدھے راستے پر ڈال دے جس پر چلتی ہوئی وہ حقیقت تک پہنچ جائے۔

جب روح نے ڈوب جانے والی زوال پذیر چیزوں سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا ہے، جب دل نے تمام مجازی محبوباؤں سے ناطہ توڑ لیا ہے، اور جب وجدان نے اِن فانی اَشیاء سے منہ موڑ لیا ہے۔۔۔ **تو پھر اے میری مسکین جان!** تُو بھی ابراہیمؑ کے الفاظ کا سہارا لے کر ﴿لا أحب الآفلین﴾ والی فریاد کر اور خود کو بچا لے۔

چه خوش گوید اُوشیدا "جامی" عشق خوی(۱)

اور دیکھ! مولانا جامی نے کیا خوب کہا ہے: وہ جامی جو ایسا عاشق اور والہ وشیدا شاعر تھا

---

(۱) نورالدین عبدالرحمان جامی۔ ہرات کے علاقہ ''جام'' میں 817ھ بمطابق 1414ء کو پیدا ہوئے، علمی اور نظری تعلیم مکمل کرنے کے بعد تصوف کی طرف مائل ہوئے اور سعد الدین کاشغری نقشبندی کی صحبت میں تصوف وسلوک کی منزلیں طے کیں۔ تین دیوان اور سات مثنویاں آپ کی یادگار ہیں۔ آپ کے شعر وجد و ذوق میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ بیالیس سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ مترجم

Marfat.com

کہ گویا کہ جس کی فطرت ہی حبِ الٰہی سے گوندھی گئی تھی، اس نے جب نظروں کو کثرت کی پراگندگیوں سے ہٹا کر توحید کی طرف موڑنا چاہا تو کہا:

یکی خواہ، یکی خواں، یکی جوی، یکی بیں، یکی داں، یکی گوئی

_ صرف ایک ہی کو منزلِ مقصود بناؤ؛ کیونکہ اس کے سوا کوئی بھی دوسرا طلب وقصد کے لائق نہیں۔

_ صرف ایک ہی کو پکارو؛ کیونکہ اس کے سوا جو کوئی بھی ہے پکار کا جواب نہیں دیتا ہے۔

_ صرف ایک ہی کے طلب گار رہو؛ کیونکہ اس کے علاوہ دوسرا کوئی بھی مطلوب بننے کے لائق نہیں ہے۔

_ صرف ایک ہی کو دیکھو؛ کیونکہ دوسرے ہمیشہ نظر نہیں آئیں گے بلکہ زوال کے پردے کے پیچھے غائب ہو جائیں گے۔

_ صرف ایک کی پہچان رکھو؛ کیونکہ جو چیز اس کی پہچان نہیں کرواسکتی ہے، اس کی پہچان کرنے سے کچھ حاصل ہی نہیں ہے۔

صرف ایک ہی کو یاد رکھو؛ کیونکہ جو ذکر اذکار یا قول گفتار اس کا پتا نہ دے سکے وہ بے کار، لایعنی اور بے سود ہے۔

جامی تم نے بالکل سچ کہا ہے:

''کہ: لا الٰہ الا ہو'' برابری زند عالم۔

یعنی کائنات برابر ''لا الہ الا ہو'' الاپ رہی ہے۔

وہی مطلوب ہے، وہی محبوب ہے، وہی مقصود ہے وہی معبود ہے۔

پس یہ تمام عالم ایک حلقۂ ذکر کی مانند ہے جو اپنی انواع واقسام کی زبانوں کے ساتھ

Marfat.com

''لا الٰہ الا ہو'' کے گونا گوں نغمے الاپ رہا ہے اور یوں تمام کا تمام توحید کی گواہی دے رہا ہے ،اور اس طریقے سے اُس گہرے اور رِستے ہوئے زخم پر مرہم رکھ رہا ہے جو زخم ﴿لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ﴾ کی وجہ سے اُبھر رہا ہے، گویا کہ یہ تمام عالم یہ کہہ رہا ہے کہ: آؤ اس ہمیشہ باقی رہنے والے محبوب کا دامن پکڑ لو۔۔۔اور ان مجازی اور زوال پذیر محبوباؤں سے کنارا کش ہو جاؤ۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

''دولوحیں''

آج سے پچیس سال (۱) پہلے جن دنوں میں مَیں نے ترکِ دنیا کا عزم کرلیا تھا اور میں استنبول میں یُوشع نامی ٹیلے پر تھا جو باسفورس پر جھانکتا ہے، اُن دنوں میں میرے پاس میرے کچھ عزیز دوست آئے تا کہ مجھے اپنے ارادے سے باز رہنے اور پہلی حالت کی طرف لوٹ جانے کے لیے قائل کرسکیں، تو میں نے اُن سے کہا: مجھے کل تک اکیلا چھوڑ دیں تا کہ میں اس بارے میں اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرسکوں۔

اور پھر صبح منہ اندھیرے ہی دل پر یہ دولوحیں وارد ہوئیں۔

دونوں اگرچہ شعروں کے مشابہ ہیں لیکن شعر نہیں ہیں۔ چونکہ یہ ایک بابرکت قلبی واردات ہے، اس لئے میں نے اِن کی بے تکلفی اور بے ساختگی کو برقرار رکھا ہے۔ اور یہ اُسی طرح محفوظ ہوگئی ہیں جس طرح وارد ہوئی تھیں۔ یہ دونوں لوحیں ''تیئسویں مقالے'' کے اختتام کے ساتھ مُلحق کردی گئی ہیں۔

لیکن مناسبت کی وجہ سے انہیں یہاں بھی درج کردیا گیا ہے۔

پہلی لوح

[یہ لوح اہلِ غفلت کی دنیا کی حقیقت کی تصویر کشی کرتی ہے]

مجھے دنیا کی طرف مت بلا؛ میں اس دُنیا کی طرف آیا تو اِس کو فنا پایا۔

جب غفلت حجاب بن گئی اور میں نے نُورِ حق کے مخفی ہو جانے کا مشاہدہ کرلیا۔۔۔

تو میں نے دیکھ لیا کہ موجودات تمام کی تمام فانی اور نقصان دہ ہیں۔

اگر تم وجود کا ذکر کرتے ہو تو میں اُسے پہن چکا ہوں۔۔۔

آہ! عدم میں مجھے کتنی تکلیفوں اور آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا۔

(1) یعنی 1922م میں۔ مترجم۔

Marfat.com

اگر تم کہتے ہو زندگی! تو اِس کا مزا میں نے چکھ لیا ہے، لیکن کتنا عذاب جھیلا ہے۔

کیونکہ عقل سزا اور بقاء بلا بن گئی ہے

عمر ہوا ہے۔۔۔اور کمال اس میں اُڑتے پھرتے ذرّات

عمل عین ریا ہے۔۔۔امید عین دکھ درد ہے

وصال عین زوال۔۔۔دوا عین بیماری ہے

انوار ظلمات ہیں۔۔۔احباب یتیم ہیں

آوازیں مرگوں کے اعلانات ہیں۔۔۔زندہ لوگ مردے ہیں۔

علوم اوہام میں تبدیل ہو گئے ہیں۔۔۔حکمتوں میں ہزاروں سقم ہیں۔

لذّتیں آلام کا روپ دھار گئی ہیں۔۔۔اور وجود میں ہزار عدم ہیں۔

اگر تم کہو محبوب! تو وہ میں نے پا لیا ہے۔۔۔آہ! فراق میں کتنا دکھ ہے!

دوسری لوح

[یہ لوح اہلِ ہدایت کو دنیا کی حقیقت کا اشارہ دیتی ہے]

جب غفلت زائل ہو گئی تو میں نے حق کا نور واضح طور پر آنکھوں سے دیکھ لیا۔۔۔پھر اچانک نظر آیا کہ:

یہ وجود ذاتِ حق کی برہان اور زندگی حق کا آئینہ ہے۔۔۔

اور یہ کہ: عقل خزانے کی چابی۔۔۔اور فنا بقا کا دروازہ ہے

کمال کی چنگاری بجھ گئی اور جمال کا سورج طلوع ہو گیا

اب زوال عین وصال اور الم عین لذت بن گیا

خود عمر ہی عمل ہو گئی اور ابد عین عمر بن گیا

تاریکی روشنی کا غلاف بن گئی اور موت کے اندر حقیقی زندگی تھی

Marfat.com

اشیائے کائنات مجھے اپنے ساتھ مانوس اور آوازیں ذکر محسوس ہوئیں
اب تمام موجودات ذکر و تسبیح کرتی نظر آئیں۔۔۔

مجھے دولتمندی و خوشحالی کا خزانہ فقر میں اور قوت کا سرچشمہ عجز میں نظر آیا اگر تُم نے اللہ کو پالیا تو پھر یہ تمام چیزیں تمہاری ہیں

جی ہاں! اگر تم مالکُ الملک کے غلام بن گئے تو پھر اس کا مُلک تمہارا ہے
اور اگر تم اپنے نفس کے غلام بن گئے اور اس کے بَل پر اِتراتے رہے تو پھر لاتعداد بلاؤں کا، بے کاریوں کا، بے حد سزاؤں کا اور تباہ کاریوں کا سامنا کرنے کے لئے تیار رہو
اور اگر تم اللہ پر ایمان رکھنے والے اُس کے حقیقی بندے بن جاؤ گے تو پھر بے حد صدق وصفا، بے شمار ثواب اور بے حد سعادت سے ہمکنار ہو جاؤ گے۔

Marfat.com

مناجات

آج سے پچیس سال پہلے ایک دن میں نے رمضان المبارک میں عصر کی نماز کے بعد شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرّہ کا اسمائے حسنیٰ والا قصیدہ پڑھا۔ تو میرے دل میں بھی اسمائے حسنیٰ پر قصیدہ لکھنے کی خواہش ہوئی، چنانچہ یہ چند الفاظ اُسی وقت معرضِ تحریر میں آگئے۔ خیال تو یہی تھا کہ میں اپنے گرامی قدر استاد کی مناجات کی طرز پر کچھ لکھ پاؤں، لیکن مجھ میں چونکہ شعر ونظم کی اہلیت نہیں ہے، اس لیے افسوس! کہ ایسا نہ ہو سکا اِن مناجات کو ''نوافذ'' یعنی ''دریچے'' نامی کتاب کے ساتھ ملحق کر دیا گیا ہے جو کہ تینتیسویں مقالے کا تینتیسواں مکتوب ہے، لیکن مناسبت کی وجہ سے انہیں یہاں درج کیا جا رہا ہے۔

ھُوالباقی

حکیم القضایا نحن فی قبض حکمه

هو الحکم العدل له الارض والسماء

علیم الخفایا والغیوب فی ملکه

هو القادر القیوم له العرش والثراء

لطیف المزایا والنقوش فی صنعه

هو الفاطر الودود له الحسن والبهاء

جلیل المرایا والشؤن فی خلقه

Marfat.com

هو الملک القدوس له العز والکبریاء

بدیع البرایا نحن من نقش صنعه

هو الدائم الباقی له الملک والبقاء

کریم العطایا نحن من رکب ضیفه

هو الرزاق الکافی له الحمد والثناء

جمیل الهدایا نحن من نسج علمه

هو الخالق الوافی له الجود والعطاء

سمیع الشکایا والدعاء لخلقه

هو الراحم الشافی له الشکر والثناء

غفور الخطایا والذنوب لعبده

هو الغفار الرحیم له العفو والرضاء

اے میرے نفس! میرے دل کی طرح رو اور فریاد کر اور کہہ کہ: یہ میں فانی ہوں، اور جو فانی ہے میں اسے نہیں چاہتا ہوں۔ میں عاجز ہوں، اور جو عاجز ہے میں اسے نہیں چاہتا ہوں۔ میں نے اپنی روح الرّحمان کے سپرد کر دی ہے، اُس کے سوا کسی دوسرے کو میں نہیں چاہتا ہوں۔

بس میں تو۔۔۔ کوئی ایسا محبوب چاہتا ہوں جو ہمیشہ رہنے والا ہو

میں ایک ذرّہ ہوں۔۔۔ ابدی اور سرمدی سورج کا طلبگار ہوں

میں ہیچ در ہیچ اور ناچیز سے بھی ناچیز ہوں، میں ان موجودات کا فقط عمومی طور پر طلب گار ہوں۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

حاصلِ فکر

جو بارلا کے بالائی مقام صنوبر، سرو اور چنار کے درختوں کے درمیان غور و فکر سے ظہور میں آیا۔

[یہ گیارہویں مکتوب کا ایک ٹکڑا ہے جسے موقع کی مناسبت سے یہاں درج کیا جا رہا ہے]

بارلا میں جلاوطنی کے دنوں میں ایک دن جب میں پہاڑ کی چوٹی پر تھا اور چاروں طرف پھیلے ہوئے صنوبر، سرو اور چنار کے درختوں میں نظر دوڑا رہا تھا اور اُن کے ہیبت ناک قد کاٹھ، وضع قطع اور شکلوں صورتوں سے مرعوب سا ہو کر سوچ و بچار کر رہا تھا۔۔۔ کہ اچانک بادِ نسیم کا دلفریب جھونکا آیا اور اُس نے اس پُر ہیبت اور خوفناک ماحول کو یکسر تبدیل کر کے رکھ دیا۔ اب یہ جذب وشوق سے بھرے ذکر و تسبیحات اور کیف و سرور میں گندھی ہوئی فرحت بخش تہلیلات کے منظر تھے۔ اور اگلے ہی لمحے یہ خوبصورت اور مسرور کن منظر آنکھوں کے لیے عبرت اور کانوں کے لیے حکمت کا سامان مہیا کرنے لگا۔ اور پھر اچانک میرے دل میں احمد جزری (۱) کے کُردی زبان میں لکھے ہوئے اِس فقرے نے سر اُٹھایا:

یا رب ! ھر حیّ بتماشا گاہ صنع تُو ز ھر جائی بتازی

زنشیب و أز فرازی، ما نند دلالاں بنداء وبآوازی

دمدم ز جمال نقشِ تُو ،در رقص و بازی

ز کمال صنع تُو، خوش خوش بگازی

---

(۱) مُلا احمد جزری۔ احمد نام ہے، 540ھ میں بھوتان نامی جزیرے میں پیدا ہوئے۔ اس جزیرے کو جزیرہ ابن عمر بھی کہا جاتا ہے۔ غزلیات پر مشتمل ایک مطبوعہ دیوان اُن کی یادگار ہے جو "دیوان مُلّا جزری" کے نام سے مشہور ہے۔ مترجم۔

Marfat.com

زشیرینی آواز خود، هی هی دنازی

از وی رقصه آمد جذبه خوازی

ازین آثارِ رحمت، یافت هر حیّ، درسِ تسبیح و نمازی

ایستاده ست هر یکی بر سنگ بالا، سرفرازی

دراز کرده است دستهارابدرگاه الهیٰ ، همچو شهبازی

بجنبیده ست زُلفهارا، بشوق انگیز شهنازی

بباله میزند از پرده هائی هاهوئی عشق بازی

میدهد هوشه گرین هائی درینها، زوالی از حب مجازی

بر سرِ محمود، نغمه هائی حزن انگیز ایازی

روحه می آید اُزوزمزمهءِ ناز و نیازی

قلب می خواند ازین آیاتها ، سرِ توحید، ز علو نظم اعجازی

نفس می خواهد در این ولوله ها، زلزله ها ،

ذوقِ باقی، در فناء دنیا بازی عقل می بیند ازین زمزمه ها ، دمدما ها ،

نظمِ خلقت، نقشِ حکمت، کنزِ رازی

آرزو میدارد هوا، ازین همهمه ها، هو هو ها،

مرگِ خود ، در ترکِ ازواق مجازی

خیال بیند ازین اشجار، ملائک راه ،

جسد آمد سماوی با هزاران نی

ازین نی ها شنیدت هوش ، ستائش ها ئی ذات حی

ورقها را زبان دارند همه، هو هو،

Marfat.com

ذکر آرند بدر معنای حیّ حیّ

چُو "لا الہ الا ھو" برابر می زنند ھر شیٔ

دمادم جو یدند یا حق ، سرا سر گویدند یا حیّ ، برابر می زنند "اللہ"

فیا حیّ یا قیوم! بحق اسم "حیّ و قیوم"

حیاتی دہ بایں قلب پریشان را

استقامت دہ بایں عقل مشوش را... آمین

ان اشعار کی تشریح مندرجہ ذیل ہے۔

ھر کس بتما شا گہ حُسنَا تَہ زِھَر جائے تشبیہ نگا راں بجما لا تَہ دِنا زَن

ہر طرف سے لوگ تیرے حسن کے دیدار کے لیے ناز اٹھاتے خراماں اُمڈے چلے آرہے ہیں۔

اِن عبرت خیز معانی کی تعبیر کرنے کے لیے میرا دل آبدیدہ ہو کر یُوں گویا ہوا:

یا رَب! ھر حیّ بہ تماشا گہِ صُنعِ تُو زِھر جائے بَتَا زی

پروردگار! ہر ذی روح مخلوق روئے زمین پر تیری مصنوعات کی نمائش دیکھنے کے لئے ہر طرف سے اُمڈی چلی آرہی ہے۔

زنشیب از فرازی مانند دلّا لاں بنداء بآ وازی

یہ سب تماشائی گویا کہ منادی کرنے والے ہیں جو ہر نشیب وفراز سے تمام مخلوق کو دلّالوں کی طرح تیرے حُسن کے دیدار کے لیے پُکار رہے ہیں۔

دم دم زِجمالِ نقشِ تُو در رقص بازی

یہ دلّالوں جیسے درخت خوش ہو رہے ہیں اور یوں تیرے حسن و جمال کے دل آویز

Marfat.com

نقش ونگار کے نظارے میں مست ناچ رہے ہیں۔(۱)

زِ کمالِ صُنعِ تُو ، خوش خوش بگازی

اور تیری با کمال صنعت وکاریگری کے نمونوں کو دیکھ دیکھ کر مستی میں خوش الحان اور طرب انگیز آواز میں گا رہے ہیں۔

زِشیرینئی آوازِ خود ھی ھی دِنازی

گویا کہ اُن کی آوازوں کی شیرینی اُن کی ہستی اور بیخودی میں مزید اضافہ کرتی ہے اور یہ نازنینوں کی طرح نخرے دکھاتے ہوئے جھوم جھوم جاتے ہیں۔

از وَی رقصه آمد جذبه خوازی

اس بنا پر یہ درخت جذب وکیف سے محورقص ہو گئے ہیں۔

ازین آثارِ رحمت ،یا فت ھر حیّ ،درس تسبیح و نمازی

اس رحمت الٰہیہ کے ان آثار سے ہر زندہ مخلوق اپنی مخصوص تسبیح اور خصوصی نماز کا درس لے رہی ہے۔

ایستا دہ ھر یکے بر سنگِ بالا ،سر فرازی

صلاۃ وتسبیح کا یہ درس لینے کے بعد ان میں سے ہر درخت پتھر کی مُحکم چٹان پر پورے وقار کے ساتھ اپنا سر عرش کی طرف بلند کر کے کھڑا ہو گیا ہے۔

دراز کردہ است دستھا،بدرگاہِ الٰھی ،ھمچُو شھبازی

ہر درخت عبودیت کا جامہ زیب تن کئے ہوئے ہے اور شہباز قلندر (۲) کی طرح گڑ گڑ

---

(۱) نوٹ: ایک نسخے میں ''زِ جمالِ نقشِ تُو'' کی بجائے ''زِ ہوائے شوقِ تُو'' کے الفاظ ہیں۔یعنی تیرے عشق کے ارمان میں جُھوم رہے ہیں۔

(۲) شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے نوعمر خادم تھے انہیں کے زیرِ نگرانی پروان چڑھے حضرت نے اُن کے لیے بارگاہ خداوندی میں خصوصی دعا کی ،جس سے یہ ولایت کے مرتبے پر فائز ہو گئے۔مؤلف۔

(بقیہ آئندہ صفحہ)

Marfat.com

اتے ہوئے اپنے سینکڑوں ہاتھ بارگاہِ خداوندی میں پھیلائے ہوئے ہے۔

به جُنبیداست زُلفھارا ،بشوق انگیزِ شھنازی(۱)

یہ درخت اپنی شہناز کی دل رُبا زلفوں جیسی مہین مہین سی شاخیں ہلا کر ناظرین کے سامنے اپنے شوقِ لطیف اور ذوقِ عالی کا اظہار کر رہے ہیں۔۔۔

ببا لا می زنند ازپرده هائے هُوئے عِشق بازی

یہ نرم و نازک ٹہنیاں نغمہ ہائے عشق کے تہ در تہ طبقوں سے سُر نکال رہی ہیں، اور اس طرح گویا کہ حساس اور نازک ترین تاروں کو چھیڑ رہی ہیں۔

میدِ هَد هوشه گیر ینها، درِ ینها زوالی اَز حُبّ مجازی

یہ تمام منظر فکر کو مجازی محبتوں کے زوال سے ملنے والے دُکھ درد اور دلسوز آہ و فغاں کی یاد دلاتا ہے۔۔۔

بر سرِ محمُودَ ها نغمهائے حُزَن انگیز اَیازی(۳)

(بقیہ گزشتہ صفحہ) ☆عثمان مروندی رحمہ اللہ جو کہ شہباز قلندر کے نام سے مشہور ہیں، اور جن کا مقبرہ شہر سیوھن شریف پاکستان میں ہے۔ ان کی پیدائش 538ھ یا 552ھ میں ہوئی۔ اور شیخ عبدالقادر جیلانی کی وفات 561ھ میں ہوئی۔ اُن کی وفات کے وقت شہباز قلندر کی عمر 23 سال یا 9 سال تھی۔ اور یہ بات بھی ثابت شدہ ہے کہ آپ سیر و سیاحت کرتے ہوئے حج کرنے کے بعد بغداد میں ٹھہرے اور وہاں سے کیچ مکران کے راستے سے سندھ میں آئے۔ اس لیے یہ بات انتہائی قرینِ قیاس ہے کہ حضرت کے مریدوں میں اگر کوئی اور شہباز قلندر نامی شخص نہیں ہے تو اس سے عثمان مروندی رحمہ اللہ ہی مراد ہیں۔ مترجم

(۱) شہناز چلکزئی۔ ایک عالمگیر شہرت کی حامل نازنین، جس کی زلفیں اور عمومی حُسن ضرب المثل تھا کہتے ہیں کہ اُس کے بالوں کی چالیس چوٹیاں بنتی تھیں۔ مؤلف۔

(۲) یہ شعر مقبرے پر اُگے ہوئے سرو کے درخت کی طرف اشارہ کرتا ہے: ببالا میزنند از پردہ ہائے ہائے ہوئے چرخ بازی مُرَدہار اَنْغمائے اَزلی اَزحُزن اَنگیز نو اَزِی۔ مؤلف۔

(۳) ایاز محمود غزنوی کا غلام تھا جس کے ساتھ اُسے اتنی زیادہ محبت تھی کہ اردو اور فارسی ادب میں ضرب المثل کا درجہ اختیار کر گئی۔ مترجم

Marfat.com

یہ درخت تمام محمودوں، یعنی سلطان محمود کی طرح اپنی محبوباؤں سے بچھڑ جانے والے تمام عاشقوں کو حزن خیز نغمات سُنا رہے ہیں جدا ہو چکے ہیں۔

مُردَہ ھارا نغمہائے اَزلی اَز حُزنَ اَنگیز نوازی

گویا کہ یہ درخت اپنے ازلی نغمات کے ذریعے دنیا سے چلے جانے والے لوگوں کو جو کہ دنیاوی آوازوں کو نہیں سُن سکتے اُن کو حزن خیز صدائے بازگشت سنانے کی ذمہ داری نبھا رہے ہیں۔

رُوحہ می آید اَزُو ،زمزمہ نازو نیازی

نازو نیاز سے بھرے ان زمزموں سے روح نے یہ سیکھا ہے کہ: کائنات کی تمام اَشیاء تسبیح وتہلیل کے ذریعے اُس صانعُ الجلیل کے اسمائے حسنٰی کی تجلیات کی طرف متوجہ ہیں، گویا کہ یہ ان کی آہوں، اور گریہ زاریوں کی صداہائے بازگشت ہیں۔

قلب می خواند ازیں آیا تھا: سرِ تُو حید زِ عُلوِّ نظمِ اِعجازی

دل اس بلند اور معجزانہ نظم وضبط سے توحید کے اَسرار پڑھ رہا ہے، گویا کہ یہ درخت مجسّم آیات ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کی تخلیق میں انتہائی غیر معمولی نظام، اَچھوتی کاریگری اور ایک ایسا حکمت بھرا اعجاز پایا جاتا ہے کہ اگر کون ومکاں کے تمام اسباب اکٹھے ہو جائیں اور وہ فاعلِ مختار بھی بن جائیں، تب بھی ایسا نہ کر سکیں۔

نفس می خواھد دریں ولو لہ ھا، زلزلہ ھا،ذوقِ باقی در فنائے دنیا بازی

نفس جب درختوں کی اس وضع قطع کا مشاہدہ کرتا ہے تو اُسے ایسے نظر آتا جیسے یہ وجود گویا کہ فراق کے زلزلوں کی زد میں ہے اور فراق وزوال کے گردابوں میں لڑھکتا چلا جا رہا ہے۔ تب یہ کسی دائمی ذوق کی تلاش میں نکل پڑتا ہے اور اس طرح یہ معنی ذہن نشیں کر لیتا

Marfat.com

ہے کہ: ''دنیا کی پرستش چھوڑ دو گے تو بقاو دوام سے ہمکنار ہو جاؤ گے''۔

عقل می بیند ازیں زمز مہ ھا، دمد مہ ھا، نَظمِ خِلقت ،نقشِ حِکمت، کنزِ رازی

عقل نے اس سے یہ راز پالیا ہے کہ کارگہ تخلیق کا تانا بانا انتہائی منظّم ہے،اور یہ کہ اِن درختوں سے، بادِ نسیم کے جھونکوں سے، پیڑ پودوں سے اور زندگی سے بہرہ ور دوسری مخلوقات سے یہ جو ایک ساتھ لطافت بھری آوازیں نکل رہی ہیں اِن میں حکمت کے آثار اور بڑے گہرے راز پائے جاتے ہیں۔ یہ اسرار و رموز کے خزانے ہیں۔اور عقل یہ بات سمجھ رہی ہے کہ کائنات کی ہر چیز مختلف پہلوؤں سے اپنے صانع ذوالجلال کی تسبیح بیان کر رہی ہے۔

آرزُو میدارد ھَوا،ا زِیں ھَمھَمَہ ،ھا ھوھو ھا ،مر گِ خود، درترکِ اذواق مجازی

ہوائے نفس ہواؤں سے ہلنے والے ان درختوں کی تھرتھراہٹ سے اور اٹکھیلیاں کرتی بادِ نسیم کی سرسراہٹ سے ایک لذیذ قسم کا ذوق پا رہی ہے،اور یہ آرزو کر رہی ہے کہ کاش اپنے تمام مجازی ذوق وشوق تیاگ کر اس حقیقی ذوق وشوق کی بانہوں میں جان دے دے؛ کیونکہ یہ حقیقی ذوق وشوق ہی اس کی زندگی کا اصل جوہر ہے جو اُس نے حاصل کر لیا ہے۔

خیال بینَد ازِیں اَشجار، ملائک را، جَسَد آمد سَماوِی با ھزاراں نیّ

خیال یہ دیکھ رہا ہے کہ گویا ان درختوں کے موکل فرشتے اِن کے تنوں میں داخل ہو گئے ہیں اور یہ تنے اور ٹہنیاں اُن کے جسم کے لباس بن گئے ہیں،یعنی ان تنوں اور ٹہنیوں کے اندر فرشتے چھپے بیٹھے ہیں،اور ان ٹہنیوں کی آگے ہزاروں شاخیں ہیں جن میں سے ہر شاخ پر بانسریاں لٹکا دی گئی ہیں جن سے ہزاروں نغمے نکل رہے ہیں۔ایسے لگتا ہے جیسے کہ سلطانِ سرمدی نے اِن درختوں کو ایک رعب دار سرکاری پریڈ میں ہزاروں بینڈ باجوں کی

Marfat.com

آوازوں کے ساتھ اِن فرشتوں کا لباس بنا دیا ہے۔ اِس سے اُس کی منشاً یہ ہے کہ یہ درخت انتہائی قسم کے شعور وادراک سے مزین کیفیات کا اظہار کریں، نہ کہ ایسے مُردہ تنے جن میں شعور نامی کوئی چیز نہیں۔

ازیں نیہا شُنیدَت ھو ش ستا ئِش ھائے ذاتِ حیّ

یہ پُر تاثیر نغمات والی بانسریاں جب پُر لطف آوازیں نکالتی ہیں تو ایسے لگتا ہے جیسے یہ آوازیں بلند آسمانی موسیقی سے پھوٹ رہی ہیں، اس لیے ہوش وخردان آوازوں سے فراق و زوال کے دکھوں کے شکوے نہیں سنتی جیسے کہ ہر عاشق سنتا ہے، اور جن میں مولانا جلال الدین رومی سرفہرست ہیں، (۱) بلکہ اِن سے اُس منعمِ حقیقی حیؒ قیوم کے حضور پیش کی جانے والی رحمانی شکرو ربانی ثناء کی آوازیں سنتی ہے۔

ور قها رازبان دار ند همه "هُو هُو" ذکر آرند به در معنیٔ حیّ حیّ

درخت جب اجسام بن گئے تو اُن کے پتے زبانیں بن گئے، اب اُن میں سے ہر درخت اپنی ہزاروں زبانوں کے ساتھ صرف ہوا کے چھو جانے سے ''ہُو۔۔۔ہُو۔۔۔'' الا پتا ہوا اللہ کے ذکر میں مصروف ہے اور اپنی زندگی کے تحیات و پاکیزہ کلمات اپنے حیّ قیوم خالق کے حضور پیش کر رہا ہے،

چُو "لا اِلٰه الّا هُو" برابر می زند هر شی

کیونکہ تمام اشیاء برابر ''لا الہ اِلاّ ہُو'' الاپ رہی ہیں، اور ساتھ ساتھ کائنات کے عظیم الشان حلقۂ ذکر میں اپنا وظیفہ ادا کر رہی ہیں۔

دما دم جو ید ند "یا حق" سراسر گو ید ند: "یا حیّ" برابر می

---

(1) مولانا رومی کی مثنوی کے پہلے شعر کی طرف اشارہ ہے۔

بشنو از نے چوں حکایت می کند از جدائی ها شکایت می کند (مترجم)

Marfat.com

زنند"اللہ"

تمام چیزیں ہمہ وقت اپنی استعداد اور فطرت کی زبان کے ساتھ "یا حق" کا ورد کرتے ہوئے رحمتِ الٰہی کے خزانے سے اپنے حقوقِ حیات مانگ رہی ہیں، اور تمام چیزیں زندگی کے مظاہر حاصل کرنے کے لیے مسلسل اسمِ یا حیّ کا وظیفہ کر رہی ہیں۔

فیا حیُ یا قیومُ بحقِ اسم حیٌ قیوم

حیاتی ده به ایں قلب پریشان را

استقامت ده بایں عقلِ مشوش را

آمین

پس اے حیّ قیوم! اسمِ حیّ قیوم کے طفیل اس قلبِ پریشاں کو زندگی دے اور اس عقلِ پراگندہ کو استقامت دے۔ آمین۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

ستارہ نامہ

[ایک پیغام جو کہ ستاروں سے گفتگو کرواتا ہے]

ایک دن میں جبلِ چام کی چوٹی پر تھا، رات کے سکون میں میں نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی تو اچانک دل پر آنے والے ان چند فقروں کا ورود ہو گیا، گویا کہ میں نے خیال ہی خیال میں تاروں کی سرگوشیاں سُن لیں۔ میں چونکہ شعر و شاعری کے قواعد و ضوابط سے نابلد ہوں اس لئے یہ جملے جیسے وارد ہوئے انہیں اُسی طرح بغیر تراش خراش کے سپردِ قلم کر دیا ہے۔

یہاں ان جملوں کو "چوتھے مکتوب" اور "بتیسویں مقالے" کے اختتام سے نقل کیا گیا ہے۔ ذرا ستاروں کی طرف بھی کان لگاؤ اور اُن کی پُر لذت شیریں گفتگو سُنو، اس سے تمہیں نظر آ جائے گا کہ حکمت کی تابندہ مُہر نے وجود پر کیا کیا نقوش ثبت کیے ہیں۔

یہ تمام کے تمام ایک ساتھ زبانِ حق سے یہ کہتے ہیں کہ:

ہم ایک قدیرِ ذوالجلال ذات کی شان و شوکت کے نور افشاں دلائل و براہین ہیں۔

ہم صانعِ الجلیل کے وجود کے، اُس کی وحدانیت کے اور اس کی قدرت کے سچے گواہ ہیں۔

اُس کی قدرت کے جن معجزات نے روئے زمین کو حسن و جمال سے آراستہ کیا ہے ہم ان معجزات پر فرشتوں کی طرح سیر و تفریح کرتے ہوئے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

ہم آسمان سے زمین کی طرف جھانکنے والی اور جنت کی طرف نظریں جمائے ہوئی

Marfat.com

ہزاروں آنکھیں ہیں۔(۱)

ہم شجرِ تخلیق کے علوی حصے پر، کہکشاؤں کی تمام ٹہنیوں کے سروں پر جمیل ذوالجلال کے دستِ حکمت سے لٹکائے ہوئے انتہائی خوبصورت پھل ہیں۔

☆ ☆ ☆

ہم اہلِ آسمان کے لیے چلتی پھرتی مساجد، گھومتے پھرتے گھر، بلند و بالا گھونسلے، روشنی دینے والے چراغ، گرانڈیل سفینے اور بھاری بھرکم جہاز ہیں۔

☆ ☆ ☆

ہم ایک قدیر ذُوالکمال کی قدرت کے معجزات ہیں، اور اُس حکیمِ ذُوالجلال کی غیر معمولی صنعتکاری کے شاہکار ہیں۔ ہم حکمت کے نادر نمونے ہیں۔ تخلیق کے رعب دار نمونے اور روشنیوں کے تابندہ جہان ہیں۔

☆ ☆ ☆

یوں ہم لاکھوں زبانوں کے ساتھ لاکھوں دلائل و براہین بیان کرتے ہیں اور یہ دلائل و براہین اُس کے کانوں میں ڈالتے ہیں جو حقیقت میں انسان ہے۔

---

(۱) مطلب یہ کہ سطح زمین جنت کے پھولوں کی ایک کیاری اور کھیتی ہے جس میں قدرتِ الٰہیہ کے بے شمار معجزات کی نمائش کی جاتی ہے۔ اور جس طرح عالم بالا کے فرشتے پھولوں کے دن باغات میں سیر و تفریح کرتے اور ان معجزات کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اسی طرح یہ ستارے بھی جو کہ اجرامِ سماوی کے لیے دیدۂ بینا کے مشابہ ہیں، یہ بھی اِن معجزات کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ جس طرح یہ ستارے فرشتوں کی طرح سطح زمین پر پھیلی ہوئی ان لطیف مصنوعات کا مشاہدہ کرتے ہیں، ایسے ہی عالمِ جنت کا نظارہ بھی کرتے ہیں۔ اور یوں وہ زمین کے اُن وقتی معجزات کا مشاہدہ کرتے ہیں جو وہاں دائمی صورت میں پائے جاتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ان کی ایک نظر جب زمین پر ہوتی ہے تو دوسری عین اُسی وقت جنت کی طرف ہوتی ہے یعنی یہ دونوں جہانوں کو بیک وقت دیکھتے ہیں۔ مؤلف۔

Marfat.com

اس مُلحد کی آنکھ اندھی ہو چکی ہے جو ہمارے روشن چہرے نہیں دیکھ پا رہا ہے اور ہماری بالکل واضح اور سیدھی سادی باتیں سن نہیں رہا ہے۔۔۔ہم حق اور حقیقت کی منہ بولتی آیات ہیں۔

☆ ☆ ☆

ہمارا سِکّہ ایک ہے، ہمارا نشانِ امتیاز ایک ہے ہم اپنے پروردگار کی تسبیح اور عبادت کرتے ہیں، ہم اُس کے حکم کے غلام ہیں، اُس کے مسخر اور تابع فرمان ہیں، ہم اس کی محبت کے مجذوب ہیں، اس لیے اس کا ذکر والہانہ پن سے کرتے ہیں۔ ہم کہکشاں کے حلقہء ذکر کے افراد ہیں۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

اٹھارہواں مقالہ

[اس مضمون کو دو مقاموں میں تقسیم کیا گیا ہے، دوسرا مقام لکھا نہیں جا سکا۔
اور پہلا مقام تین نقطوں پر مشتمل ہے]

Marfat.com

1۔ پہلا نقطہ

_ نفسِ امارہ کے لیے ایک تأدیبی طمانچہ

2۔ دوسرا نقطہ

_ حسن و جمال پروردگار

_ کون و مکاں میں پائی جانے والی ہر چیز جمیل ہے، لیکن جمیل چیز دو قسموں پر ہے۔

1۔ جمیل بذاتہ　　　2۔ جمیل لغیرہ

3۔ تیسرا نقطہ

کون و مکاں میں پایا جانے والا حُسنِ صنعت حضرت محمد ﷺ کی رسالت کی لازم دلیل ہے۔

Marfat.com

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

پہلا نقطہ

﴿لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّ يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾(۱)

میرے نفسِ امّارہ کے لیے ایک تادیبی طمانچہ

میرے فخر وناز پر فریفتہ، شہرت کے دلدادہ، اور مدح وستائش کے پیچھے دیوانہ وار بھاگنے والے من!

اے میرے گمراہ اور خواہش پرست من!

اگر انجیر کا ایک چھوٹا سا بیج جس سے ہزاروں پھل پھوٹتے ہیں، وہ پتلی سی، کمزور سی اور خشک ٹہنی جس کے ساتھ پھلوں کے سینکڑوں خوشے لٹکے ہوئے ہیں۔۔۔ اگر یہ تمام پھل اور خوشے اس ایک چھوٹے سے بیج اور کمزور سی ٹہنی کے کارنامے ہیں اور انہیں کی مہارت سے وجود میں آئے ہیں، تو پھر یہ بات لازم آتی ہے کہ جو بھی ان پھلوں پھولوں سے فائدہ اٹھائے وہ اس چھوٹے سے بیج اور کمزور سی ٹہنی کی مدح وثنا میں مگن ہو جائے! کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ دعوٰی صحیح ہے تو پھر تجھے بھی اے میرے مغرور نفس! فخر وغرور کا حق پہنچتا ہے،

(۱) ''تم اُن لوگوں کو عذاب سے محفوظ نہ سمجھو جو اپنے کرتوتوں پر خوش ہیں اور چاہتے ہیں کہ ایسے کاموں کی تعریف انہیں حاصل ہو جو فی الواقع انہوں نے نہیں کیے ہیں۔ حقیقت میں ان کے لئے دردناک سزا تیار ہے۔'' (آل عمران:188)

Marfat.com

کیونکہ تُو بھی تو نعمتوں کے بوجھ تلے دبا ہوا ہے نا!

جبکہ تیرا حق تو یہی بنتا ہے کہ تیری جی بھر کر مذمّت کی جائے؛ کیونکہ تو نہ تو اس چھوٹے سے بیج کی طرح ہے اور نہ پتلی سی شاخ کی طرح؛ کیونکہ تجھے ایک چھوٹا سا حصہ اختیار کا بھی دیا گیا ہے اور تو اپنے اس جزوی اختیار کا غلط استعمال کر کے فخر و غرور میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اس طرح ان نعمتوں کا حق ادا کرنے میں کمی کا ارتکاب کر کے تو ان کی قدر و قیمت کم کر دیتا ہے، ملکیت کا دعویٰ کر کے انہیں غصب کر لیتا ہے اور ان کی ناشکری کر کے ان کی تاثیر ہی ختم کر دیتا ہے۔

فخر کرنا تجھے زیبا نہیں، بلکہ تجھے شکر کرنا چاہیے، شُہرت تیرے شایانِ شان نہیں ہے، بلکہ تجھے تواضع اور حیا چاہیے؛ تجھے مدح و ثنا کے پیچھے نہیں بھاگنا چاہیے، بلکہ ہمیشہ اپنی کمیوں کوتاہیوں پر استغفار اور ندامت اختیار کرنی چاہیے، تیرا کمال تیری انانیت میں نہیں بلکہ اللہ کی معرفت میں ہے۔

جی ہاں! اے میرے نفس! تو میرے جسم میں ایسے ہی ہے جیسے کائنات میں نیچر ہے، تیری اور نیچر کی تخلیق اس طرح سے ہوئی ہے کہ تم دونوں میں نیکی اور بدی کو قبول کرنے کی صلاحیت موجود ہے، تم دونوں خیر و شر کا مرجع ہو، یعنی یہ کہ تم دونوں نہ تو فاعل ہو اور نہ مصدر یا سرچشمہ، بلکہ منفعل یعنی فعل کی تاثیر قبول کرنے والے اور محلّ فعل ہو، لیکن تمہاری دونوں کی تاثیر ایک ہی ہے، اور وہ یہ کہ تم دونوں خیرِ مُطلق سے وارد ہونے والی خیر کو اچھے طریقے سے قبول نہ کر کے شرّ کا سبب بن جاتے ہو۔

پھر تم دونوں کی پیدائش اس طرح سے ہوئی ہے کہ تم ایک پردہ بن گئے ہو تا کہ یہ ظاہری خرابیاں اور بدصورتیاں جن کا حسن و جمال ہمیں نظر نہیں آتا ہے، اُن کی نسبت تمہاری طرف کر دی جائے تا کہ تم ذاتِ باری تعالیٰ کی تنزیہ و تقدیس کا ایک وسیلہ بن جاؤ۔ لیکن

Marfat.com

دِقّت یہ ہے کہ تم نے روپ ایسا دھار رکھا ہے جو تمہارے فطری وظیفے کے خلاف ہے، کیونکہ تم عدمِ قابلیت کی وجہ سے خیر کو شرّ میں تبدیل کر دیتے ہو۔اس سے ایسے لگتا ہے کہ جیسے تُم فِعل میں اپنے خالق کے شریک کار ہو۔

پس جو شخص نفس کی اور نیچر کی پُوجا کرتا ہے وہ پرلے درجے کی حماقت اور ظلم کا ارتکاب کرتا ہے۔اس لیے اے میرے نفس!

یہ مت کہہ کہ میں جمال کا مظہر ہوں؛ کیونکہ جو بھی جمال حاصل کر لیتا ہے جمیل ہو جاتا ہے۔۔۔ ہرگز نہیں! تُو نے جمال کی صحیح ترجمانی نہیں کی ہے اس لئے تو جمال کا مظہر نہیں ہو سکتا،تُو تو صرف جمال تک پہنچنے کے لیے ایک گزرگاہ ہے۔

اور یہ بھی مت کہہ کہ:

تمام لوگوں کو چھوڑ کر میرا ہی انتخاب ہوا ہے اور یہ تمام ثمرات میرے ہی واسطے سے ظہور میں آرہے ہیں، یعنی یہ کہ مجھے خصوصی قابلیت اور امتیازی حیثیت سے نوازا گیا ہے! حاشا وکلا۔۔۔ایسا ہرگز نہیں ہے۔۔۔ بلکہ تجھے ان ثمرات سے اس لئے نوازا گیا ہے کہ تو ان کا سب سے زیادہ محتاج ہے،تو سب سے زیادہ مُفلس اور سب سے زیادہ دُکھی ہے(۱)

دُوسرا نُقطہ

ہم آیت کریمہ:﴿أَحْسَنَ كُلَّ شَيْئٍ خَلَقَهُ﴾(۲)

کے رازوں میں سے ایک راز کا انکشاف کرتے ہیں:

---

(1)اس مناظرے نے مجھے بہت زیادہ متاثر کیا ہے کیونکہ اس میں سعیدِ جدید نے اپنے نفس کو اس حد تک رگیدا اور لاجواب کیا ہے کہ جس کا جواب نہیں۔میں نے اسے مبارک باد دی اور اس کے لئے ہزاروں برکتوں کی دُعا کی۔مؤلف۔

(۲)''اُس نے جو چیز بھی بنائی خوب ہی بنائی''۔(السجدۃ:8)

Marfat.com

کائنات میں پائی جانے والی ہر چیز خوبصورت ہے۔ جی ہاں! حتی کہ ایک ایسی چیز بھی جو بظاہر سب سے بدصورت نظر آتی ہو، اُس میں بھی حسن و جمال کا ایک حقیقی پہلو موجود ہوتا ہے۔ پس کون و مکاں میں جو چیز بھی پائی جاتی ہے اور یہاں رُونما ہونے والا جو بھی واقعہ ہے وہ یا جمیل بذاتہ ہے، یا جمیل بغیرہ ہے۔ جمیل بذاتہ کا مطلب یہ ہے کہ: وہ بذاتِ خود خوبصورت ہے، اور جمیل بغیرہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ اگر چہ بذاتِ خود خوبصورت نظر نہیں آ رہا ہے لیکن اس کے جو نتائج برآمد ہونے والے ہیں اُن کے لحاظ سے خوبصورت ہے۔

کُچھ ایسے حادثات و واقعات ہیں جو اپنی ظاہری صورت میں بدصورت، پُر اضطراب اور پریشان کُن نظر آتے ہیں، مگر ان کے ان ظاہری پردوں کے نیچے دلکش حسن و جمال کی کئی صورتیں اور گہرے نظم وضبط کی کئی طرزیں پنہاں ہوتی ہیں۔

مثلاً: موسم بہار میں برسنے والی مُوسلا دھار بارشوں، چلنے والی تیز ہواؤں، مٹی اور گرد و غبار کے پردے کے نیچے خوشیوں سے کھلتے ہوئے دلفریب پھولوں کی مسکراہٹیں، اور مسحور کن، نازک اندام اور خوبصورت لہلہاتی فصلوں کی دلربائیاں، رعنائیاں اور خوش ادائیاں پوشیدہ ہیں۔

خزاں کے موسم میں جو تند و تیز آندھیاں چلتی ہیں جو کہ درختوں کو جڑوں سے اُکھاڑ پھینکتی اور فصلوں کو تباہ کر دیتی ہیں، ٹہنیوں پر جھومتے جھامتے ہرے بھرے پتوں کو ٹہنیوں سے جدا کر کے بکھیر دیتی ہیں، یوں معلوم ہوتا ہے جیسے انہوں نے ہر چیز کو تہ و بالا کرنے، ہر چیز کو دوسری سے جدا کرنے اور چاروں طرف دکھ، درد، موت، اور تباہی کے تار بجانے اور گیت گانے کی نذر مانی ہوئی ہے۔ تباہیوں بربادیوں کے اس ظاہری منظر میں اُن کمزور اور چھوٹے چھوٹے کروڑوں حشرات الارض کے لیے ان کی ڈیوٹیوں اور ذمہ داریوں سے سبکدوشی کا پیغام ہے جو کہ پھولوں کے کھلتے سے زندگی کے لیے آنکھیں کھولتے ہیں اور سردی

Marfat.com

کی شدت اور موسم کے درجہ حرارت سے ان پھولوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ اِس پر مزید یہ کہ سردی کی سخت اور پریشان کن بارشیں زمین کو بہار کے آنے والے خوبصورت قافلوں کے استقبال کے لیے تیار کرتی ہیں۔

جی ہاں! جب تند و تیز ہوائیں چلتی ہیں، جب زمین زلزلے سے ہلا دی جاتی ہے اور جب وبائی امراض پھیلتے ہیں تو بہت سے ایسے معنوی یا غیر مادی پھول کھلتے ہیں جو اِن آندھیوں، زلزلوں، بیماریوں، ہواؤں اور وباؤں کے پردوں میں پنہاں ہوتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ قابلیتوں کے بیج اور پوشیدہ صلاحیتوں کی گٹھلیاں جو کہ ابھی اُگی نہیں، یہ سب بظاہر بدصورت اور بدنما لگنے والے حوادث کے نتیجے میں خوبصورت بن جاتے ہیں اور پھوٹ کر پروان چڑھتے ہیں۔ ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے کائنات میں نظر آنے والے عمومی انقلابات اور کُلی تبدیلیاں ایک قسم کی معنوی بارش ہیں جو ان بیجوں پر انہیں اگانے کے لئے نازل ہوتی ہے۔

لیکن انسان جو کہ مظاہر کا دیوانہ ہے، جو ظواہر کا دامن پکڑ لیتا ہے، اور جو ان حادثات و واقعات کی طرف صرف اپنی انانیت اور ذاتی مصلحت کی عینک لگا کر دیکھتا ہے، آپ دیکھیں گے کہ اس انسان کی آنکھیں ایسے تمام معاملات کی ظاہری صورت کو ہی دیکھتی ہیں اور اسی میں منحصر ہو کر رہ جاتی ہیں، اور اس بنا پر ایسے تمام معاملات کے بارے میں اُس کا فیصلہ یہی ہوتا ہے کہ یہ بہت برے اور بدنُما ہیں!۔۔۔

اور چونکہ وہ ہر شے کا وزن اس کے اُن نتائج کے حساب سے کرتا ہے جن کا تعلق صرف اُس کی اپنی ذات کے ساتھ ہے، اس لیے آپ دیکھیں گے کہ وہ اس چیز کے بارے میں یہ فیصلہ دے دیتا ہے کہ یہ شَر ہے! حالانکہ یہ بات جانی بوجھی ہوئی ہے کہ اشیاء کے جتنے بھی اَغراض و مقاصد ہیں ان میں سے جس غرض کا رخ انسان کی طرف ہے اگر وہ ایک ہے

Marfat.com

تو وہ اغراض جن کا رُخ اُس کے جلیل القدر صانع کے اسمائے حسنیٰ کی طرف ہے وہ ہزاروں ہیں۔ مثال کے طور پر:

یہ خار دار درخت اور جڑی بوٹیاں جو قدرت فاطرہ کا بہت بڑا معجزہ ہیں، انسان انہیں بے معنی اور نقصان دہ سمجھتا ہے اور اُن سے تنگ پڑتا ہے، جبکہ ان درختوں اور جڑی بوٹیوں کے مسلح ہیرو ہیں۔۔۔

یا مثال کے طور پر باز کا چڑیوں اور دوسرے چھوٹے پرندوں پر جھپٹنا بظاہر رحمت کے منافی ہے، حالانکہ ان کمزور پرندوں کی مخفی صلاحیتیں اور قابلیتیں ظہور میں اُسی وقت آتی ہیں جب وہ خود کو خطرات میں گھرے ہوئے محسوس کرتے ہیں۔

یا مثال کے طور پر سردی کے موسم میں اتنی برفباری ہو جاتی ہے کہ برف کی تہیں جم جاتی ہیں جس سے بسا اوقات انسان تنگ دل ہو جاتا ہے؛ کیونکہ اس سے وہ گرمی اور سرسبز مناظر کی لذت سے محروم ہو جاتا ہے، جبکہ اِسی برف کے سردی والے چہرے کے پیچھے ایسے مقاصد اور شیریں نتائج پوشیدہ ہیں کہ انسان انہیں سمجھنے اور بیان کرنے سے عاجز ہے۔

پھر انسان اپنی کوتاہ نظری کی وجہ سے کسی بھی چیز پر حکم اُس کی اُس جہت کو سامنے رکھ کر لگاتا ہے جس کا رُخ اس کی طرف ہوتا ہے، اس لیے وہ کئی ایسے امور کو ادب کے منافی سمجھتا ہے جو کہ خالص آداب کے دائرے میں داخل ہیں۔۔۔ مثال کے طور پر آپس میں کسی موضوع پر گفتگو کے دوران اگر عضو تناسل کے متعلق بات ہو جائے تو وہ شرمندگی کا باعث ہوتی ہے، لیکن شرمندگی کا یہ پردہ صرف اسی چہرے پر ہے جو انسان کی طرف دیکھتا ہے، وگرنہ اس کے وہ رُخ جن کا تعلق خلقت، صنعت اور مقاصدِ فطرت کے ساتھ ہے وہ عین ادب کے پردے ہیں۔۔۔ اب اس چیز کی تخلیق کے جتنے بھی پہلو ہیں اُن میں سے ہر پہلو حکمت کے لحاظ سے انتہائی خوبصورت ہے، اور اس نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو اِس کے بارے میں

Marfat.com

گفتگو خالص ادب کے دائرے میں آتی ہے اور خوش ذوقی اور حیا داری کے منافی نہیں ہے۔ حتی کہ قرآن کریم ـ جو کہ ادبِ خالص کا سرچشمہ ہے ـ اپنی سورتوں میں ایسے اَسالیب استعمال کرتا ہے جن سے ان حکیمانہ پہلوؤں اور لطیف پردوں کی طرف اشارے ملتے ہیں۔ بنابریں، بعض مخلوقات میں جو برے یا بدصورت پہلو نظر آتے ہیں، اور وہ حادثات و واقعات جو اپنے پیچھے ہزاروں قسم کے آلام واحزان چھوڑ جاتے ہیں، اُن سب کی گہرائیوں میں بڑے بڑے خوبصورت پہلو، خیر بھری اغراض، بلند ترین مقاصد اور پوشیدہ حکمتیں پائی جاتی ہیں، جن کا رُخ اُسی طریقے سے اپنے خالقِ کریم کی طرف ہوتا ہے جس طرح سے اُس نے اُن کا راستہ متعین کیا ہے، ان کی رہنمائی کی ہے اور جیسے اُس نے چاہا ہے۔۔۔ پس بہت سے اُمور ایسے ہیں جو بظاہر بے ڈھنگے، بے ہنگم، بے موسمے، غیر واضح اور پریشان کن لگتے ہیں، لیکن جب آپ اُن کی تہہ میں دیکھیں گے تو وہاں سے خوبصورت، دلکش اور مقدس ربانی تحریریں جھانکتی ہوئی نظر آئیں گی۔ جو خوبصورتی، رعنائی، نظم وضبط، خیر و برکت اور حکمت و دانائی کا مرقع ہیں۔

تیسرا نقطہ

اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ﴾ (۱)

جب یہ ایک قطعی اور یقینی بات ہے کہ کون ومکاں میں حُسنِ صنعت موجود ہے جو کہ ہر چیز میں نظر آرہا ہے، تو اس سے قطعی، یقینی اور آنکھوں دیکھی چیز کے درجے تک حضرت محمد ﷺ کی رسالت کا ثابت ہونا لازم آتا ہے؛ کیونکہ ان مصنوعات میں حُسنِ صنعت اور

(۱) ''اے نبی لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا'' (آل عمران:31)

Marfat.com

جمالِ صورت کا پایا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ ان مصنوعات کے بنانے والے میں ان اشیاء کو خوبصورت بنانے اور اِن کی تزیین و آرائش کی طلب کا انتہائی قوی ارادہ موجود ہے۔اور خوبصورت بنانے اور تزیین و آرائش کی طلب، ارادہ، دونوں اس چیز کی دلیل ہیں کہ ان مصنوعات بنانے والے میں اپنی مصنوعات کی کاریگری اور فنکاری کے کمالات کے اِظہار کی ایک عالی شان محبت اور مقدّس رغبت پائی جاتی ہے،اور اس محبت اور رغبت کا قطعی تقاضا یہ ہے کہ ان دونوں کا مرکز ومحور تخلیق وصنعت کے ایسے نمونے میں پایا جائے جو سب سے زیادہ کامل ومکمل، روشن ترین اور دلکش ونایاب ہو، اور وہ ہے انسان؛ کیونکہ انسان شجرِ تخلیق کا وہ پھل ہے جو ادراک وشعور سے مزین ہے، اور پھل کسی بھی درخت کا وہ جزء ہے جو سب سے زیادہ جامع، سب سے بعید، سب سے زیادہ عام نظر رکھنے والا اور ہمہ گیر شعور کا مالک ہوتا ہے۔

اب جو فرد عمومی نظر اور کُلی شعور کا مالک ہو وہی اِس قابل ٹھہرتا ہے کہ اپنے صانعُ الجمیل کی طرف سے خطاب کا شرف پائے اور اس کے حضور سراپا اطاعت بن کر جھکا رہے؛ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی عمومی نظر اور کلی شعور کو اپنے صانع کریم کی بندگی، اس کی مصنوعات کی قدردانی واستحسان اور اس کی نعمتوں کے شکر وسپاس میں مصروف رکھے گا۔۔۔ اس لیے اس کا بدیہی نتیجہ یہی ہوگا کہ ایسا بے مثال فرد ہی بارگاہِ الٰہی میں مقرّب مخاطب اور محبوب کے درجے پر فائز ہو۔

اب ہمارے سامنے دو لوحیں اور دو دائرے آتے ہیں:

اوّلاً: ربوبیت کا دائرہ جس میں انتہائی نظم وضبط، حسن وجمال اور رعبْ دبدبہ پایا جاتا ہے، اور بے نظیر حسن وجمال کی لوح جس میں انتہائی مضبوطی اور کمال پایا جاتا ہے۔

ثانیاً: انتہائی تابندہ ورخشندہ عبودیت یعنی بندگی کا دائرہ، اور تفکر، استحسان، شکر اور ایمان پر مشتمل انتہائی جامع، وسیع اور ہمہ گیر لوح، اس طرح کہ عبودیت کا یہ دائرہ اپنی تمام

Marfat.com

جہات میں پہلے دائرے کے نام سے حرکت کرتا اور اُسی کے بل بوتے پر عمل کرتا ہے۔

اب یہ بات بداہتاً یعنی بغیر کسی تکلف کے سمجھ میں آجاتی ہے کہ یہ دائرہ جو کہ خالق و مالک کے اُن مقاصد کی خدمت کے لیے سرگرم عمل ہے جن کا تعلق ان کی مخلوقات اور مصنوعات کے ساتھ ہے، اِس دائرے کے رئیس کا تعلق صانع کے ساتھ بہت گہرا اور مضبوط ہو گا، اور وہ اس کی محبوب اور پسندیدہ ہستی ہو گی۔

اِس چیز کو ذہن میں رکھیں اور سوچیں کہ کیا کوئی عقل یہ بات قبول کرتی ہے کہ انواع و اقسام کی حسن و جمال سے مزین ان مصنوعات کا صانع، اِن گوناگوں اور بوقلموں نعمتوں کا مُنعِم، مخلوقات کے کام و دَہن کے لطیف و دقیق ذائقوں کا خیال رکھنے والا اپنی ان کامل ترین اور خوبصورت ترین مصنوعات کی پروانہ رکھے، اور ایسی مخلوقات کا خیال نہ رکھے جو اس کی بندگی پر متوجہ ہے، جس نے اِس صانع کی صنعت کی خوبیوں اور خوبصورتیوں کی قدردانیوں میں اُس کی تسبیحات و تہلیلات و تکبیرات سے عرش و فرش میں غلغلہ برپا کر دیا ہے! چنانچہ بحر و بر اس مخلوق کے اپنے فاطرُ الجلیل کی حمد و ثنا اور شکر و سپاس سے لبریز نغمات سے مست ہو کر جھوم اٹھے ہیں! کیا ممکن ہے کہ ایسا خالق ایسی مخلوق کی پروانہ کرے؟ اُس کی طرف توجہ نہ کرے؟ اُس کی طرف اپنے کلام کی وحی نہ کرے؟ اور کیا یہ ممکن ہے کہ وہ اُسے پیغمبر نہ بنائے؟ اور یہ نہ چاہے کہ اس کا حسنِ اخلاق اور اس کے خوبصورت حالات و واقعات تمام مخلوق تک پہنچ پائیں؟ نہیں! ایسا کبھی نہیں ہو سکتا، بلکہ یہ ممکن ہی نہیں کہ اُسے اپنے کلام سے نہ نوازے اور اُسے تمام لوگوں کے لیے رسول نہ بنائے۔

﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَاللّٰهِ الْاِسْلَامُ﴾(۱)

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ ....﴾(۲)

(۱) ''اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے'' (آل عمران:19)

(۲) ''محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں...... '' (الفتح:29)

Marfat.com

فراق واجنبیت سے بھری اسیری میں ہنگامِ صبح رونے والے دل کی آہ وزاریاں

تجلی کی بادِ نسیم سحر کے وقت چلتی ہے، اس لیے اے میری آنکھ سحر کے وقت بیدار رہ اور اپنے مولائے کریم سے اس کی نظر عنایت کا سوال کر؛ کیونکہ سحری کا وقت گناہگاروں کے لیے توبہ کا وقت ہے۔ اس لیے اے میرے دل! ہنگامِ فجر بیدار ہو کر توبہ واستغفار کرتا ہوا اپنے آقائے کریم کے دروازے پر ماتھا ٹیک دے۔

سحر حشریست، درو هشیار در تسبیح همه شیی۔۔۔
بخواب غفلت سر سم نفسم حتی کی؟۔۔۔۔
عمر عصر لیست سفر باقبر می باید زهر حی۔۔۔
ببر خیز نمازی چو نیازی کو بکن آوازی چُوں نی۔۔۔

بگو: یارب پشیمانم خجیلم شر مسارم از گناهِ بے شمارم، پریشانم ذلیلم اشك بارم ازحیات بے قرار غریبم بے کسم ضعیفم ناتوانم علیلم عاجزم اختیارم بے اختیارم۔ الامان گویم عفو جویم مدد خواهم زدر گاهت الٰهی۔

''سحری حشر ہے، اس میں ہر چیز ہشیار اور تسبیح میں مگن ہے۔۔۔
میرا نفس خواب غفلت میں کب تک؟۔۔۔۔
عمر ایک دور ہے، ہر زندہ کو قبر کے ہمراہ سفر کرنا چاہیے۔۔۔
اے نمازی اُٹھ نیاز مندی سے اُسے بنسری کی طرح صدا لگا۔۔۔

اور کہہ کہ اے پروردگار! میں اپنے بے شمار گناہوں کی وجہ سے پشیمان ہوں شرمندہ ہوں، شرمسار ہوں اور اپنی غیر مستقل زندگی کی وجہ سے اشکبار ہوں، میں اجنبی ہوں، بیکس اور بے بس ہوں، ضعیف ہوں ناتواں ہوں، علیل ہوں، عاجز ہوں، اختیار رکھتے ہوئے بھی بے اختیار ہوں۔ الٰہی! تیری درگاہ سے پناہ، عفوودرگزری اور مدد کا طلبگار ہوں۔

Marfat.com

انیسواں مقالہ

[اس میں خصوصی طور پر رسالتِ محمدی علی صاحبہا التحیۃ والسلام پر گفتگو کی گئی ہے۔]

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وما مدحت محمدًا بمقالتی
ولکن مدحت مقالتی بمحمد (ﷺ)

جی ہاں! یہ مقالہ خوبصورت ہے، لیکن جس چیز نے اس کے حسن کو چار چاند لگا دیے ہیں وہ اُوصافِ محمدیہ ہیں جو کہ حسینوں کے حسین ہیں۔۔۔

یہ مضمون ''چودھواں لمعہ ہے اور اس میں چودہ بوندیں ہیں۔

پہلی بوند:

تین عظیم الشان دلیلیں ہیں جو ہمیں ہمارے پروردگار کی پہچان کرواتی ہیں:

۱۔ ان میں سے ایک؛ کتابِ کائنات ہے۔ جس کی گواہی کے بارے میں آپ تھوڑا بہت ''المثنوی العربی النوری'' کے چودہویں درس میں تیرہ لمعات کی صورت میں سُن چکے ہیں۔(۱)

۲۔ **دوسری دلیل:** اس عظیم الشان کتاب کی آیتِ کبری ہے، اور وہ ہیں خاتمُ الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

۳۔ **تیسری دلیل:** قرآن عظیم الشان ہے۔

ہماری ذمے داری اس وقت یہ ہے کہ ہم اس دوسری دلیل یعنی خاتمُ الانبیاء اور سیدُ المر

(۱) اُستاد نورسی نے یہ بحث اپنی کتاب ''المثنوی العربی النوری ''میں عربی زبان میں لکھی تھی۔ پھر اس کا ترجمہ ترکی زبان میں کیا اور اسے اپنی کتاب ''مقالات'' میں انیسواں مقالہ بنا دیا۔ ہمارے پیش نظر اس وقت وہ مضمون ہے جو عربی مترجم احسان قاسم صالحی نے عربی اور ترکی دونوں کو سامنے رکھ کر ترتیب دیا ہے۔ مترجم۔

Marfat.com

سلین کی پہچان کریں، اس دلیل کی اہمیت یہ ہے کہ یہ خود ایک برہانِ ناطق یعنی خود اپنا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اور یہ کہ سراپا نیاز ہو کر اُس کی بات سنیں۔

جی ہاں! اُس برہان کی معنوی شخصیت کو دیکھو کہ سطحِ زمین اُس کی مسجد، مکہ اُس کا محراب اور مدینہ اُس کا منبر بن گیا۔

وہ تمام اہلِ ایمان کے پیشوا ہیں، اہلِ ایمان اُن کے پیچھے صفیں باندھ کر اُن کی اِقتدا کرتے ہیں۔۔۔ وہ تمام نوعِ بشر کے خطیب ہیں جو انہیں اُن کی سعادت مندیوں کے دستور بتاتے ہیں۔۔۔ وہ تمام انبیاء کے سردار ہیں، وہ واضح برہان ہمارے پیغمبر ﷺ ہیں۔ وہ تمام اہلِ ایمان کے پیشوا، تمام نوعِ بشر کے خطیب، تمام انبیاء کے سالار، تمام اَولیاء کے سردار، تمام انبیاء و اَولیاء سے ترکیب پائے ہوئے حلقہء ذکر کے سربراہ ہیں۔۔۔ وہ ایک نورانی درخت ہیں، انبیاء اس درخت کے مضبوط اور زندگی سے بھرپُور رگ و ریشے ہیں، اور اولیاء اس کی تر و تازہ اور سرسبز ٹہنیاں اور لطیف و تابناک پھل ہیں۔۔۔ وہ جو بھی دعوی کرتے ہیں تمام انبیاء اپنے معجزات پر اعتماد کرتے ہوئے اور تمام اولیاء اپنی کرامات پر اعتماد کرتے ہوئے اس کی گواہی دیتے ہیں۔۔۔ اور یوں آپ ﷺ کے ہر دعوے پر تمام کاملین کی مہریں ثبت ہیں:
چنانچہ اِدھر آپ نے کہا کہ: ''لا الہ الا اللہ'' اور توحید کا دعوی کیا، اُدھر ہم ماضی اور مستقبل کی جہتوں میں گزرے ہوئے اور آنے والے لوگوں کی دونو رانی صفوں _ یعنی ذکر کے اس دائرے میں بیٹھنے والے انسانوں کے ان سورجوں اور ستاروں _ سے سنتے ہیں کہ وہ سب کے سب بالاتفاق عین یہی کلمہ دہرا رہے ہیں، اگرچہ ان کے مسالک، مشارب اور مذاہب میں بظاہر تفاوت نظر آتا ہے۔ گویا کہ وہ سب لوگ بالاجماع '' آپ ﷺ سے یہ کہہ رہے ہیں کہ: آپ نے حق اور سچ کہا ہے''۔ اب ایک ایسا دعوی جس کی تائید لامحدود گواہوں کی گواہیوں سے ہو جائے، جن کے حسنِ کردار کی تصدیق اُن کے معجزات اور کرامات کر رہے

Marfat.com

ہوں، ایسے دعوٰی کو کوئی وہم یا خیال کس طرح رد کر سکتا ہے؟

دُوسری بوند:

یاد رکھو کہ یہ نورانی بُرہان جس نے توحید کی طرف رہنمائی کی ہے اور نوعِ بشر کو اس راہ پر ڈالا ہے، جس طرح اس کی تصدیق وتائید اجماع واتفاق اور تواتر وتسلسل کے ساتھ نبوت اور ولایت میں پائی جانے والی قوت سے ہوتی ہے۔۔۔اِس طرح اس کی تصدیق تورات، انجیل اور دیگر پہلے آسمانی صحیفوں میں سینکڑوں اشاروں کی صورت میں موجود ہے۔۔۔اِسی طرح اس کی تائید نبوت سے پہلے پیش آنے والے متعدد واقعات میں پائی جانے والی ہزاروں رمزوں سے ہوتی ہے۔ اسی طرح اُس کی تصدیق غائب سے آنے والی متعدد آوازوں کی بشارتیں اور پیش گوئی کرنے والے کاہنوں کی متواتر گواہیاں کرتی ہیں۔۔۔(۱) اسی طرح اس کی تصدیق وہ دلیلیں کرتی ہیں جو اس کے معجزات میں پائی جاتی ہیں، جیسے: شقُّ القمر، انگلیوں سے کوثر کی طرح پانی جاری ہو جانا، اُن کی آواز پر درختوں کا چلے آنا، اُن کی دعا کے دوران ہی بارش کا نازل ہو جانا، ان کے تھوڑے سے کھانے سے بہت سے لوگوں کا سَیر ہو جانا، ہرنی، گوہ، بھیڑیے اور پتھر کا کلام کرنا، اور ان جیسے سینکڑوں معجزات جو محقق محدثین اور مورخین نے بیان کئے ہیں۔۔۔اسی طرح اس نُورانی برہان کی تصدیق وہ شریعت کرتی ہے جس میں دونوں جہانوں کی سعادتیں جمع ہیں۔

یاد رکھو کہ! جس طرح اُس کی تصدیق یہ آفاقی دلائل کرتے ہیں اسی طرح وہ ایک ایسا

---

(۱) حُسین الجسر نے ان تمام کتابوں کی چھان بین کر کے اِن سے ایک سو چودہ (114) اشارے نکالے ہیں اور انہیں اپنی کتاب ''رسالہ حمیدیہ'' میں درج کر دیا ہے جب اِن کتابوں میں تحریف ہو جانے کے باوجود اتنے اشارے موجود ہیں تو پھر یہ بات کسی بھی شک سے بالاتر ہے کہ تحریف سے پہلے یہ بشارتیں ان میں اشاروں کی بجائے صراحتوں کے ساتھ موجود تھیں۔ مؤلف۔

Marfat.com

سورج ہے جس کی ذات پر خود اس کی ذات ہی دلیل بن گئی ہے، یعنی آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ مطلب یہ ہے کہ آفاقی دلائل کی طرح انفسی دلائل بھی اُس کی ایسے ہی تصدیق کرتے ہیں؛ چنانچہ آپ کی ذاتِ گرامی میں بالاتفاق تمام اعلیٰ قسم کے اخلاقِ حمیدہ کا جمع ہو جانا۔۔۔ پھر آپ ﷺ کی معنوی شخصیت کا اپنی روحانی ذمہ داری میں تمام فضیلت سے بھری ہوئی قیمتی اور پاکیزہ عادات واطوار کو سمو لینا۔۔۔ پھر آپ ﷺ کے زُہد کی قوت سے مزین آپ کی قوتِ ایمان، قوتِ تقویٰ اور قوتِ عبودیت۔۔۔ پھر آپ کا اپنی سیرت وکردار کی گواہی پر کمال قسم کا اعتماد، آپ کا اپنی کمال سنجیدگی اور کمال متانت اور پختگی واستواری پر اعتماد۔۔۔ اور پھر اسی طرح آپ میں اطمینان کی جو قوت پائی جاتی تھی اور اس قوت کی گواہی کے بل پر آپ کا اپنی تمام حرکات وسکنات یعنی مشن کی تکمیل میں انتہائی پروقار وپر اعتماد رہنا۔۔۔ یہ تمام چیزیں روشن آفتاب کی طرح اُن کی تصدیق کرتی ہیں کہ وہ اپنے دعویٰ اور کردار میں حق اور حقیقت کے دامن کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھے۔۔۔

تیسری بوند:

اگر آپ چاہتے ہیں تو آئیں ذرا خیالوں میں سفر کرتے ہوئے نبوت کے بابرکت اور پُرسعادت زمانے میں جزیرۃُ العرب جا کر آپ ﷺ کی زیارت کرتے ہیں اور انہیں اپنی ذمہ داری نبھاتے ہوئے دیکھتے ہیں۔۔۔ لو اب دیکھو کہ: اس مملکت میں جو چیز سب سے پہلے ہماری آنکھوں کے سامنے اُبھرتی ہے وہ: ایک غیر معمولی آدمی ہے، انتہائی خوبصورت ہے، دلکش حسنِ سیرت کا مالک ہے، وہ اپنے ہاتھوں میں ایک بابرکت معجزانہ کتاب پکڑے ہوئے ہے، اُس کی زبان پر مبنی برحقیقت گفتگو ہے، تمام نوعِ انسانی بلکہ تمام جن وانس، بلکہ تمام موجودات کو خطاب کر رہا ہے اور اُن تک ایک ازلی پیغام پہنچا رہا ہے اور انہیں یہ معجزانہ کتاب پڑھ کر سنا رہا ہے۔

Marfat.com

ارے! وہ کیا کہہ رہا ہے؟۔۔۔جی ہاں، وہ ایک بہت بڑے راز سے پردہ اٹھا رہا ہے ایک اہم بات کی خبر دے رہا ہے۔ وہ تخلیقِ عالم کی عجیب وغریب اور الجھی ہوئی گتھی سلجھا رہا ہے وہ کون و مکاں کے اسرار و رموز بتا رہا ہے۔ وہ کائنات میں پائی جانے والی حکمت کی پیچیدہ پہیلی اور عالمِ ہستی کے پوشیدہ طلسم کے بند دروازے کھول رہا ہے، اور اُن تین مشکل ترین سوالوں کی وضاحت کر رہا ہے اور اُن کے جواب ڈھونڈ رہا ہے، جن تین سوالوں نے عقل و دانش کو حیرت کی وادیوں میں گم کر رکھا ہے، اور جن کے بارے میں ہر شخص پریشان ہے اور ان کے جواب ڈھونڈتا ہے یعنی یہ کہ:

تُو کون ہے؟

تُو کہاں سے آیا ہے؟

اور تُو کہاں جائے گا؟

چوتھی بوند:

دیکھو! کہ وہ نورانی شخص کس طرح حقیقت کا تابناک نور پھیلا رہا ہے!

اب اگر آپ اس کائنات کو آپ ﷺ کی رہنمائی کی روشنی کے بغیر دیکھیں گے تو یہاں ہر طرف ایک ماتم برپا نظر آئے گا، اور یہاں موجود ہر چیز اجنبی اور دشمن نظر آئے گی، کوئی بھی دوسرے کا محرم اور شناسا نہیں ہوگا، بلکہ سب جنازے محسوس ہوں گے، اور تمام لوگ بلکہ حیوانات تک تمہیں وہ یتیم لگیں گے جو زوال و فراق کے بے رحم طمانچوں سے بلبلا رہے ہیں۔

یہ ہے حقیقت کائنات کی اُس آدمی کے نزدیک جو آپ ﷺ کے نور کے دائرے میں داخل نہیں ہوا ہے۔ اب اسی کائنات کو آپ ﷺ کے نور کے ذریعے دیکھو۔۔۔ ذرا غور سے دیکھو، کائنات کی شکل وصورت تبدیل ہو چکی ہے، وہ عمومی ماتم کدہ ذکر وفکر کی مسجد اور جذب

Marfat.com

وکیف اور شکر و سپاس کی ایک روح پرور مجلس بن گیا ہے، موجودات جو کہ اجنبی اور دشمن تھیں سب دوست احباب اور بھائی بہن بن گئی ہیں، تمام مردہ اور گونگے جمادات زندہ مانوس اور مأمور و مسخر مخلوقات بن گئے ہیں جو اپنی زبانِ حال سے اپنے خالق کی آیات کے ساتھ گفتگو کررہی ہیں۔ اور رونے بلبلانے اور شکوہ کرنے والے یتیم اپنے وظائف کو سرانجام دے کر اپنی فراغت اور آسودگی کا شکرانہ ادا کرتے ہوئے اپنی تسبیحات میں مصروف ہیں۔

پانچویں بوند:

آپ ﷺ کے پھیلائے ہوئے اُس نُور کی برکت سے کائنات کی حرکات، تنوعات، تبدلات اور تغیرات بے مقصد اور بے معنی اتفاقات کا کوئی بیہودہ کھیل نہیں کھیل رہے بلکہ ربانی مکتوبات، تکوینی آیات کے صحیفے اور ایسے آئینے بن گئے ہیں جن میں اسمائے الٰہیہ کے عکس جھلملا رہے ہیں، حتیٰ کہ کائنات ترقی کر کے ایک ایسی ربانی کتاب کی شکل اختیار کرگئی ہے کہ جس کے ہر ہر صفحے پر حکمتِ صمدانیہ کی ہزاروں آیات کندہ وعیاں ہیں۔ اور انسان کی طرف دیکھو کہ کس طرح وہ اپنے عجز وفقر اور ماضی کے غم اور مستقبل کے خوف کو یاد دلاتی رہنے والی ناقص عقل کی وجہ سے حیوانیت کی جن پستیوں میں گر چکا تھا، دیکھو، کہ جب اُس کی اسی عقل اور اسی عجز وفقر میں نورانیت کی جھلک آئی تو یہی انسان ان پستیوں سے نکل کر اوجِ خلافت پر جا بیٹھا، اور دیکھو، کہ وہ عجز وفقر اور عقل جو کہ اُس کی پستی اور گراوٹ کے اسباب بنے تھے وہی اِس نورانی ہستی کے نُور سے روشن ہو جانے کے بعد اُس کی بلندی اور ترقی کے اسباب بن گئے۔

اسی بنا پر ہم کہتے ہیں کہ: اگر اس نورانی شخصیت کا وجود نہ ہوتا تو کائنات اور انسان اَتھاہ پستیوں میں گرے ہوتے اور ہر چیز عدم کے درجے تک پہنچ گئی ہوتی، اُس کی نہ کوئی قیمت ہوتی نہ اہمیت۔ چنانچہ اس حسین وجمیل اور بے نظیر کائنات کے لئے ایسی غیر معمولی، عظیم

Marfat.com

الشان، والا مقام، اسرار کائنات کی کُنہ تک پہنچنے والی اور اس کے پوشیدہ رازوں سے آشنا کرنے والی ہستی کا ہونا لازمی ٹھہرا، اگر یہ ہستی نہ ہوتی تو نہ یہ کائنات ہوتی اور نہ افلاک۔۔۔

چھٹی بوند:

اگر آپ یہ کہیں کہ: یہ کون شخص ہے جو ہم دیکھتے ہیں کہ کون ومکان کا خورشید بن گیا ہے اور اپنے دین کے ذریعے کائنات کے کمالات آشکار کیے جارہا ہے! اور وہ کیا کہتا ہے؟ تو جواباً کہا جائے گا کہ: دیکھو، اور سنو کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں: وہ ابدی سعادت کی خبر دے رہے ہیں اور اس کے بارے میں خوشخبری سنا رہے ہیں، وہ بے انتہا رحمت کو بے حجاب کر رہے ہیں اور لوگوں کو اس کے دامن میں پناہ لینے کی دعوت دے رہے ہیں۔ وہ ربوبیت کی قُدرت اور سلطنت کے محاسن کا مشاہدہ کرتے ہیں اور دوسروں کو اس کے نظارے کے لئے بلاتے ہیں، اور اسمائے الٰہیہ کے چھپے ہوئے خزانوں سے پردہ اٹھاتے ہیں اور ان کی نشان دہی کرتے اور پہچان کراتے ہیں۔

انہیں اُن کی رسالت کی ذمہ داریوں کے حوالے سے دیکھو تو تمہیں نظر آئے گا کہ وہ بُرہانِ حق، سراجِ حقیقت، شمسِ ہدایت اور وسیلہء سعادت ہیں۔

پھر انہیں اُن کی شخصیت یعنی عبودیت کے حوالے سے دیکھو تو تمہیں نظر آئے گا کہ وہ محبتِ رحمانی کی مثال، رحمتِ ربانی کا نمونہ، حقیقتِ انسانی کا شرف اور شجرِ تخلیق کا تابندہ و رخشندہ پھل ہیں۔

پھر دیکھو! کہ آپ ﷺ کے نُور اور دین نے کس طرح چمکتی بجلی کی سی تیزی کے ساتھ شرق وغرب کا احاطہ کر لیا۔ اور اب تک نوع انسانی کا پانچواں حصہ اور تقریباً آدھی زمین کے باسی آپ کی پیش کی ہوئی رہنمائی کو قبول کر چکے ہیں، اِس دِلی یقین اور اطمینان کے ساتھ کہ

Marfat.com

اس کے لئے اپنی جانوں تک کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں۔

تو ہمارے نفس اور شیطان کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ''لا الہ الا اللہ'' کو اس کے تمام درجات ومراتب سمیت قبول نہیں کرتے ہیں جو کہ اس معزز انسان کے تمام دعوؤں کی بنیاد ہے؟

ساتویں بوند:

اب یہ دیکھو کہ اس لمبے چوڑے جزیرے میں بسنے والی مختلف بدوی اور خانہ بدوش قوموں کو آپ ﷺ نے کیا سے کیا بنا دیا ہے! یہ لوگ اپنی عادات کے پکے اور رسموں رواجوں کے ساتھ چمٹے ہوئے تھے، اپنی خاندانی عصبیتوں اور دشمنیوں میں پرلے درجے کے ضدی اور معاند تھے، اِن لوگوں کی اِن تمام بداخلاقیوں کا آپ ﷺ نے انتہائی قلیل مدت میں قلع قمع کر دیا اور انہیں بلند ترین اخلاقِ حسنہ سے مزین کر دیا۔ اور یوں انہیں انسانی دنیا کے معلم اور مہذب قوموں کا استاد بنا دیا؟

اب دیکھو کہ آپ ﷺ نے اُن کے صرف ظاہری جسموں کو ہی فتح نہیں کیا بلکہ آپ ﷺ نے دلوں اور عقلوں کو فتح کیا، روحوں اور جانوں کو مسخر کیا، حتی کہ آپ ﷺ دلوں کے محبوب، عقلوں کے استاد، نفسوں کے مربی اور روحوں کے سُلطان بن گئے۔

آٹھویں بوند:

یہ بات تو سب کو معلوم ہے کہ کسی چھوٹے سے گروہ سے کوئی چھوٹی سے چھوٹی عادت بھی _ بطورِ مثال سگریٹ نوشی ہی لے لیں _ بالکلیہ چھڑوا دینا کبھی کسی بڑے حکمران کے لیے بھی تمام شان وشوکت، ہمت اور وسائل کے باوجود بھی مشکل ہوتا ہے۔ لیکن دیکھو کہ اس نبی کریم ﷺ نے اپنی عادات میں متعصب اور اپنے احساسات میں ضدی بڑی بڑی اقوام کی بہت سی عادات کو تھوڑی سی قوت اور معمولی سی ہمت کے ساتھ اور تھوڑے سے وقت میں

Marfat.com

جڑ سے اکھاڑ دیا اور اُن کی جگہ اُن کی طبیعتوں میں بلند عادات اور قیمتی اخلاق واطوار کے بیج بو دیے، چنانچہ آپ ﷺ کے ایسے ہزاروں غیر معمولی کارنامے ہماری آنکھوں کے سامنے گھوم پھر رہے ہیں۔ اب جو اُس مبارک دور کی گواہی ماننے کے لئے تیار نہیں اور کہتا ہے کہ میں نے وہ دور دیکھا نہیں، ہم اس کی آنکھوں میں یہ جزیرہ مجسم کر کے داخل کر دیتے ہیں اور اُسے چیلنج کرتے ہیں کہ آؤ خود تجربہ کرلو۔ وہ عمرانیات، معاشیات اور نفسیات کے ماہر سینکڑوں فلسفی لے کر موجودہ جزیرۂ عرب میں چلا جائے اور یہ سب لوگ وہاں سو سال کام کریں، اور پھر دیکھ لیں کہ جو کام نبی ﷺ نے اُس گئے گزرے دور میں صرف ایک سال کے عرصے میں کر دکھایا تھا، کیا یہ لوگ سو سال میں اُس کا ایک فیصد بھی کر سکتے ہیں؟

نویں بوند:

تم جانتے ہو کہ کوئی معمولی قسم کا انسان بھی کسی معمولی واقعے، معمولی ذمہ داری کسی چھوٹے سے مرتبے میں، چھوٹے سے گروہ کے سامنے اور چھوٹے سے موضوع اور حقیر سے مسئلے کے بارے میں بھی بے باک ہو کر صاف سیدھا جھوٹ نہیں بولتا ہے؛ کیونکہ ایسا کرتے وقت اس کے تکلف، تردّد، اضطراب اور چہرے کے اتار چڑھاؤ سے اس کے تنقید نگار دشمن اُس کا جھوٹ پکڑ لیں گے۔ یہ تو ایک عام آدمی اور عام مسئلے کی بات ہے، لیکن اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جو ایک بہت بڑی حیثیت کا مالک ہے، بہت بڑے مسئلے کو ثابت اور آشکار کرنا چاہتا ہے، اور بہت بڑے گروہ کے درمیان رہ کر بہت بڑا دعوی کر رہا ہے، کیا ایسے آدمی کے دعوؤں میں کسی حیلے، فریب اور دوغلے پن کا عمل دخل ہو سکتا ہے؟ جبکہ حالت یہ ہے کہ وہ بہت زیادہ مخالفوں اور تنقید نگاروں کے نرغے میں ہے اور اُسے ایسے ماحول میں اپنے حمایتیوں کی بھی ضرورت ہے؟

اور دیکھو کہ ان کٹھن حالات میں اور اتنے بڑے ہجوم میں وہ جو کچھ بھی کہہ رہا ہے برملا

Marfat.com

کہہ رہا ہے، اس کے لہجے میں تردد، ہچکچاہٹ، خوف وخطرہ، اضطراب اور تشویش نام کی کوئی چیز نہیں، وہ جو کچھ کہہ رہا ہے انتہائی صاف دلی اور سنجیدگی سے کہہ رہا ہے۔ اس کی گفتار مخالفین کے اعصاب کو تحریک دیتی ہے، انہیں جھنجھوڑتی ہے، ان کی عقلوں کو نا درست و نارسا کہتی ہے، اُن کے نفسوں اور روحوں کو حقیر اور کوتاہ قد دکھلاتی ہے اور شدید آسمانی اسلوب سے غرور ونخوت کو خاک میں ملاتی ہے۔ کیا ایسے حالات میں یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ اس طرح کے آدمی کے دعوے کے پس پردہ کوئی حیلہ وفریب یا بناوٹ کارفرما ہے؟ نہیں، ایسا کبھی نہیں ہوسکتا! ﴿اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی﴾(۱)

جی ہاں! حق دھوکہ نہیں دیتا اور حقیقت کی پہچان رکھنے والا آدمی کبھی دھوکہ نہیں کھاتا۔ اس کا مسلک جو حقیقت پر مبنی ہے، کسی بھی حیلے سے مستغنی ہوتا ہے۔ خیال کی کیا مجال ہے کہ وہ اس کی حقیقت بین نظر کے سامنے حقیقت کے بھیس میں آکر اُسے دھوکہ دے جائے؟۔۔۔

دسویں بوند:

اب دیکھو کہ آپ کیسے حیرت ناک اور ازبس ضروری حقائق کو آشکار کر رہے ہیں، اور کتنے ایسے مسائل کا اثبات کر رہے ہیں جن میں دریافت ہو جانے کی کشش پائی جاتی ہے، اور جو آشکار ہونے کے لیے بے تاب بیٹھے ہیں۔۔۔

آپ جانتے ہیں کہ وہ چیز جو انسان کو سب سے زیادہ متحرک اور برانگیختہ کرتی ہے وہ کسی چیز کو دریافت کرنے کا شوق ہے۔۔۔

کیا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ اگر آپ کو یہ کہا جائے کہ: اگر آپ اپنی آدھی عمر یا آدھا مال قربان کر دیں تو چاند یا مشتری سے ایک ایسا آدمی اُتر سکتا ہے جو آپ کو ان سیاروں کے

(۱) ''اُس کی گفتار تو صرف وہ وحی ہے جو اُس کی طرف کی جارہی ہے'' (النجم: 1)

Marfat.com

عجیب وغریب حالات اور آپ کے مستقبل کے بارے میں سچ بتائے گا، اگر آپ کے پاس انکشاف کا شوق ہو تو آپ اس سودے پر راضی ہو جائیں گے۔ جبکہ آپ ﷺ ایک ایسے سُلطان کے شئوون و معاملات کی وضاحت کر رہے ہیں جس کی سلطنت میں چاند کی حیثیت اُس مکھی کی سی ہے جو پروانے کے اِردگرد اڑتی پھر رہی ہے، اور خود یہ پروانہ اُن ہزاروں قندیلوں میں سے صرف ایک چراغ کے اردگرد گھوم رہا ہے جو اُس نے اپنے مہمانوں کے لیے تیار کی ہوئی ہزاروں منزلوں میں سے صرف ایک منزل میں روشن کیا ہوا ہے۔۔۔ اسی طرح وہ نبی ایک ایسے جہان کے بارے میں حقیقی خبر دے رہا ہے، جو غیر معمولی اور عجیب و غریب چیزوں پر مشتمل ہے۔ اسی طرح وہ ایک عجیب وغریب انقلاب کے بارے میں خبر دے رہا ہے، ایسا انقلاب کہ اگر یہ زمین پھٹ جائے اور اس کے پہاڑ بادلوں کی طرح اڑنا شروع ہو جائیں، تو بھی اس عجیب وغریب انقلاب کے عجائبات کے دسویں حصے کے برابر بھی نہیں ہو سکے گا۔ اگر چاہیں تو اُن کی زبانِ مبارک سے:

﴿اِذَا الشَّمۡسُ كُوِّرَتۡ﴾ ﴿اِذَا السَّمَآءُ انۡفَطَرَتۡ﴾ اور ﴿اَلۡقَارِعَةُ﴾ جیسی سورتیں سن کر دیکھ لیں۔

اسی طرح آپ پورے اعتماد کے ساتھ ایک ایسے مستقبل کے بارے میں حقیقی خبر دیتے ہیں کہ: اِس دنیا کا مستقبل اُس کے مقابلے میں ایسے ہی ہے جیسے ایک ناچیز سراب کا قطرہ بحرِ بے کنار کے مقابلے میں۔ اسی طرح وہ ایک ایسی سنجیدہ خوش بختی کی خوشخبری دیتے ہیں کہ اس دنیا کی تمام خوش بختیاں اس کے مقابلے میں ایسے ہیں جیسے برقِ رواں کی زوال پذیر روشنی دائمی اور پایدار سورج کے مقابلے میں۔

گیارھویں بوند:

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس پُراسرار اور عجیب وغریب کائنات کے پسِ پردہ اس

Marfat.com

سے بھی زیادہ عجیب وغریب چیزیں ہمارے انتظار میں ہیں، اِس لئے یہ ضروری ہے کہ اُن عجائب وغرائب کے بارے میں خبر دینے کے لیے کوئی غیر معمولی، عجیب وغریب اور فوق العادت شخص ہو جس کے حالات سے اِس بات کا سُراغ ملے کہ وہ پہلے مشاہدہ کرتا ہے پھر شہادت دیتا ہے، پہلے دیکھتا ہے پھر خبر دیتا ہے۔ جی ہاں! اُس کے حالات واطوار سے ہمیں یہ پتا چلے کہ وہ پہلے مشاہدہ کرتا ہے پھر شہادت دیتا ہے اور پھر خوشخبری دیتا ہے یا بُرے انجام سے باخبر کرتا ہے اور اسی طرح وہ خبر دیتا ہے کہ وہ پروردگار جس نے ہم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتوں کی برکھا برسائی ہے اُس کی خوشنودیاں اور رضامندیاں کن چیزوں میں ہیں اور وہ ہم سے کن چیزوں کا مطالبہ کرتا ہے، وغیرہ۔۔۔

پس غافلوں پر افسوس ہے! گمراہ لوگوں کے خسارے پر دُکھ ہے، اور اکثر لوگوں کی نا سمجھی اور نادانی پر تعجب ہے کہ وہ اس حق اور درست بات کو دیکھ کیوں نہیں سکے اور اس تابندہ حقیقت کو سن کیوں نہیں سکے؟ وہ اس سراپا کرم نبی کی باتوں کو اہمیت کیوں نہیں دیتے، حالانکہ ایسے شخص پر تو جانیں قربان کر دی جاتی ہیں اور تمام دنیا کو چھوڑ کر جلدی سے اُس کا دامن پکڑ لیا جاتا ہے؟

بارہویں بوند:

یہ پیغمبر ﷺ جس طرح وحدانیت اور توحید کی حقانیت کی سچی، منہ بولتی اور حقیقی دلیل ہیں، اسی طرح وہ ابدی سعادت کے لیے بھی ایک قطعی اور روشن دلیل ہیں۔ بلکہ جس طرح وہ اپنی دعوت اور رہبری کی بنا پر ابدی سعادت کے حصول کا سبب اور اس تک پہنچنے کا وسیلہ ہیں، اِسی طرح وہ اپنی دعا اور عبادت گزاری کی وجہ سے اس ابدی سعادت کے وجود کا سبب اور اس کی ایجاد کا وسیلہ ہیں۔۔۔

اب دیکھو آپ ﷺ ایک صلوۃِ کبرٰی میں ایسے دعا کر رہے ہیں گویا کہ یہ جزیرۃ

Marfat.com

العرب بلکہ ساری زمین، اس کی عظمت والی نماز کے ساتھ نماز پڑھ رہی ہے اور نیاز مندی کا اظہار کر رہی ہے۔۔۔ پھر انہیں اس وقت دیکھو جب وہ یہی نماز اس عظیم الشان جماعت کے ساتھ ادا کرتے ہیں، اِس مرتبے میں کہ گویا کہ وہ اپنے زمانے کے محراب میں امام بن کر کھڑے ہیں اور آدم علیہ السلام سے لے کر ہمارے اس دور اور قیامت تک کی بہترین انسانی نسلیں آپ کی اقتداء میں آپ کے پیچھے صفیں باندھے کھڑی ہیں اور آپ ﷺ کی دعا پر آمین کہہ رہی ہیں۔ اب غور سے سنو کہ وہ اس باجماعت نماز میں کہہ کیا رہے ہیں؟۔۔۔ دیکھو وہ ایک عمومی اور بہت ضروری اور عظیم الشان ضرورت کے پوری ہونے کی دعا مانگ رہے ہیں اور تمام ساکنانِ عرش وفرش بلکہ تمام موجودات اس کی اس دعا میں شریک ہیں، چنانچہ یہ موجودات اپنی زبانِ حال سے کہہ رہی ہیں: اے پروردگار! اس کی دعا قبول کر لے اور جو وہ چاہتا ہے وہ اسے دے دے، اور ہم بھی وہی چاہتے ہیں جو وہ طلب کر رہا ہے۔۔۔ پھر اُن کا اپنے پروردگار کی درگاہ میں آہ وزاری کرنے اور گڑگڑانے کا انداز دیکھو، دیکھو وہ کس فقر و بے نوائی، شدید اشتیاق، گہرے غم و اندوہ، اور غمگین محبوبیت کے ساتھ گریہ زاری کر رہے ہیں، اس طرح کہ ''ان کا رونا سارے گلستان کا رونا'' بن جاتا ہے، اور ان کی گریہ زاری تمام کائنات کو آہ و بُکا پر آمادہ کر دیتی ہے، چنانچہ کائنات روتی گڑگڑاتی ہوئی اُن کی دعاؤں میں شریک ہو جاتی ہے۔

دیکھو، وہ ایک ایسے مقصد اور غرض وغایت کے لیے دعا کر رہے ہیں جو کہ انسان کو بلکہ تمام کائنات کو، بلکہ تمام مخلوقات کو؛ درکِ اسفل، گراوٹ، سقوط، عبث، بطلان اور بے ہودگی کی پستیوں سے نکال کر اعلیٰ علّیین، قدر و قیمت، بقا و دوام اور ایک بلند وظیفے تک لے جاتا ہے۔۔۔ پھر دیکھو کہ وہ کس طرح گریہ وزاری کرتے ہوئے مدد کے لیے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہیں۔ کس شدت سے فریاد کر رہے ہیں، اور محبت اور شفقت بھرے غمگین دل کے

Marfat.com

ساتھ اس طرح مصروفِ دعا ہیں کہ تمام موجودات اور عرش و آسمان تک کو اپنی آواز سنا رہے ہیں اور ان پر وجد طاری کر کے ان سے آمین اَللّٰھُمَّ آمین کہلوا رہے ہیں، حتی کہ ایسے لگتا ہے جیسے عرش و آسمان ان کی دعا پر آمین اَللّٰھُمَّ آمِین کہہ رہے ہیں۔

پھر دیکھو کہ وہ اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے کس کے آگے درخواست کر رہے ہیں، جی ہاں! وہ اس ذات سے درخواست کر رہے ہیں جو قدیر، سمیع، کریم، علیم، بصیر اور رحیم ہے، جو مخفی سے مخفی جاندار کی مخفی سے مخفی حاجت کے ضمن میں مخفی سے مخفی دعا کو سُن لیتا ہے اور اس کی ضرورت پوری کرتا ہے، اور اس بات کا مشاہدہ تو یقیناً ہر آدمی کر رہا ہے۔ اسی طرح وہ ادنیٰ سے ادنیٰ جاندار کی ادنیٰ سے ادنیٰ مقصد کے لئے ادنیٰ سے ادنیٰ آرزو کو دیکھ لیتا ہے اور اس کی یہ آرزو اِس طرح سے پوری کر دیتا ہے کہ وہ سوچ بھی نہیں سکتا ہے، اور یہ چیز بھی سب کے مشاہدے میں ہے۔ اور وہ انتہائی حکیمانہ اور منظم طریقے سے لطف و عنایت اور رحم و کرم کا سلوک کرتا ہے۔ اس بات میں ذرہ برابر شک نہیں رہ جاتا ہے کہ یہ تربیت اور ترتیب و تدبیر اُس ذات کی طرف سے ہے جو سمیعٌ علیمٌ اور بصیرٌ حکیمٌ ہے۔

تیرہویں بوند:

حیرانی اس بات پر ہے کہ نسلِ آدم کے تمام بہترین لوگوں کو اپنے پیچھے جمع کر کے، زمین پر کھڑا ہو کر اپنا رُخ عرشِ اعظم کی طرف کیے ہوئے اپنے ہاتھ بلند کر کے دعا کرنے والا اشرفِ نوعِ انسان، یگانہء زمان، فریدِ کون و مکان اور حقیقت میں فخرِ جہاں آخر کیا طلب کر رہا ہے؟

دیکھو اور اُن سب کے ساتھ ساتھ وہ اُن تمام اسماء الٰہیہ کو چاہتا ہے جو موجودات کے آئینوں میں منعکس ہو رہے ہیں اور اس کے جمال و کلمات کو منعکس کر رہے ہیں۔۔۔

غور سے سنو! وہ یہ چیزیں طلب کر رہا ہے:

Marfat.com

☆بقا۔۔۔ ☆لِقا۔۔۔

☆جنت۔۔۔ ☆رضا۔۔۔

اگرچہ رحمت، عنایت، حکمت اور عدالت جیسے وہ لاتعداد اسباب نہ بھی پائے جائیں جو اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ ابدی سعادت ضرور ہونی چاہیے، پھر بھی اس نورانی شخص کی فقط دعا ہی اُس جنت کی تعمیر کا سبب بن جاتی جس کی تخلیق قدرتِ الٰہیہ کے لیے ایسے ہی آسان ہے جیسے ہمارے موسم بہار کو وجود میں لانا۔۔۔

جی ہاں، جس طرح آپ ﷺ کی رسالت اس دارالامتحان کے دروازے کو کھولنے کا سبب بن گئی ہے اسی طرح آپ ﷺ کی عبودیت بھی دارالآخرت کا دروازہ کھولنے کا سبب ہے۔۔۔

تو کیا یہ بات ممکن ہے کہ اِس بلند و بالا انتظام میں، اِس وسیع و عریض رحمت میں، کسی بھی نقص سے خالی اِس خوبصورت صنعت گری میں، کسی بھی بدصورتی سے پاک اِس حسن و جمال میں، اُس صنعت گری جو اتنی کامل و مکمل اور خوبصورت ہے کہ اہل عقل و تحقیق یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ: "لیس فی الامکان ابدع مما کان"، جو کچھ بن چکا ہے اس سے زیادہ عمدہ اور حیرت انگیز کچھ بھی بنا ناممکن نہیں ہے"؛ کیا یہ ممکن ہے کہ اِن حقائق میں ناپسندیدہ بدصورتی کی آمیزش ہو جائے؟ کسی وحشتناک ظلم و ناانصافی کی ان تک رسائی ہو جائے؟ کسی ناموافق بدنظمی، آشفتگی اور پراگندگی کا ان میں عمل دخل ہو جائے؟ مطلب یہ ہے یہ حسنِ انتظام، یہ رحمت، عنایت، حکمت اور عدالت کے خوشنما حقائق جن کا حسن و جمال یوم آخرت پر موقوف ہے، یہ سب کے سب آخرت کے نہ آنے کی وجہ سے تبدیل نہیں ہو سکتے۔۔۔؛ کیونکہ ادنیٰ سے ادنیٰ مخلوق کی ادنیٰ سے ادنیٰ حاجت میں کمزور سے کمزور آواز تو سُنی جائے اور پورے اہتمام کے ساتھ اس کی حاجت بھی پوری کر دی جائے لیکن انسان

Marfat.com

جیسی مخلوق کی شدید ترین حاجت میں بلند ترین آواز میں مانگی گئی دُعا نہ سُنی جائے اور خوبصورت ترین اُمید و آرزو کے ضمن میں حسین ترین درخواست سمجھی نہ جائے اور پوری نہ کی جائے، یہ چیز بہت بڑی بدصورتی اور ایسی کمی کوتاہی ہے کہ اس کے برابر کوئی کمی کوتاہی نہیں ہوسکتی۔ ایسا کبھی نہیں ہوسکتا! ایسا بے داغ اور کمی کوتاہی سے پاک حسن جمال ایسی بدصورتی کو قبول کر کے بدصورت نہیں ہوسکتا۔

اے میرے خیالی دوست! فی الحال یہی کافی ہے۔ چلو اب واپس چلتے ہیں ورنہ اگر ہم اس زمانے میں اور اس جزیرے میں سو سال بھی رہ لیں تو بھی ہم آپ ﷺ کی عجیب و غریب کاروائیوں اور نادرِ روزگار کارناموں کا سو میں سے ایک حصے کا بھی احاطہ نہیں کر سکیں گے اور جی بھر کر لطف اندوز نہیں ہو سکیں گے۔ اس لیے ہمیں اب اسی راستے سے واپس لوٹ جانا چاہیے جس سے آئے ہیں۔ اور واپس جاتے ہوئے راستے میں ہر صدی پر اور ہر دور پر نظر ڈالتے جاتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ کس طرح ہر دور پھلا پھولا اور اُس نے دورِ نبوت سے فیض حاصل کیا! جی ہاں، ہم جس دور سے بھی گزرتے ہیں دیکھتے ہیں کہ عصر نبوت کے آفتاب کی تب و تاب سے اس دور کی کلیاں چٹکی ہیں اور پھول مسکرائے ہیں، اور ہر دور نے اِس نورانی شخص کے فیضان ہدایت سے ابوحنیفہ، شافعی، بایزید بسطامی، جنید، عبدالقادر جیلانی، غزالی، شاہِ نقشبند اور مجدد الف ثانی جیسے ہزاروں میٹھے اور تر و تازہ پھل عطا کیے ہیں۔

واپسی کے اس سفر میں ہم نے ہر دور میں کیا کچھ دیکھا، اس کی تفصیلات کسی اور وقت کے لیے اُٹھا رکھتے ہیں، سرِ دست ہم اُس نورانی ذات، ہادی برحق صاحبِ معجزات کو اس طرز کا درود و سلام پیش کرتے ہیں جس میں اُس کے کچھ قطعی معجزات کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے:

علی مَن اُنزِل علیهِ القرآنُ الحکیمُ مِن الرحمنِ الرحیمِ من العرش العظیم سیدنا محمد الفُ الفِ صلاةٍ وسلامٍ بعدد انفاس أمته.

Marfat.com

علی من بشر برسالته التوراة والانجیل والزبور والزبر، و بشّر بنبوته الارھاصات و ھواتف الجن و کواھن البشر وانشق باشارته القمر... سیدنا محمد الف الف صلاة وسلام بعدد حسنات أمته .

علی من جاء ت لدعوته الشجر ، و نزل سرعة بدعائه المطر، واظلته الغمامة من الحر ، وشبع من صاع من طعامه مآئات من البشر ، ونبع الماء من بین اصابعه ثلاث مرات کالکوثر، وأنطق الله له الضب والظبی والذئب والجذع والذراع والجمل والحجر والمدر والشجر... صاحب المعراج وما زاغ البصر...

سیدنا و شفیعنا محمد الف الف صلاة وسلام بعدد کل الحروف المتشکلة فی الکلمات المتمثلة باذن الرحمان فی مرایا تموجات الھواء عند قرائة کل کلمة من القرآن من کل قاریء من أول نزول الی آخر الزمان واغفر لناوارحمنا یا الٰھنا بکل صلاة منھا...آمین

نبوتِ محمدیہ کے جن دلائل کی طرف اس مقالے میں اجمال کے ساتھ اشارہ کیا گیا ہے، اُن کی تفصیلی وضاحت ترکی میں قلمبند کیے گئے ''معرفتِ نبی کی چند شعاعیں'' نامی مضمون میں اور ''سترھویں مکتوب'' میں سپردِ قلم کر دی گئی ہے۔ اِسی طرح اُس میں اجمالی طور پر قرآنِ کریم کا ذکر بھی آ گیا ہے۔۔۔اسی طرح ترکی زبان میں لکھے گئے ''لمعات'' نامی مضمون میں اور ''پچیسویں مقالے'' میں اس بات پر اجمالی طور پر روشنی ڈال دی گئی ہے کہ قرآن چالیس پہلوؤں سے معجز ہے اور اس میں مَیں نے اعجازُ القرآن کے چالیس پہلوؤں کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔۔۔اور ان چالیس پہلوؤں میں سے مَیں نے ''اپنی اشارات الاعجاز'' نامی عربی تفسیر کے چالیس صفحات میں فقط اُس بلاغت پر گفتگو کی ہے جو

Marfat.com

قرآن کے نظم وترتیب میں پائی جاتی ہے۔

ضرورت ہوتو ان مذکورہ تین کتابوں کی طرف رجوع کر سکتے ہو۔۔۔

چودہویں بوند:

یادرہے کہ قرآن کریم جو کہ معجزات کا خزانہ ہےاور بذات خود بھی سب سے بڑا معجزہ ہے، نبوت محمدی اور اللہ کی وحدانیت کا اس طرح اثبات کرتا ہے کہ اس کے بعد کسی دوسرے ثبوت کی ضرورت نہیں رہ جاتی ،اوراس بات پر ایسے دلائل و براہین قائم کرتا ہے کہ کسی بھی دوسری دلیل سے بے نیاز کردیتا ہے۔

ہم یہاں پہلے تو قرآن کی تعریف (Definition) کریں گے،اور پھراس کی ان معجزانہ جھلکیوں کی طرف اشارہ کریں گے جن کی وجہ سے کچھ لوگوں کے ذہنوں میں مختلف قسم کے اعتراضات اُٹھتے ہیں۔

قرآنِ حکیم جو ہمیں ہمارے پروردگار کی پہچان کرواتا ہے وہ اس کائنات کا ازلی ترجمہ اورمنہ بولتا مفہوم ہے۔۔۔کائنات کی تکوینی آیات کی تلاوت کرنے والی زبانوں کا ابدی ترجمان اور کتابِ ہستی کا مفسر ہے۔۔۔وہ خداوندِ کریم کے خوبصورت ناموں کے ان مخفی خزانوں سے پردہ اٹھاتا ہے جوزمین وآسمان کے صحیفوں میں پنہاں ہیں۔۔۔اسی طرح وہ اُن اُمور و معاملات کے حقائق کو کھولنے کی شاہ کلید ہے جو حادثات کی سطروں میں چھپے ہوئے ہیں۔۔۔اسی طرح وہ اِس عالمِ شہادت میں عالمِ غیب کی زبان ہے۔۔۔اسی طرح وہ پروردگارِ عالم کے ازلی مخاطباتِ سُبحانیہ اور ابدی التفاتات وعنایات رحمانیہ کا خزانہ ہے۔۔۔اِسی طرح وہ اس معنوی اور روحانی عالمِ اسلام کا چمکتا ہوا سورج ،اس کی بنیاد و اساس، منصوبہ اور عالمِ آخرت کا رہنما نقشہ ہے۔۔۔

اِسی طرح وہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اسماء وصفات اور شئوون ومعاملات کا قولِ شارح،

Marfat.com

تفسیرِ واضح، برہانِ ناطق اور تابندہ ترجمان ہے۔۔۔اسی طرح وہ عالم انسانی کا مربیؒ۔۔۔ وہ انسانیتِ کبریٰ یعنی اسلامیت کے لئے پانی اور روشنی کی طرح ہے۔۔۔اِسی طرح وہ نوعِ بشری کے لیے حقیقی حکمت کا رُوپ ہے اور نوع انسانی کو اس کی حقیقی منزل تک پہنچانے والا حقیقی رہنما ہے۔۔۔وہ ہر انسان کے لیے:

جیسے کتاب شریعت ہے ویسے ہی کتابِ حکمت بھی ہے۔

جیسے کتابِ دعا و بندگی ہے ویسے ہی کتاب اُمر و دعوت ہے۔جیسے کتاب ذکر ہے ویسے ہی کتابِ فکر ہے۔۔۔

جیسے وہ ہے تو ایک کتاب لیکن انسان کی تمام نظر نہ آنے والی حاجات وضروریات کے حساب سے متعدد کتابوں کا مجموعہ ہے، ویسے ہی وہ ایک مقدس لائبریری یا کتب خانہ ہے جو بہت سی کتابوں، رسالوں اور جرائد وغیرہ سے بھرا پڑا ہے اور جس میں تمام اولیاء، صدیقین، اصفیاء اور محققین کو اُن سب کے مسالک، مشارب، مذاہب اور اذواق واشواق کے حساب سے علیحدہ علیحدہ پیغام ہے۔اور اُس کا وہ پیغام اُس مسلک ومشرب کے ذوق، طبیعت اور ذہنی روش اور فکری تصویر کے عین مطابق واقع ہوا ہے۔

ذرا ایک نظر اس کے تکرار میں پائے جانے والی اعجاز کی تابانی پر ڈالیں، جس تکرار کے بارے میں یہ وہم کیا جاتا ہے کہ یہ کوتاہ دامنی کا سبب ہے، قرآن چونکہ کتابِ ذکر، کتابِ دُعا اور کتابِ دعوت ہے، اس لیے اس میں تکرار ایک خوبصورت، مفیدِ مطلب بلکہ لازمی چیز ہے، بے معنی چیز نہیں جیسے کہ کوتاہ نظر لوگ سمجھتے ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ذکر کا تکرار کیا جاتا ہے، دعا دہرائی جاتی ہے اور دعوت کی بار بار تاکید کی جاتی ہے؛ کیونکہ ذکر کے تکرار سے ذہن ودماغ کو روشنی ملتی ہے۔دعا دہرانے میں پختگی ہے اور امر اور دعوت کے تکرار میں تاکید پائی جاتی ہے۔۔۔

Marfat.com

یاد رکھو کہ:

ہر کوئی ہر وقت پورا قرآن پڑھنے کی قدرت نہیں رکھتا لیکن ایک سورت پڑھنے کی قدرت اس میں غالباً ہوتی ہے۔ اسی بنا پر اللہ حکیم الرحیم نے قرآن کریم کے اکثر مقاصد اکثر سورتوں میں مندرج کر دیے ہیں، اور خاص کر طویل سُورتوں میں۔ چنانچہ ہر سورت بذاتِ خود ایک چھوٹا سا قرآن بن گئی ہے، اور یوں اللہ نے ہر آدمی کے لیے کسی کو بھی محروم کیے بغیر راستہ آسان کر دیا ہے۔ مثال کے طور پر اُس نے توحید، حشر اور موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بہت دفعہ دہرایا ہے۔

یاد رکھو کہ:

جسمانی حاجات وضروریات مختلف اوقات میں مختلف ہوتی ہیں، اسی طرح انسان کی روحانی کیفیات ہر وقت مختلف ہوتی ہیں۔ اور جس طرح جسم کو ہوا کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح روح کو بھی اپنی ہوا کی ضرورت ہوتی ہے، بنا بریں، اِس کی ایک قسم کی ہمہ وقتی ضروریات کے لئے تو (ھُوَ اللہ) جیسے الفاظ ہیں اور دوسری قسم کے لیے ہر وقت (بسم اللہ) جیسے الفاظ ضروری ہیں۔۔۔

تو کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آیات وکلمات کا تکرار ضرورت و احتیاج کے تکرار پر دلالت کرنے کے لیے، اس احتیاج کی شدت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے، رگِ احتیاج کو جگانے اور بیدار کرنے کے لیے، اس احتیاج اور شوق کو پیدا کرنے کے لیے، اور ان معنوی غذاؤں کے لیے احتیاج کی اشتہا کو تحریک دینے کے لیے ہے۔

یاد رکھو کہ:

قرآن اِس دین متین کا مؤسس اور بانی ہے، اور اِس عالم اِسلام کی بنیادوں کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ بشری اجتماعات اور سماجی زندگیوں میں انقلابات، تغیرات اور

Marfat.com

تبدُّلات برپا کرنے والا ہے۔ اور نوع انسانی کے مختلف طبقات کی زبانِ حال اور زبانِ قال سے جو سوالات بار بار اٹھتے ہیں ان سب سوالوں کا تسلی بخش جواب ہے۔۔۔ بنا بریں، مؤسِّس یعنی بنیاد رکھنے والے کے لیے یہ ضروری ہوتا ہے کہ وہ کسی بھی نئی چیز کی بنیاد رکھتے وقت اس کی پائیداری واستحکام کے لیے اس کا تکرار اور اعادہ کرے، اسے ذہنوں میں پختہ کرنے کے لیے اس کو بار بار دہرائے، اور اس کی توثیق، تائید اور استواری کے لیے اسے مکرر عمل میں لائے۔

یادرکھو کہ:

قرآن بڑے بڑے اور عظیم الشان مسائل سے بحث کرتا ہے اور دلوں کو اُن پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہے۔ اور وہ گہرے اور دقیق حقائق سے بحث کرتا ہے اور عقلوں کو ان کی پہچان کی دعوت دیتا ہے۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ ان مسائل وحقائق کو مختلف صورتوں اور گونا گوں اسالیب میں بار بار دُہرایا جائے تاکہ وہ دلوں میں گھر کر جائیں، ذہنوں میں بیٹھ جائیں اور عمومی افکار میں جم جائیں۔

یادرکھو کہ:

ہر آیت کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن، ایک حد ہے اور ایک مُطَّلع ہے (۱) اور ہر قصے

---

(۱) مُطَّلع عربی زبان میں اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں سے جھانکا جائے۔ انسان اگر کسی عام سطح پر کھڑا ہو کر دیکھے تو اُسے قریب قریب کی چیزیں ہی نظر آئیں گی۔ لیکن جوں جوں بلند ہوتا جائے گا اُسے بہت دُور تک کی چیزیں نظر آتی جائیں گی۔ قرآنِ کریم سے فیض حاصل کرنے کی یہی صورتِ حال ہے، اس کا ایک ظاہری اور اوپری مفہوم ہوتا ہے جو سادہ طور پر پڑھنے سے سمجھ آجاتا ہے اور ایک گہرا مفہوم ہے جو غور وفکر کے بعد سمجھ میں آتا ہے، اور اِس گہرے مفہوم کی بے شمار تہیں اور پرتیں ہیں۔

"عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ انما انزل القرآن علی سبعة أحرف لکل آیة منها ظهر و بطن ولکل حدّ مُطلع" [شرح السنة]۔ مترجم۔

Marfat.com

کے کئی پہلو ہیں، اُس میں کئی احکام پائے جاتے ہیں، وہ کئی فوائد پر مشتمل ہوتا ہے اور اسے سنانے کے کئی مقصد ہوتے ہیں۔ اس لیے اُسے ایک جگہ کسی اور وجہ سے اور ایک سورت میں کسی ایک مقصد کے لیے ذکر کیا جاتا ہے تو دوسری جگہ کسی اور مقصد کے لیے۔ اس پہلو سے دیکھا جائے تو تکرار صرف ظاہری صورت میں ہی محسوس ہوتا ہے۔

رہی یہ بات کہ قرآن آفاقی اور کائناتی مسائل کسی جگہ تو اجمالی طریقے سے بیان کر جاتا ہے اور کہیں مُبہم طریقے سے، تو یہ طریقِ کار بھی رہنمائی کے لیے اُس کے درخشندہ اعجاز کا ایک پَرتو ہے، کمی کوتاہی، عیب اور مدارِ تنقید نہیں جیسے کہ ملحد لوگوں کا خیال ہے۔

اگر آپ یہ کہیں: قرآن کریم جب کائنات کو موضوعِ بحث بناتا ہے تو وہ انداز کیوں نہیں اپناتا جو فلسفہ وحکمت کا ہے، بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ کائنات سے متعلقہ بعض مسائل کا کہیں تو بالکل مجمل طور پر ذکر کر جاتا ہے، اور بعض مسائل کا عوام کی سوچ سمجھ اور فکر و شعور کا لحاظ رکھ کر بظاہر بڑے سیدھے سادھے اور سطحی سے انداز میں ذکر کرتا ہے، اس طرح کہ عوام کی سوچ فکر کو کسی تکلیف یا مشقت میں نہیں پڑنے دیتا؟

تو اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ:

اس کی وجہ یہ ہے کہ فلسفہ راہِ حقیقت سے برگشتہ ہو کر کسی اور راستے پر جا نکلا ہے۔۔۔ اور گزشتہ اسباق اور کلمات سے یہ بات تو آپ یقیناً سمجھ چکے ہیں کہ قرآن کریم کائنات کے بارے میں چلتے چلتے ہلکے پھلکے انداز میں بحث کر جاتا ہے، صرف اس لیے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور اس کے اسمائے حسنیٰ پر دلائل قائم کر سکے، یعنی وہ کائنات کی اس کتاب کے معانی و مطالب کو اس لیے ذہن نشیں کراتا ہے تا کہ اُس کے خالق و مالک کی پہچان کرا سکے۔

تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ موجودات کو اُن کی ذاتی حیثیت سے نہیں بلکہ اُن کے

Marfat.com

مُوجد کے لیے دیکھتا ہے، مزید یہ کہ قرآنِ پاک کے مخاطب عوام الناس ہوتے ہیں۔۔۔

لیکن فلسفہ ان موجودات کو موجودات کے لیے دیکھتا ہے، اور یہ کہ اس کے مخاطب خصوصی طور پر فلاسفر اور سائنسدان ہوتے ہیں۔۔۔

بنابریں، قرآن کریم چونکہ موجودات کو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے لیے دلیل اور برہان کے طور پر استعمال کرتا ہے اس لیے یہ یاد رکھیں کہ دلیل اور برہان کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ بالکل واضح، روشن اور ظاہر ہوتا کہ اِس سے جو نتیجہ برآمد ہو وہ عوام کے لیے بالکل نمایاں اور آشکار ہو۔

مزید برآں قرآن چونکہ ایک مرشد اور رہنما کی حیثیت رکھتا ہے، اِس لیے ارشاد و ہدایت کی بلاغت اور ذہنی رسائی کا حق یہ ہے کہ وہ عوام کی فکر ونظر کی ہمقدم ہو، ان کے احساسات کی ہمنوا وہم رکاب اور جمہور کی سوچ بچار کے ساتھ مانُوس اور ہم آہنگ ہو، تاکہ ان کی نظر بے فائدہ وحشت یا نامانوسیت سے اور ان کا فکر واندیشہ بے سود آشفتگی و پریشانی سے دوچار نہ ہو۔ اور تاکہ اُن کا اِحساس وشعور بے مصلحت پراگندہ نہ ہو پائے اس لیے ان کے ساتھ بلیغ ترین اور قلب ودماغ تک رسائی حاصل کر جانے والا خطاب یا رہنمائی والا انداز وہ ہوگا جو بالکل واضح، آسان اور سیدھا سادھا ہو جسے سمجھنے سے وہ عاجز نہ آئیں، مختصر سا ہو اُنہیں اُکتاہٹ میں نہ ڈالے، جس مسئلے کی انہیں تفصیل درکار نہیں اُسے اجمالی طور پر بیان کر دینے والا ہو، اور جو چیز اُن کی سمجھ سے بالاتر ہو اُسے مثالوں کے ساتھ سمجھا دینے والا ہو۔

اب قرآن چونکہ انسانوں کے ہر طبقے کا مرشد اور رہنما ہے، اس لیے اِرشاد ورہنمائی کی بلاغت کا لازمی حق یہ ہے کہ وہ اُن مسائل کو جو عوام الناس کی ظاہری نظروں میں بالکل بدیہی اور واضح ہیں ایسے انداز سے ذکر نہ کرے جو انہیں مغالطے میں ڈال دے اور وہ انہیں سمجھ نہ سکنے کی وجہ سے ان کا انکار کر دیں۔ اور اسی طرح جو چیز ان کے ہاں معروف، مانوس

Marfat.com

اور محسوس ہے اس چیز کو بغیر کسی ضروری وجہ کے تبدیل نہ کرے۔ اور یہ کہ جو چیز ان کے اصل وظیفہء حیات کے ساتھ گہرا تعلق نہیں رکھتی ہے اُسے یا تو نظر انداز کر دے یا پھر اس کا ذکر اختصار کے ساتھ سرسری طور پر کر کے آگے نکل جائے۔

مثال کے طور پر سورج کے بارے میں بحث کرے لیکن اس طرح نہیں کہ وہ کیا ہے یا اُس کی ماہیت کیا ہے؟ بلکہ اس طرح کہ اسے کس نے روشن کر کے ایک چراغ کی صورت عطا کی ہے! پھر اس کی ڈیوٹی کے متعلق بحث کرے کہ کس طرح یہ کائنات کی صنعت گری اور تخلیق کے انتظام کے مرکز و محور کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور کائنات کا یہ نظم و ضبط اور انتظام و انصرام تو وہ آئینے ہیں جن میں اُس صانعُ الجلیل کی معرفت کی جھلک منعکس ہوتی ہے۔۔۔

جی ہاں، وہ کہتا ہے کہ ''والشمس تجری''، یعنی سورج گھومتا یا چکر لگاتا ہے، اور یوں اس تعبیر کے ساتھ وہ گرمی و سردی اور لیل و نہار کی گردشوں میں پائی جانے والی منظّم قدرت کے تصرفات کو یاد دلا کر صانع کی عظمت ذہن نشین کراتا ہے۔۔۔ اب سورج کے اس ''چلنے'' یا گھومنے کی حقیقت جو بھی ہو، اُس انتظام پر کوئی زد نہیں پڑتی جو مقصود ہے، منسوج ہے اور مشہود ہے۔۔۔

وہ یہ بھی کہتا ہے کہ: ﴿وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا﴾ (۱) اللہ نے سورج کو ایک چراغ بنایا ہے۔ سورج کو چراغ کہنے سے کائنات کی تصویر کچھ اس طرح کی بنتی ہے کہ یہ ایک بہت بڑا محل ہے اور اس میں پائی جانے والی تمام چیزیں اس محل کی تزیین و آرائش اور اس میں رہنے والوں اور آنے جانے والے مسافروں کے لئے کھانے پینے کا سامان اور دیگر لوازمات ہیں۔ اور یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ ایک رحیم و کریم ہستی نے اِس محل کے باسیوں کے لئے اپنے ہاتھ سے یہ سب کچھ تیار کیا ہے۔ اور یہ کہ سورج کی حیثیت یہ ہے کہ

(۱) نوح:16

Marfat.com

وہ ایک تابعِ فرمان چراغ ہے جو اس محل کے تمام گوشوں میں روشنی پھیلا رہا ہے۔

اور اس کے لطف وکرم کا احساس اس کی سلطنت کی عظمت میں پنہاں ہے۔

اب آؤ اور ذرا دیکھو کہ ایک یاوہ گو فلسفی سورج کے بارے میں کیا کہتا ہے، فلسفی کہتا ہے: ''سورج سیّال آگ کا ایک بہت بڑا تودہ ہے جو اپنی جگہ پر تیزی سے اپنے گرد گھوم رہا ہے، تیزی سے گھومنے کی وجہ سے آگ کے اس گولے سے کچھ شرارے ٹوٹ کر اِدھر اُدھر بکھر گئے جو ٹھنڈے ہو کر ہماری یہ زمین اور دیگر سیارے بن گئے اور پھر یہ بڑے بڑے سیارے بھی اس کے اردگرد گھومنے لگے۔۔۔ سورج کی ضخامت اتنی بڑی ہے۔۔۔ اور اس کی ماہیت اس طرح کی ہے۔۔۔ وغیرہ وغیرہ۔۔۔

خود ہی بتاؤ کہ فلسفے یا سائنس کی اس وضاحت سے تمہارے قلب وروح کو کیا غذا ملی؟ حقیقت یہ ہے کہ فلسفیانہ بیانات سے روح کو حیرت، دہشت، آشفتگی اور وحشت کے سوا نہ تو کوئی عملی کمال حاصل ہوتا ہے اور نہ ہی یہ بحث ونظر کا وہ انداز اپناتا ہے جو قرآن کا ہے۔۔۔

اس سے تم پر یہ کھل جائے گا کہ فلسفیانہ مسائل باہر سے تو بڑے شاندار، تابناک اور خوشنما لگتے ہیں لیکن اندر سے بالکل کھوکھلے ہیں، اس لیے اس کی ظاہری چمک دمک سے دھوکا کھا کر قرآن کے معجزانہ طرزِ بیان سے منہ پھیر کر اس کی بے ادبی نہ کر بیٹھنا۔۔۔

اللهم اجعل القرآن شفاء لنا ولكاتبه وأمثاله من كل داء ، و مؤنسا لنا ولهم في حياتنا وبعد موتنا ، وفي الدنيا قرينا ،و في القبر مؤنسا ، وفي القيامة شفيعا ، وعلى الصراط نورا ، ومن النار سترا وحجابا ، وفي الجنة رفيقا ، والى الخيرات كلها دليلا و اماما ، بفضلك و جودك و كرمك و رحمتك يا أكرم الأكرمين و يا أرحم الراحمين آمين.

Marfat.com

اللھم صل و سلم علی من أُنزل علیه القرآن الحکیم و علی آله وصحبه أجمعین آمین . آمین

تنبیہ:

"المثنوی العربی النوری" میں لکھا گیا چودھویں بوند سات قطرات پر مشتمل ہے، اور خاص کر چوتھے قطرے کے چھ نکات ہیں جو کہ اعجاز القرآن کی پندرہ انواع کی وضاحت کرتے ہیں، اور ان پندرہ انواع کی تعداد ذیلی تقسیمات کے لحاظ سے چالیس تک جا پہنچتی ہے۔ اُن کے پیشِ نظر ہم نے اس مقام پر اختصار کے ساتھ کام لیا ہے۔ آپ چاہیں تو ان کی طرف رجوع کر سکتے ہیں، یقیناً انہیں معجزات کا خزانہ پائیں گے۔۔۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

بیسواں مقالہ

(اس میں دو مقام ہیں)

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا مقام

﴿وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلآئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِآدَمَ فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبْلِیْس﴾(۱)

﴿اِنَّ اللّٰہَ یَأْمُرُکُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَۃً﴾(۲)

﴿ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُکُمْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِکَ فَھِیَ کَالْحِجَارَۃِ اَوْاَشَدُّ قَسْوَۃً﴾(۳)

ایک دِن میں ان آیات کریمہ کی تلاوت کر رہا تھا کہ اچانک قرآن کریم کے فیض کے نُور سے ابلیس کے وسوسوں کے آگے بند باندھنے کے لئے ایک الہام ہوا جو تین نکتوں پر مشتمل تھا! شُبہ جو وارد کیا جاتا ہے اس کی صورت کچھ یُوں ہے:

شیطان نے کہا: تم کہتے ہو کہ: قرآن مُعجزہ ہے اور بلاغت کی چوٹیوں پر فائز ہے، اور یہ کہ وہ ہر وقت اور ہر ایک کے لیے ہدایت ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ وہ جب چھوٹے چھوٹے تاریخی حوادث ذکر کرتا ہے، اُن واقعات وحوادث پر زور دیتا ہے اور انہیں بار بار دہراتا ہے تو اس سے اُس کے سامنے کون سا مقصد ہوتا ہے؟ اور ایک چھوٹا سا جزوی حادثہ ذکر کرنے کا موجب کیا ہے؟ جیسے گائے ذبح کرنے کا واقعہ۔ اور یہ کہ اس ضمن میں اُس نے گائے کے تمام اوصاف تفصیل سے ذکر کیے ہیں۔۔۔اور اس عظیم سورت کا نام ہی ''البقرہ'' رکھ دیا گیا؟۔۔۔

پھر قرآن عام طور پر اربابِ عقل وشعور کی رہنمائی کرتا ہے اور بہت سی جگہوں پر ''افلاَ

---

(۱)''پھر جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے جھک جاؤ تو سب جھک گئے مگر ابلیس نے انکار کیا''(البقرۃ:34)

(۲)''اللہ تمہیں ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے۔''(البقرۃ:67)

(۳)''مگر ایسی نشانیاں دیکھنے کے بعد بھی آخر کار تمہارے دل سخت ہو گئے، پتھروں کی طرح سخت، بلکہ سختی میں کچھ اُن سے بھی بڑھے ہوئے''(البقرۃ:4)

Marfat.com

یَعْقِلُوْنَ" جیسے جملے ذکر کرتا ہے، یعنی عقل کو بہت زیادہ اہمیت دیتا ہے، جبکہ آدم کے آگے فرشتوں کے جھکنے کا واقعہ محض ایک غیبی امر ہے جسے عقل قبول کرنے کے لیے تیار ہی نہیں ہوتی، اِلّا یہ کہ کوئی انتہائی مضبوط ایمان، اطمینان اور تسلیم و رضا کی دولت سے نواز دیا جائے۔

پھر قرآن پتھروں میں اتفاقاً وقوع پذیر ہونے والے طبعی حالات کو جو اس قدر اہمیت دیتا ہے، اُس میں کون سا ہدایت کا پہلو پایا جاتا ہے؟

اور جو نکتے الہام ہوئے اُن کی صورت کچھ اس طرح ہے:

پہلا نکتہ:

قرآنِ حکیم میں بہت سے جزوی حوادث و واقعات کا ذکر ہے، لیکن ہر حادثے یا واقعے کے پیچھے ایک عظیم الشان کُلّی دستور اور عالمگیر اصول چھپا ہوا ہے، مثلاً آیتِ کریمہ ﴿وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَآءَ كُلَّهَا﴾، کہ آدم علیہ السلام کو جو اسماء کی تعلیم دی گئی وہ اُن کا فرشتوں کے سامنے ایک معجزہ تھا، جس سے مقصود یہ تھا کہ اُن میں خلافت کی جو استعداد تھی اُسے ظاہر کیا جائے۔ اور یہ چیز اگرچہ ایک جزوی حادثہ ہے لیکن ایک "کُلّی دستور" کا حصہ ہے، اور وہ کُلّی دستور یہ ہے کہ:

انسان جو کہ ہمہ گیر استعداد کا مالک ہے، اِسے بے حد و حساب علوم سکھا دینا اور تمام کائنات کا اِحاطہ کر لینے والے بے شمار فنون سے مزین کر دینا، اور اِس پر مزید یہ کہ اُسے خالقُ الکریم کی صفات اور اُس کے پُر حکمت افعال پر مشتمل بہت سے معارف سے آراستہ کر دینا۔۔۔ یہی وہ تعلیم ہے جس نے انسان کو امانتِ کُبریٰ کی ذمہ داری اُٹھانے کے باب میں نہ صرف فرشتوں پر بلکہ آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں پر بھی فضیلت حاصل کر لینے کا اہل بنا دیا ہے۔

قرآن جہاں زمین پر انسان کی معنوی خلافت کا ذکر کرتا ہے وہاں اس بات کی بھی وضاحت کرتا ہے کہ فرشتوں کا آدم کو سجدہ کرنا اور شیطان کا اُسے سجدہ نہ کرنا اگرچہ ایک

Marfat.com

جزوی اور غیبی واقعہ ہے لیکن اس میں ایک بہت کُلی اور بہت وسیع قسم کا کُھلی آنکھوں نظر آنے والا دستور پایا جاتا ہے۔ اور پھر یہ عین اُسی وقت ایک اور بہت بڑی حقیقت کا احساس دلاتا ہے، اور وہ یہ کہ قرآن کریم جب یہ بتاتا ہے کہ فرشتوں نے حکم کی اِطاعت کی اور آدم علیہ السلام کی شخصیت کے سامنے سرنگوں ہو گئے لیکن شیطان نے تکبر کیا اور انہیں سجدہ نہ کیا، تو اِس سے وہ یہ بات ذہن نشین کراتا ہے کہ کائنات میں پائی جانے والی اکثر مادی انواع واقسام اور اُن کے غیر مادی اور روحانی نمائندے اور نگران و نگہدار۔۔۔ یہ سب کی سب چیزیں انسان کے تمام حواس کو مکمل فائدہ دینے کے لیے مسخر اور تیار کی گئی ہیں اور یہ سب انسان کی تابع فرمان ہیں۔۔۔ اور وہ چیز جو انسان کی فطری استعداد کو برباد کرتی ہے اور اُسے برائیوں اور گمراہیوں میں کھینچ لاتی ہے وہ شریر مادے اور ان کے خبیث نمائندے اور ان میں سکونت رکھنے والے خبیث رہائشی ہیں، یہ شیطان صفت نمائندے ان شریر مادوں کو خوفناک دشمنوں اور ضدی قسم کی رکاوٹوں کا روپ دے دیتے ہیں جو انسان کی ترقیوں کے راستے روک لیتے ہیں اور اسے بلندیوں کی طرف چڑھنے نہیں دیتے۔

اور پھر جب قرآن آدم علیہ السلام کے ساتھ ہونے والی اُس بات چیت یا بحث کا ذکر چلاتا ہے جو ایک جزوی واقعہ ہے اور فردِ واحد یعنی آدم علیہ السلام کے ساتھ ہی پیش آیا، تو اِس بات چیت کو صرف فردِ واحد کے ساتھ پیش آنے والا واقعہ شمار نہیں کرتا ہے بلکہ وہ اسے ایک ایسی بلند پایہ اور قیمتی بات چیت کا درجہ دیتا ہے جو تمام کائنات اور تمام نوع انسانی کے ساتھ ہوئی۔ یعنی آدم علیہ السلام نے تمام کائنات اور نوعِ انسانی کی صرف نمائندگی کی ہے۔

دوسرا نکتہ:

یہ بات تو سب جانتے ہی ہیں کہ مصر کی سرزمین بنجر اور بے آب و گیاہ ہے؛ کیونکہ وہ صحرائے کُبریٰ کا ایک حِصّہ ہے، لیکن دریائے نیل کی برکت سے انتہائی زرخیز اور قابل

Marfat.com

زراعت اور بہت زیادہ پیداوار اور محصولات کا ذریعہ بن گئی ہے، اور یوں ایسے تپتے ہوئے بے آب و گیاہ صحراء کے پہلو میں ایسی جنت نظیر زمین کے وجود نے اہل مصر کو زراعت اور کاشت کاری کا ایسا والہ وشیدا بنا دیا ہے کہ یہ پیشہ ان کی طبیعتوں میں رچ بس گیا ہے، اس حد تک کہ زراعت ان کے ہاں ایک آسمانی اور مقدس پیشہ بن گئی تھی اور اسی وجہ سے گائے اور بیل بھی اُن کے ہاں تقدّس کا درجہ اختیار کر گئے تھے بلکہ معاملہ یہاں تک جا پہنچا تھا کہ اہلِ مصر نے _ اُس دور میں _ گائے اور بیل کو اتنا تقدس دیا تھا کہ ان کی پوجا تک کرتے تھے۔ بنو اسرائیل چونکہ اسی علاقے اور اسی ماحول میں پروان چڑھے تھے اس لیے اس چیز کا ان کی طبیعتوں پر بھی گہرا اثر پڑا جیسا کہ گائے کے بچھڑے والے مشہور واقعے سے پتا چلتا ہے۔

یُوں قرآن کریم ہمیں ایک گائے کو ذبح کرنے کے واقعے سے بتاتا ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی رسالت کے ذریعے گائے کی عبادت کے مفہوم کو ذبح کر دیا تھا، وہ مفہوم جو اُس اُمت کی رگوں میں سرایت کر گیا تھا اور ان کی قابلیتوں اور صلاحیتوں میں گھر کر گیا تھا۔ پس قرآن کریم اِس جُزوی حادثے کے ذریعے اپنے معجزانہ اُسلوب کے ساتھ ایک کلی دستور اور حکمت کا ایک ایسا ضروری سبق ذہن نشیں کراتا ہے جسے ہر آدمی کو ہر وقت ضرورت ہے۔

اب اسی پر قیاس کرتے ہوئے یہ بات سمجھ لو کہ:

قرآن حکیم میں جن جُزوی حوادث و واقعات کا ذکر تاریخی واقعات کی صورت میں ہوا ہے، وہ سب کے سب کچھ کُلّی دساتیر اور ہمہ گیر قوانین کا ایک پہلو یا حصہ ہیں جن کی خبر اُس جزوی واقعے سے ملتی ہے، یہاں تک کہ موسیٰ علیہ السلام کا قصہ جو قرآن کریم کی بہت سی سورتوں میں بار بار دہرایا گیا ہے، ہم نے اپنے اعجازُ القرآن کے بارے میں لکھے ہوئے رسالے ''اللوامع'' میں بطورِ مثال اس کے ساتوں جملوں کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا

Marfat.com

ہے کہ: کس طرح ان جزوی جملوں کا ہر جزء کسی نہ کسی اہم کلی دستور پر مشتمل ہے!۔۔۔آپ چاہیں تو اُس کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

تیسرا نکتہ:

میں نے جب اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھا:

﴿ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْأَشَدُّ قَسْوَةً ☆ وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهَارُ☆ وَإِنَّ مِنْهَالَمَايَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ☆ وَإِنَّ مِنْهَالَمَايَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ☆ وَمَااللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّاتَعْمَلُوْنَ﴾(۱)

تو وسوسہ انداز شیطان نے کہا:

عام چٹانوں کے فطری اور طبعی حالات کے بارے میں تقریباً ہر کوئی جانتا ہے، لیکن قرآن نے اسے اس طرح بیان کیا ہے جیسے یہ کوئی بڑا عظیم الشان مسئلہ ہے، کسی گہرے مسئلے کا اور اس واقعے کا آپس میں کیا جوڑ ہے؟ اس واقعے کو کس مناسبت کی وجہ سے ذکر کیا گیا ہے؟ اور اس واقعے کو ذکر کرنے کی خاص وجہ یا ضرورت کیا تھی؟

اس شبہے کی راہ روکنے کے لیے میرے دل میں قرآن کریم کے فیضان سے یہ الہام ہوا:

جی ہاں! یہاں تعلق بھی ہے، سبب بھی ہے، وجہ بھی ہے، مقصد بھی ہے اور ضرورت بھی ہے، بلکہ تعلق بڑا گہرا ہے، معنی بڑا اہم ہے، اور حقیقت اتنی ضروری اور عظیم ہے کہ قرآن کریم کے معجزانہ ایجاز اور رہنمایانہ انداز کے لیے ہی ممکن ہے کہ اُسے آسانی کے ساتھ ذہن نشیں کرادے۔۔۔

---

(۱) پھر تمہارے دل (ایسی نشانیاں دیکھنے کے بعد بھی) سخت ہو گئے، پتھروں کی طرح سخت، بلکہ سختی میں کچھ اُن سے بھی بڑھے ہوئے، کیونکہ پتھروں میں سے تو کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جس میں سے چشمے پھوٹ بہتے ہیں، کوئی پھٹتا ہے اور اس میں سے پانی نکل آتا ہے، اور کوئی خدا کے خوف سے لرز کر گر بھی پڑتا ہے۔ اللہ تمہارے کرتوتوں سے بے خبر نہیں ہے۔ (البقرۃ:74-76)

Marfat.com

ایجاز و اختصار جو کہ اِعجاز کی ایک اہم بنیاد ہے۔ اسی طرح لُطفِ ارشاد یعنی باریک بینی سے رہنمائی کر دینا اور حُسنِ اِفہام یعنی خوبصورت انداز ے سے کسی بات کو ذہن نشیں کرادینا، ان دونوں چیزوں (ایجاز و اختصار +لطفِ اِرشاد اور حُسنِ افہام) کا تقاضا یہ ہے کہ کُلّی حقائق اور عمومی اور ہمہ گیر لیکن گہرے اصول وقوانین ایسی جُزوی صورتوں میں بیان کیا جائے جو عوام کی اُس اکثریت کے ہاں مانُوس اور جانی پہچانی سی ہوں جسے قرآن مخاطب کرتا ہے۔ اور اس بات کا خیال رکھا جائے کہ ایسے سیدھی سادی سوچ فکر کے حامل لوگوں کے لیے ایسے عظیم الشان حقائق کی سیدھے سادھے انداز میں صرف چند سادہ اور آسان سی صورتیں ہی بیان کی جائیں، یعنی تفصیلات سے اجتناب کیا جائے۔

مزید یہ کہ زیرِ زمین کام کرنے والی اِلٰہی تدبیریں اور ربانی کاروائیاں جو بالکل غیر معمولی، عام روش سے ہٹ کر اور عام آدمی کی سوچ فکر کی گرفت سے باہر ہیں لیکن اُن پر معمولات اور عام روٹین کا پردہ پڑا ہوا ہے جس کی وجہ سے وہ عام سی کاروائیاں لگتی ہیں؛ چاہیے یہ کہ ایسی چیزوں کو بھی مختصر طریقے سے بیان کیا جائے۔

اسی راز کی بنا پر قرآن حکیم ان آیات میں کہتا ہے کہ: اے بنی اسرائیل! اور اے بنی آدم! تم پر کون سی شامت آپڑی ہے کہ تمہارے دل پتھر سے بھی زیادہ سخت، ٹھوس اور کرخت ہوگئے ہیں! کیا تم دیکھتے نہیں کہ زمین کے نیچے پتھروں کی صورت میں پائی جانے والی انتہائی سخت اور کٹھور چٹانیں اللہ تعالیٰ کے احکامات کی مکمل طور پر اطاعت گزار ہیں اور پروردگار کی تمام کاروائیوں کی تعمیل میں سرنگوں ہیں؟ تو جس طرح اللہ کے اَوامر و احکام درختوں اور جڑی بوٹیوں کی تکوین وتشکیل کے لئے ہوا کے اندر مطلق سہولت کے ساتھ جاری وساری ہیں، اُسی طرح اس کے اوامر واحکام زمین کے نیچے پائے جانے والی ٹھوس، سخت اور کٹھور چٹانوں کے بارے میں بھی اُسی سہولت اور کامل انتظام کے ساتھ چلتے ہیں۔ حتیٰ کہ

Marfat.com

زمین کے نیچے پائی جانے والی نالیوں اور رگوں ریشوں میں پانی اس کامل حکمت اور انتظام سے چلتا ہے کہ ان پتھروں اور چٹانوں کی طرف سے اُسے راستے میں کسی قسم کی رکاوٹ کا سامنا نہیں کرنا پڑتا ہے، چنانچہ اِن میں پانی ایسے بے تکلفی سے بہتا چلا جاتا ہے جیسے شریانوں میں خون بغیر کسی رکاوٹ اور مزاحمت کے دوڑتا پھرتا ہے(۱) جس طرح درختوں اور دیگر پودوں کی شاخیں باہر کھلی ہوا میں آسانی سے پھیلتی ہیں اسی طرح نازک اور پتلی پتلی جڑیں امرِ ربانی سے انتہائی نظم وضبط کے ساتھ زمین کے نیچے پائی جانے والی ٹھوس چٹانوں میں بغیر کسی روک رکاوٹ کے آسانی کے ساتھ پھلتی پھولتی اور پھیلتی ہیں۔

تو قرآن کریم اس آیتِ کریمہ کے ذریعے ایک بہت وسیع حقیقت کی طرف اِشارہ کرتا ہے اور سخت اور کرخت دل لوگوں کو مخاطب کر کے انہیں وہ حقیقت سمجھاتا ہے اور رمزًا یہ کہتا ہے کہ:

اے بنی اسرائیل اور اے بنی آدم! انتہائی کمزور، بے بس اور فقر و عجز کے پیکر

---

(۱) جی ہاں، زمین کے اس چلتے پھرتے ہیبت ناک محل کا بنیادی پتھر اور دار و مدار یہ چٹانوں کا سلسلہ ہی ہے۔ اُس فاطرِ جلیل نے اِن چٹانوں کو تین اہم ذمہ داریاں سونپی ہوئی ہیں۔ اور اِن ذمہ داریوں کے بارے میں وضاحت سے بتانا صرف قرآن کو ہی زیب دیتا ہے۔۔۔

پہلی ذمہ داری: یہ قدرتِ الٰہیہ سے اپنی گود میں مٹی کی دیکھ بھال کرتی اور اُسے پروان چڑھاتی ہیں اور مٹی اپنی باری پر قدرتِ ربانیہ سے پودوں اور جڑی بوٹیوں کے لئے ممتا کی ذمہ داری نبھاتی ہے۔

دوسری ذمہ داری: یہ زمین کے جسم میں انتہائی منظم طریقے اور پورے سلیقے سے پانی کو گردش میں رکھتی ہیں، بالکل ایسے جیسے ہمارے جسموں میں خون گردش کرتا ہے۔

تیسری ذمہ داری: یہ نہروں، دریاؤں اور چشموں کے لئے ایک تالاب اور ڈیم کا کام دیتی ہیں، خواہ انہیں اپنی پشتوں پر لاد کر محفوظ رکھیں خواہ انتہائی گہرے اور منظم توازن کے ساتھ انہیں جاری و ساری رکھیں۔

جی ہاں، چٹانیں اپنے بھرے ہوئے مونہوں سے پوری قوت کے ساتھ جو حیات خیز پانی بہاتی ہیں، اپنے اس عمل سے وہ سطحِ زمین پر وحدانیت کے دلائل بکھیرتی اور توحید کی شہادتیں رقم کرتی ہیں۔ مؤلف۔

Marfat.com

ہونے کے باوجود تم اپنے سینوں میں کس طرح کے دل اٹھائے پھرتے ہو؟ یہ دل جو اپنی قساوت وسنگدلی سے اُس جلالت مآب آقا کے احکام کی نافرمانی کرتے ہیں جس کے آگے ان ٹھوس اور ہولناک چٹانوں کے تہ بہ تہ طبقے بھی سرنگوں ہیں اور اس کے حکم سے سرتابی نہیں کرتے ہیں؟ یہ چٹانیں اگر چہ زمین کے اندھیروں میں گم نام پڑی ہیں لیکن اپنی بلند قدر ڈیوٹی کو انتہائی خاموشی، رضامندی، فرمانبرداری اور اطاعت گزاری سے ادا کر رہی ہیں بلکہ یہ چٹانیں زمین پر چلنے پھرنے والی تمام زندہ مخلوقات کی ضروریاتِ حیات کے لیے سٹور ہاؤس کا کام دیتی ہیں، حتی کہ یہ پُر جلال اور پُر حکمت قُدرت کے ہاتھ میں ایسے نرم وگداز ہو جاتی ہیں جیسے شہد کی موم ہو۔ اور اس طرح یہ اُن تقسیمات کے لیے وسائل وذرائع کا کام دیتی ہیں جو عدل وانصاف اور حکمت سے انجام پاتی ہیں، بلکہ یہ بادِ نسیم کی طرح نرم وملائم ہو جاتی ہیں۔ جی ہاں! یہ چٹانیں اللہ جلّ جلالہ کی پُر عظمت قدرت کے سامنے دائمی سجدے میں ہیں۔

یہ مضبوط اور منظّم مصنوعات جو سطح زمین پر ہمارے سامنے کھڑی ہیں، اور ان کے بارے میں کام کرنے والی باری تعالیٰ کی پُر حکمت اور پُر عنایت تدابیر ہیں، یہ تمام تدابیر بھی بعینہ اِسی طرح زمین کے نیچے ہی کام کرتی ہیں، بلکہ ان میں جو حکمت اِلٰہیہ اور عنایتِ ربانیہ جلوہ گر ہے وہ نظم ونسق کے حساب سے اُس سے بھی عجیب تر اور حیرت افزا ہے جو ان چٹانوں میں کارفرما ہے۔

اچھی طرح غور کرو اور دیکھو کہ: سخت ترین، مضبوط ترین اور استوار و پائدار ترین چٹان بھی تکوینی اوامر کے سامنے موم کی طرح پگھل جاتی ہے اور اِن اِلٰہی مُلازموں یعنی رقیق پانیوں، دقیق جڑوں اور ریشم کی طرح لطیف ریشوں کے مقابلے میں کسی قابلِ ذکر مقاومت، مزاحمت یا قساوت کا اظہار نہیں کرتی ہیں، حتی کہ ایسے لگتا ہے جیسے یہ دل جلی عاشق

Marfat.com

ہوں جوان نازک اندا موں کی انگلیوں کے چھوتے ہی اپنا دل چیر دیتی ہیں اور نرم و گداز مٹی بن کران کے راستے میں بچھ جاتی ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿وَاِنَّ مِنۡهَا لَمَا يَهۡبِطُ مِنۡ خَشۡيَةِ اللّٰهِ﴾ ہے، یہ بھی ایک بہت بڑی حقیقت کے ایک جزء کو آشکار کرتا ہے، اور وہ یہ ہے کہ:

سطحِ زمین پر پائے جانے والے وہ پہاڑ جو پہلے مائع یا سیال مادے کی شکل میں تھے پھر جم کر ٹھوس ہو گئے اور سخت چٹانوں کے ایک ضخیم بلاک کا روپ دھار گئے، یہ پہاڑ اُن جلالی تجلیات کے طفیل ریزہ ریزہ اور پارہ پارہ ہو جاتے ہیں جو زمین میں رونما ہونے والے زلزلوں اور دیگر انقلابات کی صورت میں ظہور میں آتی ہیں، بالکل ایسے جیسے وہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر بکھر گیا تھا جس پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اُس وقت تجلی فرمائی تھی جب موسیٰ علیہ السلام نے اُس سے یہ فرمائش کی تھی کہ مجھے اپنا دیدار کراوٴ۔

یہ چٹانیں اُس کے جلال کی تجلیات کے ظہور سے سراپا خوف وخشیت ہو کر پہاڑوں کی بلند و بالا چوٹیوں سے نیچے آ گرتی ہیں اور ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جاتی ہیں، چنانچہ ان کا کچھ حصہ مٹی بن جاتا ہے جس سے جڑی بوٹیاں اور درخت اور پودے اُگتے ہیں، اور کچھ حصہ پتھروں کی صورت میں برقرار رہتا ہے اور لڑھکتا ہوا نیچے وادیوں اور میدانوں میں جا گرتا ہے جسے زمین کے باسی مکانات کی تعمیر اور دیگر مفید کاموں میں استعمال کر لیتے ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی بیسیوں پر حکمت اور پر منفعت کام ایسے ہیں جن میں یہ استعمال ہوتے ہیں لیکن ہماری ظاہری آنکھوں سے وہ ہمیں نظر نہیں آتے ہیں۔

کہنا یہ ہے کہ یہ چٹانیں قدرتِ الٰہیہ کے سامنے ہمہ وقت سجدے میں اور حکمتِ الٰہیہ کے قوانین وضوابط کے سامنے سراپا اطاعت وانقیاد ہیں۔

اس سے پتا چلا کہ یہ سر بفلک مضبوط چٹانیں اللہ کے خوف سے جب اپنے بلند و بالا

Marfat.com

ٹھکانے چھوڑ کر انتہائی تواضع اور عجز وانکسار کی حالت میں نچلی جگہوں میں براجماں ہو جاتی ہیں، اور بڑے اہم قسم کے فوائد و منافع کا سبب بنتی ہیں، تو یہ تمام تبدیلیاں کوئی ایسا معاملہ نہیں ہے جسے عبث، بے کار اور بے فائدہ کہا جاسکے۔ اور پھر یہ کسی اندھے اتفاق کی وجہ سے بھی ظہور میں نہیں آتا ہے بلکہ اس کے پیچھے اُس قدیر وحکیم ذات کی انتہائی منظم اور پُر حکمت تدبیر کارفرما ہوتی ہے، اگر چہ بظاہر غیر منظم نظر آتا ہے۔

اِس بات کی دلیل وہ منافع ہیں جو ان چٹانوں کی ٹوٹ پھوٹ سے حاصل ہوتے ہیں۔ اور کمال انتظام اور حسنِ صنعت کے شاہکار اور رنگ برنگے خوشنما پھولوں اور پھلوں کی مینا کاریوں سے مزین اور منقش وہ جوڑے ہیں جو اس پہاڑ کے جسم پر بہائے جاتے ہیں جس سے یہ چٹانیں لڑھک کر نیچے گرتی ہیں۔

یہیں سے آپ یہ بات اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ حکمتِ الٰہیہ کی رُو سے یہ تینوں آیتیں کتنی بڑی اہمیت کی حامل ہیں!

اور اب آئیں ذرا اس چیز میں غور کرتے ہیں کہ قرآن نے ان مذکورہ تین حقائق کو جس طرح سے بیان کیا ہے وہ اسلوب بیان کتنی لطافت اور کتنی اعلیٰ پائے کی بلاغت کا حامل ہے یہ تینوں حقائق انتہائی جلیلُ القدر اور وُسعت بداماں ہیں، لیکن قرآن کریم انہیں تین فقروں میں اور تین مشہور اور مشہود واقعات میں بیان کر دیتا ہے۔ اور تین مزید واقعات کی طرف توجہ کروا دیتا ہے تا کہ وہ اہلِ عقل و دانش کے لیے عبرت کا سامان بنیں اور انہیں اس طرح کی حرکت سے اس طریقے سے روک دیں کہ جس کی مزاحمت نہ کی جاسکے۔

مثال کے طور پر وہ دوسرے فقرے یعنی ﴿وَاِنَّ مِنۡهَا لَمَا یَشَّقَّقُ فَیَخۡرُجُ مِنۡهُ الۡمَآءُ﴾ سے ایک تو اس چٹان کی طرف اشارہ کرتا ہے جو موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی کی ضرب سے انتہائی شوق سے دو ٹکڑے ہو گئی تھی اور اس سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے تھے۔ اور عین اسی وقت میں وہ ذہن میں یہ معنی بٹھاتا ہے کہ:

Marfat.com

اے بنی اسرائیل! بڑی بڑی ضخیم اور گرانڈیل چٹانیں جناب موسیٰ علیہ السلام کے صرف ایک معجزے کے طفیل پھٹ جاتی ہیں، نرم پڑ جاتی ہیں اور ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر جاتی ہیں اور ان معجزوں کے خشیت سے یا پھر ان سے ملنے والے سرور سے ان کی آنکھوں سے سیلِ رواں کی طرح آنسو جاری ہو جاتے ہیں، یہ سب کچھ دیکھتے بوجھتے ہوئے بھی تُم موسی علیہ السلام کے تمام معجزات کے مقابلے میں سرکشی کا مظاہرہ کیونکر کرتے ہو؟ تمہاری آنکھوں سے ایک آنسو نکلنا تو بڑی دور کی بات ہے اُلٹا یہ خشک ہو جاتی ہیں۔ اور تمہارے دل پسیجتے نہیں بلکہ سخت ہو جاتے ہیں!

اور تیسرے فقرے: ﴿وَاِنَّ مِنۡهَا لَمَا يَهۡبِطُ مِنۡ خَشۡيَةِ اللّٰهِ﴾ میں وہ جلیل القدر حادثہ یاد دلاتا ہے جو طور سینا میں اس دوران پیش آیا جب موسی علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ساتھ مناجات میں مصروف تھے، یعنی اللہ تعالیٰ کی وہ تجلی جو اُس نے پہاڑ پر ڈالی، اور جس سے وہ نرم وگداز اور ہموار ہو گیا اور اُس کی خشیت سے ریزہ ریزہ ہو کر اطراف میں بکھر گیا۔ وہ جب یہ واقعہ یاد دلاتا ہے تو عین اُسی وقت مندرجہ ذیل معنی و مقصد کی طرف بھی رہنمائی کرتا ہے:

اے قومِ موسی! تم اللہ کی نافرمانی سے احتیاط کیوں نہیں کرتے اور اس سے ڈرتے کیوں نہیں جبکہ سربلند پہاڑوں کی ٹھوس چٹانیں اس کی خشیت سے ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جاتی ہیں؟ عین اس وقت جب تم دیکھتے ہو کہ اُس نے تم سے عہد لیا تھا اور اُس نے تمہارے سروں پر کوہِ طور کو بلند کر کے تم سے عہد وفاداری لیا تھا۔ اور یہی پہاڑ اُس وقت تجلی کی تاب نہ لا کر ریزہ ریزہ ہو گیا تھا جب موسی علیہ السلام نے دیدار کی تمنّا کی تھی۔ لیکن تم اتنے دیدہ دلیر اور جرأت مند ہو گئے ہو کہ اس کے خوف وخشیت سے تمہارے جسموں پر کبھی کپکپی بھی طاری نہیں ہوئی، بلکہ تمہارے دل انتہائی سخت، کٹھور اور کرخت ہو گئے ہیں۔۔۔!

اور ﴿وَاِنَّ مِنَ الۡحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنۡهُ الۡاَنۡهٰرُ﴾ میں پہلے فقرے میں اشارتاً

Marfat.com

بابرکت دریائے نیل، دجلہ اور فرات کی یاد دلاتا ہے جو پہاڑوں کے اندر سے پھوٹتے ہیں۔ اور ساتھ ہی یہ بات بتاتا ہے کہ یہ پتھر تکوینی اُوامر کے سامنے مسخر اور اُن کے لئے معجزانہ اور غیر معمولی اطاعت وفرمانبرداری کی فضلیت سے مشرف ہیں۔ اور یوں بیدار اور ہشیار دلوں کے اندر یہ معنی بٹھاتا ہے کہ:

یہ ضخیم پہاڑ ایسے عظیم الشان دریاؤں کے حقیقی سرچشمے قطعاً نہیں ہو سکتے ہیں؛ کیونکہ اگر یہ پہاڑ اپنی تہوں سے لے کر چوٹیوں تک بھی مکمل طور پر پانی سے بھرے ہوئے ہوں، یعنی اگر یہ مخروطی حوض بن جائیں اور اُن دریاؤں کا سرچشمہ صرف وہی پانی ہو جو ان حوضوں میں ہے، تو بھی ایسے دریاؤں کو صرف چند مہینے تک ہی پانی مہیا کر سکیں گے؛ کیونکہ یہ دریا ہمہ وقت اور تیز رفتاری سے بہتے ہیں پھر بارشیں بھی ایسے دریاؤں کا سرچشمہ نہیں ہو سکتی ہیں؛ کیونکہ بارش کا پانی زیادہ سے زیادہ ایک میٹر تک زمین کے اندر جا سکتا ہے اس لئے ان بارشوں کی آمدنی بھی اتنی نہیں ہو سکتی جتنا پانی آگے خرچ ہوتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ان دریاؤں کا معاملہ کوئی معمول کا طبعی واقعہ نہیں ہے، اور ایسا اتفاقاً بھی نہیں ہو سکتا ہے، بلکہ وہ فاطرُ الجلیل انہیں صرف خزانہءغیب سے بہار ہا ہے اور انہیں غیر عادی، غیر معمولی اور مافوق الفطرت طریقے سے چلا رہا ہے۔ اِس چیز کی طرف ایک حدیث شریف میں بھی اشارہ ملتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ: ان تینوں دریاؤں میں ہر آن جنت سے پانی کے قطرے گرتے ہیں اِس وجہ سے یہ تینوں بابرکت ہو گئے ہیں۔ اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ ان تینوں دریاؤں کے سرچشمے جنت میں ہیں اور یہ وہیں سے پھوٹتے ہیں۔ (۱) اس روایت کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ:

---

(۱) عن ابی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "سِیحانُ و جیحانُ والفراتُ والنیل کلّ من أنهار الجنة" ''سیحون، جیحون فرات اور نیل، یہ سب دریا جنت سے پھوٹتے ہیں'' صحیح مسلم، کتاب الجنة۔ مترجم۔

Marfat.com

مادی اسباب ان دریاؤں کو جاری کرنے اور اس کو بھرپور انداز سے بہانے کے لیے نا کافی ہیں، اس لیے یہ ضروری ہے کہ ان کے سرچشمے کہیں عالمِ غیب میں ہیں، اور یہ رحمت کے کسی غیبی یا ان دیکھے خزانے سے آتے ہیں۔ یہی ایک صورت ہے جسے مانا جائے تو آمدن اور خرچ میں توازن اور تسلسل قائم رہ سکتا ہے۔ اور قرآن کریم ایک دلوں میں اتر جانے والا سبق دیتا ہے اور مندرجہ ذیل معنیٰ کی طرف توجہ دلاتا ہے:

اے بنی اسرائیل! اور اے بنی آدم!

تم اپنے دلوں میں پائی جانے والی سختی کی وجہ سے ربِ جلیل کے احکام و اوامر کی نافرمانی کرتے ہو اور اپنی غفلت کی وجہ سے تم اُس نور سے آنکھیں بند کیے ہوئے ہو اور اُسے پہچان نہیں پا رہے ہو جو اتنا پیارا نقش گر ہے کہ اُس نے مصر کی زمین کو گھنی چھاؤں والی جنت بنا دیا ہے، جس نے عظیم الشان اور بابرکت نیل اور اس جیسے دوسرے دریاوں کو ٹھوس اور چوڑی چکلی چٹانوں کے مونہوں سے جاری کر دیا ہے، اور اس طرح اس نے اپنی بے پناہ قدرت کے ہزاروں معجزات اور اپنی وحدانیت کے ہزاروں ایسے شواہد نمایاں کر دیے ہیں جو عظیم الشان دریاؤں کی مضبوطی کی طرح مضبوط اور ان کے شدید بہاؤ اور فیضان کی طرح نمایاں اور آشکار ہیں۔ وہ ان دلائل و شواہد کو کائنات کے دل میں بٹھاتا، زمین کے دماغ تک پہنچاتا اور جن وانس کے قلوب وعقول میں چلاتا ہے۔

پھر وہ _سبحانہ وتعالیٰ_ ان ٹھوس، جامد اور شعور سے عاری (۱) چٹانوں کو اس طرح بنا

---

(۱) دریائے نیل "جبلِ قمر" سے پھوٹتا ہے، اور دجلہ کا سب سے اہم چشمہ ترکی کے ایک شہر "وان" میں ایک پہاڑ کی غار سے نکلتا ہے جو کہ "مگس" نامی مقام پر واقع ہے۔ اور فرات کا سب سے بڑا سرچشمہ "دیادین" نامی جگہ پر ایک پہاڑ کے دامن سے نکلتا ہے۔ پہاڑوں کی اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک سیال مادے سے بنے ہیں جو جم کر پتھر بن گیا تھا، جیسے کہ یہ چیز سائنس کی ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔ اور اس پر رسول اللہ سے وارد ہونے والا ایک حمدیہ ذکر بھی دلالت کرتا ہے جس میں آپؐ نے فرمایا ہے: (بقیہ آئندہ صفحہ)

Marfat.com

دیتا ہے اور انہیں ایسی صلاحیت بخش دیتا ہے کہ یہ اُس کی قدرت کے معجزات کی حامل ہو جاتی ہیں اور اُس فاطرُ الجلیل کی ہستی پر ایسے دلالت کرتی ہیں جیسے سورج کی روشنی سورج پر دلالت کرتی ہے۔ جب ایسا ہے تو پھر تم اے بنی اسرائیل اور اے بنی آدم! تم اُس کی معرفت کے نور کو دیکھ کیوں نہیں پاتے ہو اور تمہاری آنکھوں کی بینائی کیا ہوگئی ہے؟

اب دیکھو! ان تینوں حقیقتوں کو کس طرح دیدہ زیب بلاغت کا جامہ زیب تن کرادیا گیا ہے! اور تعجب کی بات یہ ہے کہ آخر وہ کون سی ایسی سختی و کرختگی ہے جو اتنی حرارت والی بلاغت کے مقابلے میں ٹھہر جائے اور پاش پاش نہ ہوسکے؟۔۔۔

اِس مضمون کو اگر تُم اول سے لے کر آخر تک سمجھ گئے ہو، تو پھر قرآن حکیم کے دعوت و ارشاد کے معجزانہ اُسلوب کی ایک جھلک سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرو اور اس نعمت پر اپنے پروردگار کا شکر ادا کرو۔

(سبحا نک لا علم لنا الا ما علمتنا اِنک انت العلیم الحکیم).

اللھم فہِمنا أسرار القرآن کما تحب و ترضی و وفقنا لخدمتہ.. آمین، برحمتک یاارحم الراحمین. اللھم صل وسلم علی من أنزل علیه القرآن الحکیم وعلی آله وصحبه أجمعین.

(بقیہ گزشتہ صفحہ)

:"سبحان من بسط الارض علی ماء جمد ""پاک ہے وہ ذات جس نے زمین کو جمے ہوئے پانی پر بچھایا ہے"۔ یہ دونوں حقیقتیں اس چیز کی قطعی دلیل ہیں کہ زمین کی بناوٹ اس طرح سے ہوئی ہے کہ: پانی جیسا ایک مائع اور سیال مادہ اللہ کے حکم سے جم کر ٹھوس پتھر بن گیا، اور پتھر اِذن الٰہی سے مٹی بن گیا۔ مذکورہ ذکر میں جوارض یعنی زمین کا لفظ آیا ہے اس سے مراد مٹی ہے، اس معنی میں کہ وہ پانی (سیال مادہ) اتنا نرم اور لطیف ہے کہ اُس پر کوئی چیز ٹِک نہیں سکتی اور پتھر اپنی ذات میں اتنا سخت تھا کہ اس سے فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا تھا، اس لیے اُس حکیم الرحیم ذات نے پتھر کے اوپر مٹی بکھیر دی تاکہ زندہ مخلوقات اس پر رہائش رکھ سکیں۔ مؤلف۔

Marfat.com

بیسویں مقالے کا دوسرا مقام

قرآنی اعجاز کی ایک کرن جو انبیاء کے معجزات کے حسین چہرے پر جگمگا رہی ہے۔

(مضمون کے اختتام پر جو دو سوال اور دو جواب لکھے گئے ہیں انہیں ذرا زیادہ غور سے پڑھیں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ﴾(۱)

آج سے چودہ برس پہلے میں نے اپنی ''اِشاراتُ الاعجاز فی مظان الایجاز'' نامی تفسیر میں جو کہ عربی زبان میں ہے، بالخصوص اِس آیتِ کریمہ کے بہت سے اسرار میں سے صرف ایک سِرّ کے بارے میں ایک مضمون قلمبند کیا تھا۔ اور اب اپنے دو انتہائی عزیز بھائیوں کی فرمائش پر اُس مضمون کو مزید وضاحت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی توفیق پر اعتماد کرتا ہوا اور قرآن کریم کے فیضان کے بھروسے پر ترکی زبان میں لکھ رہا ہوں۔

آیت کریمہ میں جو لفظ (کتابِ مبین) وارد ہوا ہے: اس سے مراد ایک قول کے مطابق قرآن کریم ہے۔ چنانچہ اِس قول کے مطابق آیتِ کریمہ یہ واضح کرتی ہے کہ: قرآنِ کریم میں خشک وتر ہر چیز موجود ہے۔

کیا خیال ہے واقعی ایسا ہے؟

جی ہاں! بے شک قرآن میں ہر چیز ہے، لیکن اس میں ہر چیز کو دیکھ لینا ہر آدمی کے بس کی بات نہیں؛ کیونکہ قرآن کریم میں جتنی بھی چیزیں ہیں مختلف درجات وسطحات پر سامنے آتی ہیں چنانچہ کبھی کسی چیز کے بیج یا گٹھلیاں پائی جاتی ہیں۔

---

(۱) ''خشک وتر سب کچھ ایک کھلی کتاب میں لکھا ہوا ہے۔'' (الانعام:59)

Marfat.com

کبھی کسی چیز کا اجمالی نقشہ یا خلاصہ پایا جاتا ہے۔

کبھی کسی چیز کے دساتیر و قوانین بیان کیے جاتے ہیں۔

کبھی کسی چیز کی علامات ونشانات کا اشارہ کر دیا جاتا ہے اور ان تمام سطحوں میں ان چیزوں کا بیان کبھی صراحت سے کر دیا جاتا ہے، کبھی اشارے سے، کبھی رمز و کنایہ سے اور کبھی مُبہم طریقے سے کبھی تنبیہ کے طریقے سے۔ اور قرآن کریم یہ تمام اغراض و مقاصد اپنی بلاغت کے اسالیب کے ضمن میں ضرورت کے حساب سے اور موقع محل کی مناسبت اور حالات کے تقاضوں کے مطابق بیان کرتا ہے۔

مثال کے طور پر: ہوائی جہاز، بجلی، ٹرین، وائرلیس اور جدید سائنس اور ٹیکنالوجی کے اس جیسے دوسرے شاہکار جو سائنس اور انڈسٹری کے میدان میں انسانی ترقی کا ماحصل ہیں، یہ تمام ایجادات انسان کے فکر و نظر اور اہتمام کا دار و مدار بن گئی ہیں اور اس مادی زندگی میں اپنی خصوصی جگہ بنا چکی ہیں۔ اس وجہ سے قرآن کریم جو کہ تمام نوعِ بشری کو مخاطب کرتا ہے، انسانی زندگی کے اس پہلو کو نظر انداز نہیں کرتا، بلکہ وہ ان سائنسی معجزات کی طرف دو جہتوں سے اِشارہ کرتا ہے:

پہلی جہت: وہ جب اَنبیاء کرام کے معجزات کا ذکر کرتا ہے تو اُس ضمن میں سائنسی حقائق کی طرف اشارہ کرتا جاتا ہے۔

دوسری جہت: بعض تاریخی واقعات کا ذکر کرتے وقت ان کی طرف اشارہ کرتا چلا جاتا ہے۔

مثال کے طور پر مندرجہ ذیل آیات میں اُس نے ریل گاڑی کی طرف اشارہ کیا ہے:

﴿قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ ۝ اَلنَّارِ ذَاتِ الۡوَقُوۡدِ ۝ اِذۡ هُمۡ عَلَيۡهَا قُعُوۡدٌ وَّهُمۡ عَلٰى مَا يَفۡعَلُوۡنَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ شُهُوۡدٌ ۝ وَمَا نَقَمُوۡا مِنۡهُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ يُّؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ

Marfat.com

﴿اَلْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ﴾(۱)

اِسی طرح یہ آیت کریمہ ہے:

﴿فِی الْفُلْکِ الْمَشْحُوْنِ ○ وَخَلَقْنَالَهُمْ مِنْ مِثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ﴾ (۲)اور مندرجہ ذیل آیت کریمہ جہاں بجلی کے وجود کی طرف اشارہ کرتی ہے وہاں اس میں اور بھی بہتیرے انوار واسرار پنہاں ہیں:

﴿اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكوٰةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ○ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّیٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ (۳)لَاشَرْقِيَّةٍ وَّلَاغَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْلَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ○

(۱) یہ جملہ اس طرف اشارہ کر رہا ہے کہ وہ چیز جس نے عالم اسلام کو قیدیوں کی طرح محدود کر دیا ہے، ریل گاڑی ہے، ریل گاڑی کی وجہ سے کفار مسلمانوں پر غالب آچکے ہیں۔مؤلف۔(البروج:4-8)

''مارے گئے گڑھے والے، (اس گڑھے والے) جس میں خوب بھڑکتے ہوئے ایندھن کی آگ تھی، جبکہ وہ اس گڑھے کے کنارے پر بیٹھے ہوئے تھے اور جو کچھ وہ ایمان لانے والوں کے ساتھ کر رہے تھے اُسے دیکھ رہے تھے اور اُن اہلِ ایمان سے اُن کی دشمنی اس کے سوا کسی وجہ سے نہ تھی کہ وہ اس خدا پر ایمان لے آئے تھے جو زبردست اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے''۔

(۲)''ان کے لیے یہ بھی ایک نشانی ہے کہ ہم نے اُن کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کر دیا، اور پھر اُن کے لئے ویسی ہی سواریاں اور پیدا کیں جن پر یہ سوار ہوتے ہیں۔''(یٰس:41-42)

(۳)''اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے (کائنات میں) اُس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق میں چراغ ایک فانوس میں ہو، فانوس کا حال یہ ہو کہ جیسے موتی کی طرح چمکتا ہوا تارا، اور وہ چراغ زیتون کے ایک ایسے مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہو جو نہ شرقی ہو نہ غربی، جس کا تیل آپ ہی آپ بھڑک پڑتا ہو چاہے آگ اس کو نہ لگے، (اس طرح) روشنی پر روشنی (بڑھنے کے تمام اسباب پیدا ہوں گے) اللہ اپنے نور کی طرف جس کی چاہتا ہے رہنمائی فرماتا ہے۔''(النور:35)

(1) جملہ﴿يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْلَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٌ﴾ اس رمز پر بخوبی روشنی ڈال رہا ہے۔مؤلف۔

Marfat.com

﴿نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَشَاءُ﴾

بہت سے فاضل علماء نے اس موضوع یعنی تاریخی واقعات کے ضمن میں جدید سائنس اور ٹیکنالوجی کی طرف اشارہ کرنے والی آیات پر چونکہ بہت کچھ لکھا ہے اور اس کی وضاحت کے لیے کافی محنتیں کی ہیں، اور یہ بات بھی سب کو معلوم ہے کہ اس موضوع پر بحث کرنے کے لئے انتہائی گہرے فکر، تفصیلی نظر اور بہت زیادہ وضاحت درکار ہے، مزید یہ کہ اس پر وافر مقدار میں مثالیں موجود ہیں، اس لیے سرِ دست ہم یہ دروازہ نہیں کھولیں گے اور اِنہیں مذکورہ بجلی اور ریل کی طرف اشارہ کرنے والی آیات پر اکتفا کریں گے۔

رہی پہلی قسم یعنی جس میں قرآن پاک انبیاء کرام کے معجزے بیان کرتا ہوا سائنس اور ٹیکنالوجی کے حقائق کی طرف اشارہ کر جاتا ہے۔۔۔ تو اس میں سے ہم بطور نمونہ چند چیزیں ذکر کریں گے۔

مقدمہ

قرآن کریم اس بات کو بڑی وضاحت سے بیان کرتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو مختلف معاشروں کی طرف اِس لیے بھیجا گیا تا کہ وہ ہدایت کے ایسے امام بن جائیں جن کی لوگ اپنی روحانی اور اخلاقی ترقی کے باب میں اقتدا کریں۔ اور قرآن کریم ساتھ ہی یہ بھی بتاتا ہے کہ اللہ نے ان میں سے ہر پیغمبر کو کوئی نہ کوئی مادی معجزہ دیا تھا اور ان سب کو انسانی معاشرے کی مادی ترقی کے لئے معلم اور استاد بنایا تھا۔ مطلب یہ کہ وہ انسانی معاشرے کو یہ حکم دیتا ہے کہ وہ اپنے مادی اور معنوی تمام امور میں پیغمبروں کی مکمل پیروی کریں۔

قرآن کریم جب انبیاء کرام کے روحانی کمالات کے بارے میں بحث کرتا ہے تو اُس وقت انسان کو اُن خصالِ حمیدہ سے زیادہ سے زیادہ مزین ہونے پر ابھارتا ہے، جن سے

Marfat.com

انبیاء کرام مزین تھے۔ اسی طرح جب انسان کے اندر یہ شوق ابھارتا ہے کہ وہ انبیاء کرام کے ان معجزات کی تقلید کرے اور اشارتاً اُسے بتاتا ہے کہ ہُو بہُو ایسے تو نہیں، البتہ اِن جیسے غیر معمولی کام تمہارے ہاتھوں بھی انجام پا سکتے ہیں، بلکہ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ: یہ معجزے ہی کا ہاتھ ہے جس نے سب سے پہلے نوعِ انسانی کو مادی کمالات اور معمول سے ہٹ کر انوکھی قسم کی ایجادات کا تحفہ دیا ہے۔ بالکل ایسے جیسے اسے روحانی کمالات کا تحفہ دیا ہے۔

اب سفینہء نوح علیہ السلام کو ہی لے لیں، یہ جناب نوح علیہ السلام کا ایک معجزہ تھا۔ یوسف علیہ السلام کی گھڑی کو لے لیں، یہ ان کا ایک معجزہ تھی یہ دونوں چیزیں سب سے پہلے معجزے نے ہی اپنے ہاتھوں سے نوع انسانی کو تحفے میں دیں۔ اور اس چیز میں اِس حقیقت کی طرف ایک نہایت لطیف اشارہ پایا جاتا ہے، اور وہ یہ کہ جتنے بھی پیشہ ور لوگ ہیں وہ اپنے اپنے پیشوں میں کسی نہ کسی نبی کو اپنا قائد، پیش رَو اور اپنے پیشے کا بانی سمجھتے ہیں۔ مثال کے طور پر ملاّحوں اور جہاز رانوں نے نوح علیہ السلام کو اپنا قائد بنایا ہے، گھڑی سازوں نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو اپنا امام اور درزیوں نے سیدنا ادریس علیہ السلام کو اپنا مرشد بنایا ہے۔

یہ بات محقق علماءِ بلاغت کے ہاں بالاتفاق طے شدہ ہے کہ ایک ہی آیت کریمہ میں ارشاد و ہدایت کے کئی پہلو ہوتے ہیں اس لئے یہ بات ناممکن ہے کہ معجزات سے متعلقہ سب سے زیادہ تابناک آیات کا مقصد صرف تاریخی واقعات کو دُہرا دینا ہو، ایسا ہرگز نہیں ہے، بلکہ ان آیات میں بہتیرے ایسے معانی و مطالب پائے جاتے ہیں جو دِلوں کی تہوں میں اُتر جاتے ہیں اور نوعِ انسانی کی کامل رہنمائی کے لیے کافی ہیں۔

جی ہاں! قرآن جب انبیاء کرام کے معجزات بیان کرتا ہے تو اِس سے وہ ان تمام راہوں کی نشاندہی کر دیتا ہے جن پر گام فرسا ہو کر انسان سائنس اور ٹیکنالوجی کی آخری

Marfat.com

منزلوں تک پہنچ سکتا ہے۔ اور وہ اپنے اس انداز سے سائنس اور انسانی صنعت وحرفت کی اُن آخری حدود ومقاصد کی طرف اشارہ کر دیتا ہے جہاں تک نوع بشری کی رسائی ممکن ہو سکتی ہو۔ اس طرح وہ انسان کے لیے بعید ترین اہداف کا تعین کر کے اُسے وہاں تک پہنچنے اور اُن مقاصد کو حاصل کرنے پر ابھارتا ہے۔ کیونکہ جس طرح ماضی ایک ایسے سٹور کا حکم رکھتا ہے جس میں مستقبل کے بیج رکھے ہوئے ہیں، اور ایسے آئینے کا حکم رکھتا ہے کہ جس میں مستقبل کے حالات منعکس ہوتے ہیں، اِسی طرح مستقبل بھی ماضی کے بوئے ہوئے بیجوں کی فصل یا پیداوار اِس کی امیدوں کا آئینہ ہے۔

چنانچہ ہم بطورِ مثال اس وسیع وعریض سرچشمے سے بطور مثال کچھ نمونوں کا ذکر کریں گے:

﴿وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَرَوَاحُهَا شَهْرٌ﴾(۱)

یہ آیت کریمہ سیدنا سلیمان علیہ السلام کے معجزات میں سے ایک اہم معجزے کی خبر دے رہی ہے، اور وہ یہ ہے کہ ہوا آپ کے تابع فرمان کر دی گئی تھی، اور یہ کہ آپ نے دو مہینوں میں طے ہونے والی مسافت کو ہوا میں اُڑ کر صرف ایک دن میں طے کر لیا۔

پس یہ آیت اس بات کا اشارہ دیتی ہے کہ بنی نوع انسان کے سامنے ہوا میں اُڑ کر ایسی مسافتیں طے کرنے کے لیے راستے کھلے ہیں۔

اس لیے اے انسان! اس مرتبے پر پہنچنے کی کوشش کر اور جب تک راستہ تیرے سامنے صاف اور کھلا ہے تو اس مقام کے قریب ہونے کی تگ و دو کر۔

گویا کہ اللہ تعالیٰ اس آیت کے مفہوم کے بارے میں فرما رہا ہے:

---

(۱) اور سلیمان کے لئے ہم نے ہوا کو مسخر کر دیا، صبح کے وقت اس کا چلنا ایک مہینے کی راہ) تک اور شام کے وقت اُس کا چلنا ایک مہینے کی راہ تک۔" (سبا:12)

Marfat.com

''اے انسان! میرے بندوں میں سے ایک نے اپنی نفسانی خواہشات کو تیاگ کر دیا تو میں نے اُسے ہواؤں پر سوار کر دیا۔ اور تو بھی اے انسان! اگر نفسانی غفلت کو اپنے سے پرے پھینک دے گا اور کون و مکاں میں جاری و ساری میرے قوانین سے مناسب طور پر فائدہ اٹھائے گا، تو تیرے لیے بھی ہوا کی پشت پر بیٹھنا ممکن ہو سکتا ہے''

اور مثال کے طور پر یہ آیت: ﴿فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا﴾(۱)

یہ آیت کریمہ جناب موسی علیہ السلام کا ایک بہت بڑا معجزہ بیان کر رہی ہے۔ یہ آیت کریمہ اس بات کا اشارہ دے رہی ہے کہ: زمین کے اندر چھپے ہوئے رحمت کے خزانوں سے بالکل سادہ سے آلات کے ذریعے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے، بلکہ پانی جو کہ سر چشمہء حیات ہے اُسے بھی ایک لاٹھی کے ذریعے پتھر جیسی سخت اور مردہ زمین سے بہایا جا سکتا ہے۔

چنانچہ یہ آیت نوعِ انسانی کو اس معنی میں مخاطب کرتی ہے:

پانی جو کہ اللہ تعالٰی کی رحمتوں کے فیضانات میں سے ایک لطیف ترین فیضان ہے اسے تم ایک لاٹھی کی مدد سے حاصل کر سکتے ہو، اب تمہارا کام یہ ہے کہ اسے حاصل اور دریافت کرنے کے لیے پوری سنجیدگی سے بھاگ دوڑ کرو۔

پس اللہ تعالٰی انسان کو اس آیت کے رمزی معنی کے ذریعے مخاطب ہو کر کہتا ہے:

''اے انسان! میں جب اپنے ایک بندے کے ہاتھ میں جس نے مجھ پر اعتماد کیا ایک ایسی لاٹھی تھما سکتا ہوں جس سے وہ جہاں چاہے پانی بہا سکتا ہے، تو تُو بھی اے انسان! اگر میری رحمت کے قوانین پر اعتماد کرے گا تو اُس لاٹھی سے ملتا جلتا کوئی ایسا آلہ ایجاد کر سکتا

(۱) ''تو ہم نے کہا کہ فلاں چٹان پر اپنا عصا مارو، چنانچہ اُس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے'' (البقرة:60)

Marfat.com

ہے جس کے ذریعے زمین سے پانی نکالا جا سکے۔ جا اور ایسا آلہ ایجاد کرنے کی کوشش کر۔

آپ یہاں سے یہ بات اچھی طرح سے سمجھ سکتے ہیں کہ اس آیت نے کتنے سال پہلے اس بات کی خبر دے دی کہ انسان ایک ایسا آلہ ایجاد کر سکتا ہے جس کے ذریعے جگہ جگہ سے پانی نکالا جا سکے، اور یہی آلہ انسانی ترقی کے لیے ایک بہت بڑا وسیلہ ہوگا۔ بلکہ آیتِ کریمہ نے اس آلے کو استعمال کرنے اور اس سے اغراض و مقاصد حاصل کرنے کے ضمن میں اُن آخری حدود تک کی نشاندہی کر دی ہے جہاں تک انسانی فکر جا سکتی ہے، بالکل ایسے جیسے پہلے والی آیت نے اُن انتہائی نقطوں کی نشاندہی کر دی ہے جہاں تک انسانی فکر دورِ حاضر میں ہوائی جہاز وغیرہ کی ایجاد کی صورت میں پہنچ گئی ہے۔۔۔

اور مثال کے طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک معجزے سے متعلق یہ آیت:

﴿وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِ الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ...﴾(۱)

قرآن کریم جب نوعِ انسانی کو صراحتاً اُن بلند اخلاق و آداب کی پیروی کرنے پر اُبھارتا ہے جن سے جناب عیسیٰ علیہ السلام مزین تھے، تو رمزی طور پر اُس کے دل میں طبِّ ربانی جیسے اِس مقدس اور عالی شان پیشے کو اپنانے کی رغبت پیدا کرتا ہے۔

تو یہ آیتِ کریمہ اِس بات کا اشارہ دیتی ہے کہ:

"کسی ایسی دوا کا سراغ لگانا ممکن ہے جو پرانے سے پرانے اور ہٹیلے امراض سے شفا کا ذریعہ بن سکے، اس لیے اے انسان اور اے مصیبت زدہ بنی آدم! اُمید کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو؛ کیونکہ بیماری جیسی بھی ہو اس کی دوا بہر کیف موجود ہے اور اس کا علاج ممکن ہے، لیکن ہے کہاں؟ اس چیز کا کھوج لگانا تمہارا کام ہے، اس لیے اُٹھو اور اُسے تلاش کرو یقیناً پا

(۱) "میں اللہ کے حکم سے مادر زاد اندھے اور پھلبہری والے کو اچھا کرتا ہوں اور اس کے اذن سے مردے کو زندہ کرتا ہوں"۔ (آل عمران:49)

Marfat.com

لو گے، کمر ہمت باندھو اور جن پردوں کے نیچے وہ پوشیدہ ہے ان پردوں کو دُور ہٹا دو۔ صرف امراض پر ہی کیا موقوف ہے موت کو بھی _ اگرچہ تھوڑے سے وقت کے لیے ہو _ زندگی کا رنگ دینا ممکن ہے۔

گویا کہ اللہ تعالیٰ اس آیت کے اشاری معنی کی رُو سے کہہ رہا ہے:

اے انسان! میرا ایک بندہ جس نے میری خاطر یہ دُنیا چھوڑ دی تھی اور اس سے لا تعلق ہو گیا تھا، اپنے اس بندے کو میں نے دو تحفے دیے تھے:

ایک: رُوحانی بیماریوں کی دوا

دوسرا: مادی یا جسمانی بیماریوں کا علاج۔ چنانچہ مردہ دل اُس کی رہنمائی کی روشنی سے جی اُٹھتے ہیں اور قریبُ الموت مریض اُس کی پھونک سے شفایاب ہو جاتے ہیں۔ اور تُو اے انسان! تجھے بھی میری حکمت کی فارمیسی میں تیری ہر بیماری کی دوا مل سکتی ہے اِس لیے اس راستے میں جتنی کوشش کر سکتا ہے کر اور اس دوا کا سُراغ لگا اور اسے بے نقاب کر، اور اس بات کا یقین رکھ کہ اگر تلاش کرے گا تو ضرور پا لے گا۔

آپ دیکھ سکتے ہیں کہ یہ آیت اُن آخری قسم کے اہداف و مقاصد کی نشاندہی کرتی ہے جہاں تک نوعِ انسانی کی میڈیکل سائنس پہنچ سکتی ہے۔ اور انسان کی ہمت بندھاتی ہے اور اس کے دل میں یہ اہداف و مقاصد حاصل کرنے کا جذبہ اُبھارتی ہے۔

اور مثال کے طور پر یہ آیت: ﴿وَأَلَنَّا لَهُ الْحَدِيدَ﴾ (۱) ﴿وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ﴾ (۲)

یہ دونوں آیتیں خصوصی طور پر سیدنا داوٗد علیہ السلام کے معجزے کے ساتھ تعلق رکھتی

(۱) ہم نے اُس (داوٗد علیہ السلام) کے لیے لوہا نرم کر دیا۔ (سبا:10)

(۲) ''ہم نے اس کو حکمت عطا کی تھی اور فیصلہ کن بات کرنے کی صلاحیت بخشی تھی'' (ص:20)

Marfat.com

ہیں۔اور آیتِ کریمہ:﴿وَأَسَلْنَا لَهُ عَيْنَ الْقِطْرِ﴾(۱)

جناب سلیمان علیہ السلام کے معجزے کے ساتھ خاص ہے۔

اور یہ آیات اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ:

لوہے کو نرم کر دینا اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس ضمن میں ایک عظیم الشان نبی کی فضیلت بیان کر رہا ہے۔تو لوہے کو نرم کر کے گُندھے ہوئے آٹے کی طرح کر دینا، تانبے کو پگھلا دینا اور معدنیات کا انکشاف نوعِ بشری کی تمام صنعتوں کی جڑ اور اساس ہے، اور اس پہلو سے یہ چیز تمدّنی ترقیوں کی اصل بنیاد اور سرچشمہ ہے۔

کہنا یہ ہے کہ یہ آیت اشارتاً ہمیں یہ بتاتی ہے کہ لوہا اور تانبا جو کہ عام صنعتوں کا مرکز محور ہیں، ان دونوں کو گندھے آٹے کی طرح نرم گداز کر لینا، پگھلا کر ان کی تاریں اور دیگر اشیاء تیار کرنا: یہ چیز ایک نعمتِ عُظمیٰ کی حیثیت رکھتی ہے اور یہ نعمت اللہ تعالیٰ نے زمین کے ایک عظیم الشان خلیفہ اور پیغمبر کو ایک بہت بڑے معجزے کی صورت میں عطا کی تھی۔اور اللہ تعالیٰ نے جب ایک ایسے انسان کو اپنے خاص فضل و کرم سے نواز جو بیک وقت پیغمبر بھی تھا اور خلیفہ بھی، یعنی معنوی طور پر بھی حاکم تھا اور مادی طور پر بھی، اور جس کی زبان سے حکمت بھری اور فیصلہ کن گفتگو کے سوتے جاری کر دیے اور جس کے ہاتھ میں بے نظیر صنعت گری اور ہنر مندی کی صلاحیت رکھ دی، تو وہ نوعِ بشری کو واضح طور پر اس بات پر اُبھارتا ہے کہ گفتگو کا وہی حکیمانہ اور دانشمندانہ انداز اپناؤ جو میں نے اپنے اس بندے کو دیا تھا، اور اُسی ماہرانہ ہنر مندی اور کاریگری کے نمونے پیش کرنے کی کوشش کرو جو اُس کے ہاتھوں سے ظہور میں آتے تھے۔

پس اللہ تعالیٰ اس آیت کی اشاری تفسیر کی رُو سے فرماتا ہے:

(۱) سبا: 12

Marfat.com

''اے بنی آدم! میں نے اپنے ایک بندے کو جس نے میرے احکام و اوامر کی اطاعت کی اور میری عائد کردہ پابندیوں کے سامنے گردن جھکائی، میں نے اپنے اس بندے کی زبان اور دل کو حکمت سے مزیّن کردیا، چنانچہ وہ ہر چیز کے بارے میں دلیل اور بصیرت کی روشنی میں فیصلہ کرتا تھا۔

اور میں نے اس کے ہاتھ میں ایک ایسی دلکش حقیقت رکھ دی جس سے لوہا اس کے ہاتھ میں آتے ہی موم کی طرح نرم ہوجاتا تھا، اور یوں وہ اُسے جس شکل میں چاہتا تبدیل کر لیتا تھا اور جس سانچے میں چاہتا ڈھال لیتا۔۔۔ اور پھر وہ اس سے اپنی خلافت کے معاملات کو استوار رکھنے اور اپنی حکمرانی کو دوام دینے کے لیے قوت اور طاقت کشید کرتا تھا۔ اب چونکہ یہ کام ممکن ہے اور واقعہ میں ہو بھی چکا ہے اور اِس چیز کی تمہاری اجتماعی زندگی میں بہت زیادہ اہمیت اور ضرورت بھی ہے، تو تم بھی اے بنی آدم! اگر میرے تکوینی اوامر کی اطاعت اور فطری قوانین کی پیروی کروگے تو تمہیں بھی یہ حکمت، دانائی، ہنرمندی اور کاریگری عطا کی جاسکتی ہے اور پھر مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ تم بھی اس معجزے کے قریب قریب پہنچ جاؤ گے اور پھر تمہارے لئے بھی ایسا کرنا ممکن ہوجائے گا اور یہی لوہا تمہارے ہاتھوں میں بھی موم بن جائے گا۔

نوعِ انسانی صنعت و حرفت کے باب میں جو اپنی آخری خواہشوں سے ہمکنار ہوئی ہے، اور مادی قوت کے میدان میں اُس نے جو بے پناہ طاقت حاصل کرلی ہے، یہ سب لوہے کو نرم کرنے اور تانبے کو پگھلانے کی بدولت ہوا ہے۔ اِس آیت میں جو لفظ ''القطر'' استعمال ہوا ہے اس سے مراد تانبا ہے۔ پس یہ آیات نوعِ انسانی کی توجہ اسی حقیقت کی طرف مبذول کرواتی ہیں اور گزرے ہوئے اور موجودہ وقت کے اُن تمام کاہلوں اور کسلمندوں کی آنکھیں کھولتی اور انہیں بیدار کرتی ہیں جنہوں نے اِس حقیقت کو اہمیت نہیں دی اور اس کی

Marfat.com

قدر نہیں کی۔

اور مثال کے طور پر یہ آیت ﴿قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ...﴾(۱)

یہ آیت اس چیز کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ چیزوں کو دور دراز کی مسافتوں سے ــ عین اُسی صورت میں یا ان کی شبیہوں کی صورت میں ــ اپنے پاس لا حاضر کر لینا ممکن ہے؛ کیونکہ اس پر وہ غیر معمولی واقعہ دلالت کرتا ہے جو سیدنا سلیمان علیہ السلام کے دربار میں اُس وقت پیش آیا جب انہوں نے اپنے اس وزیر سے بلقیس کا تخت لانے کے لیے کہا جس کے پاس علمُ التحضیر یعنی چیزوں کو حاضر کر لینے کا گہرا علم تھا۔ اور اُس نے کہا کہ میں آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے اُس تخت کو لائے دیتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے جناب سلیمان علیہ السلام کو بادشاہت اور نبوت ایک ساتھ عطا کی تھی اور انہیں ایک ایسے معجزے سے مشرّف کیا تھا کہ جس کے ذریعے وہ بذاتِ خود بغیر کسی تکلیف اور مشقت کے اپنی رعایا کے حالات و واقعات اور مملکت میں ہونے والی ہر ظلم زیادتی کا مشاہدہ براہِ راست کر لیتے تھے۔ اور اس معجزے کی برکت سے وہ رعایا کے معاملات میں کسی قسم کی ناانصافی اور بیدادگری سے محفوظ رہتے تھے۔ اور یہ چیز مملکت کے چاروں کونوں میں عدل وانصاف کا جھنڈا لہرانے کا ایک مضبوط وسیلہ تھی۔

اب جو شخص بھی اللہ پر اعتماد کرے گا اور اُس کے فیصلوں پر مطمئن رہے گا، اور اپنی فطری قابلیت اور استعداد کی زبان کے ذریعے اُس سے سوال کرے گا اور اپنی زندگی میں سُنَنِ الٰہیہ اور عنایتِ ربانی کے مطابق چلے گا، یعنی اِلٰہی قوانین کی پابندی کرے گا تو ممکن

(۱) ''جس شخص کے پاس کتاب کا ایک علم تھا وہ بولا: میں آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے اسے لائے دیتا ہوں جونہی کہ سلیمان علیہ السلام نے وہ تخت اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا۔۔۔'' (النمل:40)

Marfat.com

ہے کہ یہ وسیع و عریض دنیا اُس کے سامنے ایک منظّم شہر کا روپ دھار جائے، جیسے کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام کے ساتھ ہُوا کہ جب انہوں نے نبوت کی معصوم زبان سے ملکہ بلقیس کے تخت کو اپنے سامنے حاضر دیکھنے کی درخواست کی تو وہ تخت لمحہ بھر میں _ بعینہ یا شبیہی صورت میں _ اُن کے سامنے پڑا تھا۔ یاد رہے کہ جناب سلیمان علیہ السلام اُس وقت شام میں تھے اور یہ تخت یمن کے شہر صنعاء میں تھا جو کہ ملکہ بلقیس کا پایۂ تخت تھا۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ دربار کے حاشیہ بردار جو اُس وقت تخت کے ارد گرد موجود تھے ان کی آوازیں سنائی دینے کے ساتھ ساتھ اُن کی تصویریں بھی دیکھی گئیں۔

تو یہ آیت کریمہ مخاطب ہو کر کہتی ہے کہ:

''اے حکمرانو! اور اے آدابِ جہانگیری کے رازدانوں! اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تمہاری مملکت میں چاروں طرف عدل و انصاف کا دور دورہ ہو تو پھر جناب سلیمان علیہ السلام کی اقتدا کرو، اور زمین کے اطراف و اکناف میں جنم لینے والے تمام حادثات و واقعات کا اُس کی طرح مشاہدہ کرو اور جائزہ لو۔ کیونکہ جو حکمران اپنی رعایا کو عزیز رکھتا ہے اور ان کے معاملات کا خیال رکھتا ہے وہ اپنے مقاصد صرف اسی صورت میں حاصل کر سکتا ہے جب وہ جس وقت چاہے اپنی مملکت کے کونے کونے سے آگاہی حاصل کر سکے۔ حقیقی انصاف صرف اِسی صورت میں بروئے کار آ سکتا ہے اور حکمران خود کو ضمیر کی ملامت سے بچا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس آیت کے رمزی معنی کی رُو سے یہ فرما رہا ہے کہ:

''اے بنی آدم! میں نے اپنے ایک بندے کو ایک وسیع و عریض مملکت کی حکومت عطا کی اور اُسے زمین کے تمام احوال و احداث کے بارے میں براہِ راست جانکاری کی صلاحیت بخش دی تا کہ وہ اپنی قلمرو میں مکمل طور پر انصاف نافذ کر سکے۔ اور میں نے چونکہ ہر

Marfat.com

انسان کو زمین میں خلیفہ بننے کی فطری قابلیت دی ہوئی ہے، اس لیے میں نے بلاشک اُسے۔ اپنی حکمت کے تقاضے کے پیشِ نظر۔ اُس لیاقت اور استعداد سے مالا مال کر دیا ہے جو اس کی فطری قابلیت سے میل کھاتی ہے؛ تاکہ وہ زمین کے اطراف واکناف کا مشاہدہ کر سکے اور جس چیز کا ادراک ہو سکتا ہو اس کا ادراک کر سکے اور ایک اکیلا انسان اگر اپنی اس انفرادی شخصیت کے بل پر اِس مرتبے پر نہ پہنچ سکے تو اتنا تو ضرور ہے کہ بنی نوعِ انسان مجموعی طور پر تو ایسے مرتبے تک پہنچ سکتی ہے۔ اگر یہ مادی طور پر نہ بھی پہنچ سکے تو اہل ولایت کی طرح رُوحانی طور پر پہنچ سکتا ہے۔ تو کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اے بنی نوعِ انسان! یہ نعمت جو تمہیں بخش دی گئی ہے اس سے فائدہ اٹھانا تمہاری استطاعت میں ہے، اس لئے پوری سنجیدگی سے میدان میں اُترو اور کمرِ ہمت باندھ کر تگ و دو میں لگ جاؤ تاکہ اس زمین کو ایک چھوٹے سے خوبصورت باغیچے کی شکل میں تبدیل کردو، پھر اس باغیچے میں چلو پھرو، اس کے ہر حصے اور کونے کھدرے کو دیکھو اور لطف اٹھاؤ، اس کے ہر کونے اور زاویے کے احداث و واقعات کے بارے میں سُنو اور معلومات حاصل کرو۔۔۔ یہ سب کچھ کرو لیکن ایک چیز مت بھولو، اور وہ یہ کہ تم اس کے بندے ہو اور تمہاری اصل ذمہ داری بندگی ہے۔

مندرجہ ذیل آیت پر غور کرو:

﴿هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا وَ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ وَ اِلَیْهِ النُّشُوْرُ﴾(۱)

آیت میں پائے جانے والے فرمانِ کو غور سے سُنو کہ: کس طرح انسان کے عزم کو ابھارنے اور اس کی ہمت کو بیدار کرنے کی طرف واضح اشارہ کر رہا ہے تاکہ وہ ایسے وسائل و

(۱) ''وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو تابع کر رکھا ہے، چلو اُس کے گوشوں میں اور کھاؤ خدا کا رزق، اسی کے حضور تمہیں دوبارہ زندہ ہو کر جانا ہے'' (الملک: 15)

Marfat.com

ذرائع کو بروئے کار لانے کا اہتمام کرے جن کے ساتھ گہری اور نازک ترین صنعت و حرفت اور سائنس اینڈ ٹیکنالوجی کے میدان میں ترقی کر کے دور دراز کے مقامات سے تصویریں اور آوازیں اپنے سامنے حاضر کر سکے۔ اب دیکھو اس آیت نے کس طرح دُور دراز کے مقامات سے تصویریں اور آوازیں اپنے سامنے حاضر کرنے کی آخری حدود کا تعین کر دیا ہے!

اور مثال کے طور پر یہ آیتیں: ﴿وَ آخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْأَصْفَادِ﴾ (۱) اور یہ آیت: ﴿وَمِنَ الشَّيَاطِيْنِ مَنْ يَغُوْصُوْنَ لَهُ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلاً دُوْنَ ذٰلِكَ وَ كُنَّا لَهُمْ حَافِظِيْنَ﴾ (۲)

یہ آیات کریمہ بتاتی ہیں کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے جنوں، شیطانوں اور دیگر خبیث روحوں کو اپنے تابع فرمان بنالیا تھا اور ان کے نقصان دہ پہلوؤں کو روک کر اُنہیں مفید کاموں میں استعمال کیا تھا، یعنی آیات کہتی ہیں:

جن جو کہ انسانوں کے بعد زمین میں بسنے والی دوسری اہم اور باشعور مخلوق ہیں، انسانوں کے خادم بن سکتے ہیں اور ان سے رابطہ اور ملاقات رکھنا ممکن ہے، بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ شیاطین انسانوں کے ساتھ دشمنی رکھتے ہوئے بھی مجبوراً اس کی خدمت کریں جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے ایک بندے کے لئے اس طرح سے مسخر کر دیا کہ وہ اُس کے ہر حکم پر بلاچون وچرا عمل کرتے تھے۔

مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ اس آیت کے رمزی معنی کی رُو سے انسان کو یوں مخاطب کرتا ہے:

---

(۱) ''اور دوسرے بہت سے شیاطین جو پابندِ سلاسل تھے۔'' (ص:38)

(۲) ''اور شیاطین میں سے ایسے بہت سوں کو اُس سلیمان کا تابع بنا دیا تھا جو اُس کے لئے غوطے لگاتے اور اس کے سوا دوسرے کام کرتے تھے۔ اُن سب کے نگران ہم ہی تھے'' (الانبیاء:82)

Marfat.com

''اے انسان! میں نے اپنے ایک اطاعت گزار بندے کے لیے شریر قسم کے جنوں اور شیطانوں کو اس طرح مسخر کر دیا تھا کہ وہ اس کے حکم کے آگے سرتابی نہیں کرتے تھے، پس اگر تو بھی خود کو میرے احکامات کے لیے مسخر اور اطاعت گزار بنادے تو ممکن ہے کہ جنّوں اور شیطانوں سمیت بہت سی مخلوق تیرے لئے مسخر ہو جائے''۔

یُوں یہ آیتِ کریمہ ہمارے لئے آخری حدوں تک پہنچنے کے لیے لائن کھینچتی، نشانِ راہ دیتی اور منصوبہ بندی کرتی ہے، اور ایسے بہترین اور سیدھے راستوں کا تعین کرتی ہے جن میں نفع ہی نفع ہے، بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر یہ آیات ہمارے سامنے ایک اور علم کے راستے کھول رہی ہیں، اور وہ ہے علم تحضیر الأرواح (Spiritualism)، یعنی روحوں کو حاضر کرنا اور ان سے گفتگو کرنا، اور جنوں کے ساتھ گفتگو کرنا جو کہ انسانی علوم وفنون یعنی سائنس اور آرٹ کے حسین امتزاج سے ٹپکا ہے اور انسان کی فوقُ العادت اور غیر معمولی مادی قوتوں اور روحانی احساسات سے ظہور میں آیا ہے۔ لیکن ایسے نہیں ہے جیسے عصرِ حاضر میں سمجھا جاتا ہے کہ اِن معاملات میں دلچسپی لینے والے لوگ ایک مذاق بن کر رہ گئے ہیں، بلکہ ایسے لوگ اُن جنوں کے ہاتھوں کھلونا بن کر رہ گئے ہیں جو کبھی کبھار مرے ہوئے لوگوں کے نام سے اِن کے پاس آکر انہیں اُلو بنا لیتے ہیں، اور شیطانوں اور خبیث روحوں کے اشاروں پر ناچتے ہیں۔ بلکہ یہ مقصد صرف اسی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے جب ان جنوں اور شیطانوں کو اُن کے شر سے محفوظ رہتے ہوئے قرآن کریم کے طلسم کی مدد سے قابو کیا جائے گا۔

پھر آیت کریمہ ﴿فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا﴾(۱)

(۱) ''ہم نے اس کے پاس اپنے اپنی روح (یعنی فرشتے) کو بھیجا اور وہ اس کے سامنے ایک پورے انسان کی شکل میں نمودار ہو گیا'' (مریم: 17)

Marfat.com

اوراس جیسی دوسری آیات جوکہ اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ روحیں کوئی ایسی صورت شکل اختیار کرسکتی ہیں جونظر آسکے۔اور پھر وہ آیات جو بتاتی ہیں کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے دیواور بھوت پریت اکٹھے کر کے اپنے قابو میں اور تابعِ فرمان کر لیے تھے، یہ تمام آیات جہاں یہ اشارہ دیتی ہیں کہ روحانی چیزیں کوئی نظر آنے والا روپ دھار سکتی ہیں، وہاں یہ اشارہ بھی دیتی ہیں کہ روحوں کو حاضر بھی کیا جا سکتا ہے۔ البتہ نیک اور پاکیزہ روحوں کو حاضر کرنے کی جس صورت کا اشارہ قرآن مجید دیتا ہے وہ صورت یا طریقِ کار وہ نہیں ہے جسے عصرِ حاضر میں کچھ لوگ استعمال کر رہے ہیں، یہ لوگ اپنے کھیل تماشے اور دل لگی کی جگہوں پر مردوں کی روحوں سے رابطہ کر کے انہیں حاضر کر لیتے ہیں۔ یہ عمل ایک بالکل معمولی اور بیہودہ مذاق ہے جواُن سنجیدہ اور معزز روحوں کے شایانِ شان ہرگز نہیں ہے جو دنیا میں سنجیدگی کی نمائندہ اور بیہودگی سے کوسوں دور اور نفور ہیں۔ بلکہ روحوں کو بلانا اُس طرح ممکن ہے جس طرح محی الدین ابن عربی جیسے اولیاء کرتے تھے، کہ وہ کسی اچھے سنجیدہ اور بامقصد کام کے لیے جب چاہتے تھے ان پاکیزہ روحوں کے روبرو ہو کر اُن سے بات چیت کر لیتے تھے، اور اس کے طفیل وہ اس طرح ہو گئے تھے کہ ان روحوں کے ساتھ ان کا رابطہ رہتا تھا، اُن کے لیے ان کے دلوں میں کشش رہتی تھی اور وہ ان کے ٹھکانوں پر پہنچ کر اور ان کی دنیا میں جا کر ان کی روحانیت سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ یہ ہے وہ Spiritualism جس کی طرف یہ آیات کریمہ اشارہ کرتی ہیں اور اپنے اس اشارے سے انسان کے اندر اس چیز کی رغبت اور شوق پیدا کرتی ہیں، ان مخفی علوم اور اعلیٰ مہارتوں کی آخری حدود کا تعین کرتی ہیں اور وہاں تک پہنچتی ہیں اور انہیں خوبصورت اور دلنشیں پیرائے میں پیش کرتی ہیں۔

اور مثال کے طور پر یہ آیات: ﴿اِنَّا سَخَّرۡنَا الۡجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحۡنَ بِالۡعَشِيِّ

Marfat.com

وَالْاِ شْرَاقِ﴾ (۱)

﴿یَاجِبَالُ أَوِّبِیْ مَعَهُ وَالطَّیْرَ وَأَلَنَّا لَهُ الْحَدِیْدَ﴾(۲)

اور﴿عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ﴾ (۳)

یہ آیاتِ کریمہ جو کہ سیدنا داؤدعلیہ السلام کے معجزات بیان کر رہی ہیں، اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اُن کی تسبیحات اور ذکر و اذکار ایسی عظیم الشان قوت، بلند آواز اور حسنِ ادا سے نواز دیا تھا جس سے پہاڑ بھی وجد و شوق میں جھوم اٹھتے تھے۔ گویا کہ پہاڑ بہت بڑے نقال تھے جو تسبیحات واذکار کو دہراتے تھے، یا پھر وہ بھاری بھرکم انسانوں کی طرح تھے جو ذکر کے حلقے میں حلقے کے رئیس کے اردگرد تسبیح بیان کر رہے ہوں۔

آپ کیا سمجھتے ہیں، کیا یہ بات حقیقت ہے؟ اور کیا واقعہ میں ایسا ہونا ممکن ہے؟!

جی ہاں! یہ ایک قطعی حقیقت ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ کئی غاروں پر مشتمل پہاڑ اپنی زبان کے ساتھ ہر انسان کے ساتھ ہمکلام ہو جائے اور اس کی زبان سے نکلے ہوئے ہر کلمے کو طوطے کی طرح دہراتا جائے؟ مثلاً اگر آپ کسی پہاڑ کے سامنے جا کر کہیں گے ''الحمد لله'' تو وہ بھی کہے گا: ''الحمد لله'' یعنی صدائے بازگشت کے ذریعے وہ اس آواز کی ہو بہو نقل اُتارے گا۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے جب یہ صلاحیت پہاڑوں کو عطا کر دی ہے تو اس قابلیت کو مزید بڑھایا اور پھیلایا جا سکتا ہے اور یہ مزید نکھر کر سامنے آسکتی ہے۔۔۔ بیج خوشہ بن سکتا ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے سیدنا داؤدعلیہ السلام کو رسالت کے ساتھ ساتھ چونکہ

---

(۱) ''ہم نے پہاڑوں کو اس کے ساتھ مسخر کر رکھا تھا کہ صبح وشام وہ اس کے ساتھ تسبیح کرتے تھے''۔(ص:18)

(۲) ''اے پہاڑو اور اے پرندو! اس کے ساتھ ہم آہنگی کرو، اور ہم نے لوہے کو اُس کے لیے نرم کر دیا''(سبا:10)

(۳) ''لوگو! ہمیں پرندوں کی بولیاں سکھائی گئی ہیں''۔(النمل:16)

Marfat.com

زمین کی خلافت بھی عطا کی تھی، اس لیے دونوں کی صلاحیت رکھنے والے اس بیج کی اُس نے اپنے ہاں خوب نشو ونما کی اور معجزانہ طریقے سے اُسے اس انداز سے پھل پھول لگائے جو ایک وسیع وعریض پیغمبری اور عظیم الشان حاکمیت کے حالات واطوار کے شایانِ شان ہو۔ حتی کہ مضبوط اور فلک بوس پہاڑ کسی بھی ایماندار سپاہی کی طرح، اور کسی بھی شاگرد اور مرید کی طرح اُن کے حکم پر لبیک کہتے تھے اور ان کا ذکر ہوتے وقت سر جھکاتے تھے۔ اور یوں یہ پہاڑ اُن کے حکم کے مطابق اور اُن کی زبان میں عظیم الشان خالق کی تسبیح کرتے تھے اور آنحضرت علیہ السلام جو بھی ذکر کرتے یا تسبیح کرتے تھے یہ پہاڑ بعینہ وہی چیز دہراتے تھے۔

جی ہاں! موجودہ دور میں رسل ورسائل اور نشرو اشاعت کے جو وسائل وذرائع ظہور میں آچکے ہیں، اُن کے بل پر فوج کا ایک کمانڈر اپنی مختلف پہاڑوں پر منتشر فوج سے ایک ہی وقت میں ''اللّٰہ اکبر'' کا نعرہ صادر کرواسکتا ہے۔ اور یہ منظر کچھ ایسے لگے گا جیسے خود پہاڑ بول رہے ہوں اور ''الله اکبر'' اور ''لا الہ الا اللہ'' وغیرہ جیسے الفاظ دہرا رہے ہوں۔ تو اگر انسانی فوج کا ایک قائد پہاڑوں پر بکھری ہوئی فوج کی زبان سے ''مجازی طور پر'' پہاڑوں کو بلوا سکتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے اُس رُعب دبدبے والے سپہ سالار کے بارے میں کیا خیال ہے؟ کیا وہ اِن پہاڑوں سے ''حقیقی'' گفتگو اور حقیقی تسبیح نہیں کروا سکتا ہے؟۔۔۔ اس پر مزید ہماری وہ وضاحت بھی سامنے رکھیں جو ہم نے کئی سابقہ مضمونوں میں کی ہے، اور وہ یہ کہ: ہر پہاڑ کی اپنی ایک خاص معنوی شخصیت اور شناخت ہے، اور اُس کی اپنی ایک خاص تسبیح ہے جو اُسی کے ساتھ میل کھاتی ہے، اور اس کی اپنی ایک خاص عبادت ہے جو اُس کی شخصیت کے ساتھ مطابقت رکھتی ہے۔ پس جس طرح ایک پہاڑ انسانی آواز کی بازگشت کے ذریعے تسبیح کرتا ہے، اُسی طرح اُس کی اپنے خالق الجلیل کے لئے کچھ ایسی تسبیحات بھی ہیں جنہیں وہ اپنی خصوصی زبانوں کے ساتھ ادا کرتا ہے۔

Marfat.com

اسی طرح یہ آیت: ﴿وَالطَّيْرَ مَحْشُورَةً﴾ (۱)

اور ﴿عُلِّمْنَا مَنطِقَ الطَّيْرِ﴾ (۲)

یہ آیات اس بات کی وضاحت کرتی ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سیدنا داؤد اور سلیمان علیہما السلام کو تمام قسم کے پرندوں کی بولیاں اور اُن کی قابلیتوں اور صلاحیتوں کی زبانیں سکھا دی تھیں، قابلیتوں اور صلاحیتوں کی زبان کا مطلب اِس بات کی سمجھ بوجھ تھی کہ کون سے کام ان کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں؟ اور یہ کہ اِن سے استفادہ کیسے ممکن ہے؟

جی ہاں! یہ حقیقت ایک بہت بڑی حقیقت ہے؛ کیونکہ جب یہ حقیقت ہے کہ سطحِ زمین اللہ تعالیٰ کا ایک رحمتوں بھرا دستر خوان ہے جو کہ انسان کی عزت وتکریم کی خاطر بچھایا گیا ہے، تو پھر یہ بات انتہائی ممکن ہے کہ وہ چرند پرند جو اس دستر خوان سے مستفید ہوتے ہیں وہ انسان کے لئے مسخر اور اس کے تابع فرمان ہوں، اس کے تصرف میں اور اُس کی خدمت میں ہوں۔ انسان جس نے شہد کی مکھی اور ریشم کے کیڑے سے خدمت لی ہے اور اس اِلہام سے نفع اٹھایا ہے جو اُن کی طرف اللہ نے کیا ہے، جس نے اپنے کئی معاملات میں پیغام رساں کبوتر کو استعمال کیا ہے، طوطے اور اس جیسے دیگر جانوروں کو بولنا سکھایا ہے اور اس طرح انسانی تہذیب وتمدن میں نئی نئی خوبصورتیوں کا اضافہ کیا ہے، تو پھر ایسا انسان جب پرندوں کی اور دوسرے جانداروں کی فطری استعداد اور صلاحیتوں سے واقف ہو جائے تو اُس کے لیے اس سے بھی زیادہ فائدہ اٹھانا ممکن ہے، اس حیثیت سے کہ ان جانداروں کی بہت زیادہ انواع واقسام اور بہت سے گروہ ہیں اور ہم اُن کی ہر نوع اور ہر قسم سے کوئی نہ کوئی فائدہ لازماً لے سکتے ہیں۔ بالکل ایسے جیسے اس نے پالتو جانوروں سے فائدہ

---

(۱) ''پرندے سمٹ آتے اور سب کے سب اس کی تسبیح کی طرف متوجہ ہو جاتے''۔ (ص:19)

(۲) ''ہمیں پرندوں کی بولیاں سکھائی گئی ہیں'' (النمل:16)

Marfat.com

اُٹھایا ہے، مثال کے طور پر: جب انسان اُن ٹلیروں کی صلاحیت کی زبان کا علم حاصل کر لے جو ٹڈیوں کو تباہ و برباد کرتے ہیں اور انہیں پھلنے پھولنے کے لیے زندہ نہیں رہنے دیتے ہیں۔ اور جب وہ اِن کے تمام معاملات اور کام کاج کو ترتیب دے لے گا تو پھر اُس کے لیے ممکن ہے کہ انہیں ان ٹڈرلوں کا صفایا کرنے کے لیے مسخر کر لے جو فصلوں کو تباہ و برباد کر دیتی ہیں۔ اگر وہ ایسا کرنے میں کامیاب ہو گیا تو سمجھو کہ اُس نے ان ٹلیروں سے بڑے اہم کاموں میں مفت کی خدمت لے لی۔

پرندوں اور دیگر جمادات کی صلاحیتوں کو سمجھ کر ان سے فائدہ اٹھانا، ٹیلیفون اور فونو گراف جیسے جمادات کو بُلوا لینا، یہ آیات ایسی چیزوں کی آخری حدود تلک خط کھینچتی ہیں اور اُن کے بعید ترین ہدف کا تعین کرتی ہیں، اور اُن سب کی سب سے عظیم الشان صورت کی طرف انگلی سے اشارہ کر کے اُس تک رسائی حاصل کرنے کا شوق دلاتی ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ ان آیاتِ کریمہ کے رمزی معنی کی رُو سے کہتا ہے:

اے بنی نوعِ انسان! میں نے اپنے ایک مکمل فرمانبردار بندے کے لیے جو تمہاری ہی جنس سے تھا، میں نے اس کے لیے اپنی بادشاہت میں عظیم الشان مخلوقات مسخر کر دیں اور اُنہیں اس کے لیے بولنا سکھا دیا، اور انہیں اس کے لیے دیانتدار خدمت گزار اور اطاعت گزار سپاہی بنا دیا تاکہ بطور ایک پیغمبر کے اس کی نبوت معصوم اور بطور ایک حکمران و فرمانروا اُس کی عدالت محفوظ رہے۔ اور میں نے تم میں سے ہر ایک کو اتنی استعداد اور صلاحیتیں دے دی ہیں جن کے ساتھ وہ زمین میں خلیفہ بن سکے۔ اور تمہارے اندر سب سے بڑی امانت رکھ دی ہے، وہ امانت جسے اٹھانے سے زمین و آسمان اور پہاڑوں نے انکار کر دیا تھا۔ پس اب تمہیں یہ چاہیے کہ تم اُس ذات کے اوامر و احکام کے سامنے سرنگوں ہو جاؤ جس کے ہاتھ میں ان تمام مخلوقات کی چابیاں اور باگ ڈور ہے۔ اس سے یہ ہوگا کہ اس کی وہ تمام مخلوقات

Marfat.com

جواس کی بادشاہت میں بکھری ہوئی ہیں، تمام کی تمام تمہارے آگے سرنگوں ہو جائیں گی۔ پس راستہ تمہارے سامنے ہموار ہے، چاہو تو اُس خالقُ العظیم کا نام لے کر ان تمام مخلوقات کی لگام ہاتھ میں لے سکتے ہو۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ اُس مرتبے تک بلند ہو جاؤ جو تمہاری استعداد اور تمہاری صلاحیتوں کے شایانِ شان ہے۔

پس جب حقیقت یہ ہے تو پھر اے انسان! کسی بھی ایسے کام میں خود کو مت اُلجھاؤ جو فضول اور بے معنی ہو، کسی بھی ایسے کھیل تماشے میں مت پڑو جس سے کچھ حاصل نہ ہو، جیسے ریکارڈ پلییر، گراموفون اور دیگر آلات موسیقی، کبوتر بازی اور طوطوں کو باتیں سکھانا وغیرہ۔۔۔ بلکہ کسی ایسی تفریح کی طلب میں رہو جو سب سے زیادہ پر لطف خوشنما اور پاکیزہ ہو، اور دل کے لئے کسی ایسی تسلی کی تلاش میں رہو جو سب سے زیادہ لذیذ اور خوشگوار ہو۔۔ ۔تا کہ یہ پہاڑ تمہارے لیے گراموفون اور ساؤنڈ سسٹم کا کام دیں اور تمہارے ذکر واذکار کی آواز کو تمہارے سنگ سنگ دہراتے رہیں جیسے کہ سیدنا داؤد علیہ السلام کے لیے کرتے تھے۔ اور اپنے کانوں کو درختوں اور پیڑ پودوں کے اُن اذکار و تسبیحات سے مزین کر لو جو اُن کی زبانوں سے دھیمے دھیمے اور میٹھے میٹھے سُروں میں اُس وقت نکلتی ہیں جب بادِ نسیم انہیں چھو کر آگے نکل جاتی ہے اور ان کے دل کے تار ہلا جاتی ہے۔۔۔ اس بلند آہنگ آسمانی ذکر کے ذریعے پہاڑ تمہارے سامنے ہزاروں زبانیں رکھ دیں گے جن میں سے ہر زبان ذکر و تسبیح میں مصروف ہو گی اور تمہارے سامنے اِس عجیب ترین مخلوق کی اصل ماہیت سے پردہ اُٹھا دے گی یعنی بتا دے گی کہ پہاڑوں کی اصل حقیقت یہ ہے۔۔۔ اور تب اکثر پرندے_ سلیمان علیہ السلام کے ہُد ہُد کی طرح_ ایک قریبی، مانوس اور غمگسار دوست کا لباس پہن لیں گے اور تمہارے فرمانبردار اور خدمت گزار بن جائیں گے، اور یوں تمہیں بے نظیر قسم کی تسلی فراہم کریں گے اور ایسی تفریح مہیا کریں گے جو کسی بھی قسم کے نقصان دہ

Marfat.com

پہلو سے پاک ہو۔ اور اس پر مزید یہ کہ یہ عالی شان ذکر تمہارا ہاتھ پکڑ کر تمہیں تمہاری ان صلاحیتوں اور قابلیتوں کے کمال درجے تک لے جائے گا جو تمہاری فطرت یا طبعیت کے نہا ن خانوں میں چھپی ہوئی ہیں، یہ اُن صلاحیتوں کو آشکار کرے گا اور انہیں گم نامی کے پردوں سے باہر نکالے گا۔ اور اس طرح وہ تمہارے آگے رکاوٹ بن جائے گا اور تمہیں انسانیت کے بلند و بالا مقام اور عالی شان حقیقت سے نیچے نہیں گرنے دے گا۔ اور پھر اُس کے بعد کوئی فضول اور بے فائدہ لہو ولعب تمہیں پستیوں کے گڑھے میں نہیں گرا سکے گا۔

اور مثال کے طور پر ﴿قُلْنَا یَا نَارُ کُونِی بَرْدًا وَ سَلامًا عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ﴾ (۱)

یہ آیت کریمہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ایک معجزہ سے متعلق ہے، اور اس میں تین لطیف اشارے ہیں:

پہلا اشارہ:

دوسرے اسباب وعناصر کی طرح آگ کی باگ ڈور بھی خود اُس کے اپنے ہاتھ میں نہیں ہے، اِس لیے وہ اپنی مرضی کے مطابق جیسے چاہے اندھا دھند کام نہیں کرتی، بلکہ اپنی ذمہ داری ویسے ہی نبھاتی ہے جیسے اُس پر فرض کر دی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلایا نہیں؛ کیونکہ اُسے نہ جلانے کا حکم دیا گیا تھا۔

دوسرا اِشارہ:

آگ کا ایک درجہ ایسا بھی ہے جہاں وہ اپنی ٹھنڈک کی وجہ سے جلا دیتی ہے، یعنی ٹھنڈک وہی کام کرتی ہے جو حرارت کرتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ ٹھنڈک کو ' سلامًا کے لفظ

(۱) ''ہم نے کہا اے آگ! ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی بن جا ابراہیم پر'' (الانبیاء:69)

(۲) ایک تفسیر میں ہے کہ: اگر اللہ تعالیٰ ' سلامًا '' یعنی سلامتی والی ہو جا نہ کہتا، تو یہ اپنی ٹھنڈک سے اُنہیں جلا دیتی۔ مؤلف۔

Marfat.com

سے مخاطب کر کے کہتا ہے کہ: جس طرح حرارت نے ابراہیم علیہ السلام کو جلایا نہیں اسی طرح تو نے اُنہیں جلانا نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ آگ جب اس درجے میں پہنچ جاتی ہے تو اپنی ٹھنڈک سے ایسی تاثیر پیدا کرتی ہے جیسے کہ جلا رہی ہو، گویا کہ وہ آگ بھی ہے اور ٹھنڈک بھی۔

جی ہاں! آگ کے مختلف درجات ہیں۔ جیسے کہ علمِ طبیعیات میں یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔ اور ان میں سے ایک درجہ سفید آگ کی شکل میں ہے، یہ آگ حرارت نہیں پھیلاتی ہے بلکہ اردگرد کی حرارت کو کھینچ لیتی ہے، اور ماحول کو ٹھنڈا کر دیتی ہے اور یوں اردگرد کی تمام مائع اور سیال چیزیں جم جاتی ہیں۔ گویا کہ یہ اپنی ٹھنڈک سے انہیں جلا دیتی ہے۔ زمہریر بھی آگ ہی کی ایک قسم ہے جو اپنی ٹھنڈک کے ساتھ جلا دیتی ہے، اس لیے دوزخ میں اس کا ہونا بہت ضروری ہے؛ کیونکہ دوزخ میں آگ کے تمام درجوں اور تمام قسموں کا پایا جانا ضروری ہے۔

تیسرا اِشارہ:

جس طرح ایمان جو کہ ایک معنوی یعنی ''غیر مادی'' چیز ہے، دوزخ کی آگ کے اثرات سے بچاتا ہے اور اہلِ ایمان کو اس سے محفوظ رکھتا ہے۔ اور جس طرح اسلام آگ سے بچانے کے لیے ایک مضبوط زِرہ ہے، اسی طرح یہ ایک ''مادی'' چیز بھی ہے جو دنیا کی آگ سے بچاتی ہے اور اس کے لیے ایک زِرہ کی حیثیت رکھتی ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں۔ جو کہ دارالحکمت ہے۔ اپنی تمام کاروائیاں اپنے اسم گرامی (الحکیم) کے تقاضے کی رُو سے اسباب کے پردے کے تحت کرتا ہے، اس لیے آگ نے جس طرح جناب ابراہیم علیہ السلام کے جسم کو نہیں جلایا، اِسی طرح کہ آپ کے لباس کو بھی نہیں جلایا۔ اور آپ کو اس آگ کے مقابلے میں ایسی مزاحمت والی حالت عطا کر دی گئی جس سے آگ نہ آپ کے جسم کو جلا

Marfat.com

سکی اور نہ آپ کے لباس کو۔

تو یہ آیت اس بات کا اشارہ دیتی ہے کہ:

اے قومِ ابراہیم! ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کرو تا کہ تمہارا مادی و معنوی لباس دنیا و آخرت میں تمہارے لیے تمہارے سب سے بڑے دشمن یعنی آگ کے مقابلے میں بچاؤ کے لیے مضبوط زِرہ بن جائے۔ مزید برآں یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے زمین کے نیچے ایسا مواد چھپا رکھا ہے جو تمہیں آگ کے نقصان سے بچا سکتا ہے، بالکل ایسے جیسے ایمان کا وہ لباس جو تُم نے اپنی روحوں کو پہنایا ہے تمہیں جہنم کی آگ کے نقصان سے بچائے گا۔۔۔ اس لیے اٹھو اور زمین کے باطن سے وہ مواد تلاش کر کے باہر نکالو اور اپنے اُوپر اس کی تہہ چڑھالو جو تمہیں حرارت سے بچائے۔

اور یوں انسان نے اپنی تلاش وجستجو کے نتیجے میں وہ مادہ دریافت کر لیا جسے آگ جلا نہیں سکتی، بلکہ وہ مادہ آگ کا مقابلہ کرتا ہے۔ اور انسان نے اُس کے کپڑے بنا کر پہن لیے۔

پھر یہ بھی دیکھیں کہ یہ آیت کس طرح ایک ایسے عُمدہ اور خوبصورت کپڑے کی نشاندہی کرتی ہے جو ﴿حَنِيفًا مُّسْلِمًا﴾ یعنی خالص اطاعت اور فرمانبرداری کے کار خانے میں تیار ہوا ہے، جو پُرانا نہیں ہوگا پھٹے گا نہیں اور اپنے حسن و جمال کے ساتھ ابد تک باقی رہے گا۔

اور مثال کے طور پر ﴿وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَآءَ كُلَّهَا﴾ (۱)

یہ آیتِ کریمہ بیان کرتی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے خلافت کبریٰ کے دعوے میں سب سے بڑا معجزہ تعلیمُ الاسماء ہے۔۔۔

---

(۱) ''اللہ نے آدم کو ساری چیزوں کے نام سکھائے۔'' (البقرہ: 31)

Marfat.com

تو جس طرح ہر نبی کا معجزہ کسی نہ کسی ایسے واقعے کی طرف اشارہ کرتا ہے جو کہ خارقِ عادت اور غیر معمولی ہے اور جس کا صدور خصوصی طور پر اُسی سے ہوا ہے، اِسی طرح ابو الانبیاء اور فاتحہء دیوانِ نبوت آدم علیہ السلام کا معجزہ پوری صراحت کے ساتھ نوع بشری کے انتہائی کمال کی طرف اشارہ کرتا ہے، انسانی ترقی کی آخری چوٹی اور اس کے آخری اہداف و مقاصد کا تعین کرتا ہے۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ اس آیت کے اشاری معنیٰ کی رُو سے فرماتا ہے:

''اے بنی آدم! تمہارے باپ کو جو دعوائے خلافت میں ملائکہ پر فوقیت کی حجت ملی ہے وہ اُن اسماء کی وجہ سے ملی ہے جو میں نے اسے سکھائے تھے۔ اور تم اس کے بیٹے اور اس کی صلاحیتوں اور استعدادوں کے مالک ہو، اس لیے یہ ضروری ہے کہ تم ان تمام اسماء کا علم حاصل کرو تا کہ تمام مخلوقات کے مقابلے میں اِس امانتِ عظمیٰ کا وارث بننے کے لئے اپنی اہلیت ثابت کر سکو۔ اور یاد رکھو کہ کائنات میں اعلیٰ مراتب تک پہنچنے کے لیے تمہارے سامنے راستہ ہموار ہو چکا ہے اور زمین جیسی گرانڈیل مخلوق تمہارے لیے مسخر کر دی گئی ہے، اس لیے اٹھو، کمرِ ہمت باندھو اور آگے بڑھو کیونکہ راستہ تمہارے سامنے کھلا پڑا ہے۔۔۔ میرے تمام ناموں میں سے ایک ایک نام کو مضبوطی سے پکڑ لو، پوری قوت کے ساتھ اُس کا دامن تھام لو تا کہ تم بلندیوں کو چھو سکو، لیکن پوری احتیاط کے ساتھ! کیونکہ شیطان تمہارے باپ کو ایک دفعہ ورغلا چکا ہے اور اُسے دھوکا دے چکا ہے، جس کی وجہ سے وہ وقتی طور پر جنت جیسے بلند مقام سے زمین پر آ گیا تھا، اس لیے خبردار! اپنی اس ترقی و تقدم کی دوڑ میں شیطان کی پیروی نہ کر بیٹھنا؛ کیونکہ اگر ایسا ہو گیا تو پھر یہ شیطان تمہیں حکمتِ الٰہیہ کے آسمانوں کی بلندیوں سے مادیات اور طبیعیات کی گمراہیوں میں گرا دینے کا ذریعہ بن جائے گا۔۔۔ وقتاً فوقتاً سر اُٹھاؤ اور میرے اسمائے حسنیٰ میں غور و فکر کرو اور اپنی سائنسی ترقیوں اور علمی فتوحات کو ان بلند آسمانوں تک پہنچنے کا زینہ بناؤ، تا کہ تم اپنے ان علوم اور کمالات کے حقائق تک رسائی

Marfat.com

حاصل کر سکو اور ان کے اصلی سرچشموں تک پہنچ جاؤ۔ اور ان کے اصلی سرچشمے صرف میرے اسمائے حسنیٰ ہیں۔

اور ان اسمائے حسنیٰ کی دور بین کے ذریعے اپنے دلوں کی بصیرت کے ساتھ اپنے پروردگار کا نظارہ کرو"

ایک اہم نکتہ اور ایک گہرے راز کی وضاحت

اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر جو جامع قسم کی صلاحیتیں رکھ دی ہیں اُن کی رُو سے اُس نے سائنس اینڈ ٹیکنالوجی کے میدان میں جتنی بھی ترقیاں کی ہیں، اور عجیب وغریب صنعت وحرفت اور ایجادات وانکشافات کے ضمن میں اُس نے جو معرکے سَر کیے ہیں اُن سب کی تعبیر آیتِ کریمہ: ﴿وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَآءَ كُلَّهَا﴾ "تعلیمِ الأسماء" کے عنوان سے کرتی ہے۔ اور یہ تعبیر ایک بلند شان اور گہری رمز پر مشتمل ہے، اور وہ یہ ہے کہ:

بے شک ہر علم ہر فن، ہر ترقی اور ہر کمال کی ایک بُلند اور عالی شان حقیقت ہوتی ہے، اور وہ حقیقت اللہ تعالیٰ کے اُسمائے حسنیٰ میں سے کسی نہ کسی نام کے سہارے کھڑی ہے۔۔ اور وہ اسم مختلف پردوں اور انواع واقسام کی تجلیوں کا حامل ہوتا ہے اور مختلف متنوع اور گوناگوں دائروں میں اُس کا ظہور ہوتا ہے۔ اب یہ حقیقت جب اُس اسم کا سہارا لے لیتی ہے تو وہ علم، وہ فن، وہ ترقی اور وہ کمال تکمیل پالیتا ہے اور عروج پر پہنچ جاتا ہے اور واقعتاً ایک حقیقت بن جاتا ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ علم وفن ناقص ادھورا، بے کار، بے ہنگم، بدنظم، بے رونق اور پرچھانواں رہ جاتا ہے۔

مثال کے طور پر انجینئرنگ سائنس کا ایک شعبہ ہے اِس کی حقیقت اور آخری غرض و غایت اللہ تعالیٰ کے اِسم "العدل"، یعنی ہر چیز کو اُس کے اصل مقام اور موقع محل پر تخلیق کرنے والا اور "المقدِّر" یعنی ہر چیز کو ایک خاص اندازہ یا پیمائش دینے والا، تک رسائی

Marfat.com

حاصل کرنا ہے، اور انجینئرنگ کے آئینے میں اس اسم کی تمام عظمت اور ہیبت بھری حکیمانہ تجلیات کا مشاہدہ کرنا ہے۔

اور مثال کے طور پر طبّ یا میڈیکل ایک سائنس ہے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ ایک مہارت اور پیشہ بھی ہے۔ اس علم کی حقیقت اور غرض و غایت اللہ تعالیٰ کے اُسمائے حسنیٰ میں سے اسمِ ''الشافی'' پر اعتماد کرتی ہے، اب یہی طب جب ایک بہت بڑی فارمیسی کا روپ رکھنے والی سطحِ زمین پر پھیلی ہوئی دواؤں میں اسم ''الشافی'' کی رحمتوں بھری تجلیات کا مشاہدہ کرتی ہے تو اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے اور بالفعل ایک حقیقت بن جاتی ہے۔

اور سائنس کی وہ شاخیں جو موجودات کی حقیقت کے بارے میں بحث کرتی ہیں ـ جیسے فزکس، کیمسٹری، باٹنی اور وغیرہ ـ سائنس کی یہ تمام شاخیں جو کہ حکمتِ اشیاء ہیں، واقعتاً حقیقی حِکمت بن سکتی ہیں، اُس وقت جب یہ اشیاء میں پائی جانے والی اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی ''الحکیم'' کی تجلیاتِ کُبریٰ کا مشاہدہ کرلیں، اور یہ تجلیات تدبیر، تربیت اور نگہداشت کی تجلیات ہیں۔ اِن اشیاء میں پائے جانے والے منافع اور مصالح کی تجلیات کے مشاہدے سے یہ حکمت واقعتاً حکمت بن جائے گی۔ مطلب یہ ہے کہ جب یہ اسم ''الحکیم'' کا سہارا لے گی اور اُس پر بھروسا کرے گی تو یہ بالفعل حکمت بن جائے گی صرف لفظی گورکھ دھندہ نہیں رہے گی۔ اور اگر اس کی نسبت اس اسم گرامی کی طرف نہ ہو سکی اور اس کا اعتماد اس پر نہ رہا تو پھر یہ حکمت خرافات کا روپ دھار جائے گی جس میں کسی قسم کا کوئی بھی فائدہ نہیں ہوگا، اور یا پھر گمراہی کے کئی دروازے کھول دے گی جیسے کہ مادی طبیعیاتی فلسفے کا حال ہے۔۔۔

ان تینوں مثالوں میں غور کرو اور علوم وفنون وکمالات کے باقی جتنے بھی شعبے ہیں سب کو ان پر قیاس کرلو۔

Marfat.com

اور یوں قرآن حکیم اس آیتِ کریمہ کے ذریعے نوعِ بشری کا ہاتھ پکڑ کر اسے نئی نئی راہیں سُجھاتا ہے، اُس کی کمر پر تھپکی دے کر اُس کے دل میں آگے بڑھنے کا شوق اُبھارتا ہے اور اسے اُن بلند ترین نقاط، بعید ترین حدود اور آخری مقاصد و مراتب تک پہنچنے کا انگلی سے اشارہ دیتا ہے جن تک وہ اپنی موجودہ انتہائی ترقی کے باوجود نہیں پہنچ سکا ہے، گویا کہ قرآن اُسے کہتا ہے کہ: اٹھ، اور آگے بڑھ۔

اِس آیت کریمہ کے لبالب خزانے سے ہم صرف اِسی ایک نفیس موتی پر اکتفا کرتے ہیں، اور یہ دروازہ سر دست بند کرتے ہیں۔

اور مثال کے طور پر تمام انبیاء کو جتنے بھی معجزے دیے گئے ہیں وہ تمام کے تمام مل کر ایک ایسا معجزہ شمار ہوں گے جس سے نبی ﷺ کی رسالت کی تصدیق ہوتی ہے، وہ نبی ﷺ جو خاتم دیوانِ نبوت، سیدُ المرسلین اور فخرُ العالمین ہیں، جو تمام اَسمائے حسنیٰ میں پائے جانے والے اُن تمام مراتب کی واضح اور تفصیلی علامت ہیں جن مراتب کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے جناب آدم علیہ السلام کو مجمل طور پر دی تھی۔۔۔ یہ ہیں وہ محبوب پیغمبر محمد ﷺ جنہوں نے اللہ کے جلال کے ساتھ انگلی اوپر اٹھائی تو چاند دو ٹکڑے ہو گیا، اور اللہ کے جمال کے ساتھ وہی مبارک انگلی نیچے کی تو کوثر کی طرح پانی جاری ہو گیا۔۔۔ جن کی ہزار معجزے سے تصدیق و تائید ہوئی۔۔۔ اس پیغمبر نے قرآن کریم کو سب سے بڑے معجزے کے طور پر پیش کیا، جس سے جن و انس کو اس طرح چیلنج کیا: ﴿قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰى أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا﴾ (۱)

---

(۱) ''کہہ دو اگر انسان اور جن سب کے سب مل کر اس قرآن جیسی کوئی چیز لانے کی کوشش کریں تو نہ لاسکیں گے، چاہے وہ سب کے سب ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ ہوں'' (الاسراء: 88)

Marfat.com

یہ اور اس جیسی دوسری آیات جن وانس کی نظروں کو اس دائمی معجزے میں پائے جانے والے نمایاں اور روشن ترین پہلوؤں کی طرف پھیرتی ہیں، اور اُن کی توجہ اُس کے بیان میں پائی جانے والی حقیقت اور الفاظ وتراکیب میں پائی جانے والی فصاحت مضبوطی اور عمدگی، اُس کی تعبیروں میں پائی جانے والی بلند آہنگ بلاغت، اُس کے معانی میں پائی جانے والی جامعیت اور ہمہ گیریت، اور اُس کے مختلف اور متنوع اُسالیب میں پائی جانے والی رفعت اور شیرینی کی طرف مبذول کراتی ہیں۔۔۔ پس اس معجز بیان قرآن نے تمام جنوں اور انسانوں کو چیلنج دیا ہے اور مسلسل دے رہا ہے۔ اس سے وہ اپنے خیر خواہوں میں شوق پیدا کرتا ہے، اپنے بدخواہوں کے پوشیدہ عناد کو حرکت دیتا ہے اور تمام لوگوں کو شدید شوق اور ترغیب کے ساتھ اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ وہ اس جیسی کتاب لا کر دکھائیں۔ بلکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس معجزۂ کبریٰ کو تمام لوگوں کی آنکھوں کے سامنے ایک بہت اونچے مقام پر رکھتا ہے جس سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا انسان کا اس دنیا میں آنے کا صرف ایک ہی مقصد ہے، اور وہ یہ کہ وہ اس مُعجزہ عظمیٰ کو اپنی زندگی کا دستور اور اپنی آرزوؤں کی منزل بنا کر اس معجزے میں غور کر کے پورے علم وشعور کے ساتھ انسانیت کی تخلیق کے نتیجے کی طرف چلتا جائے۔۔۔

خلاصہ کلام یہ کہ: انبیاء کرام کے جتنے بھی معجزے ہیں اُن میں سے ہر معجزہ کسی نہ کسی غیر معمولی انسانی پیشے، فن، آرٹ اور صنعت وحرفت کی طرف اشارہ کرتا ہے اور آدم علیہ السلام کا معجزہ تو تمام علوم وفنون وکمالات وعجائبات اور سائنس اینڈ ٹیکنالوجی کے ہر شعبے اور ہر برانچ کی جامع فہرست کی حیثیت رکھتا ہے اور ان تمام علوم وفنون اور پیشوں کی بنیادوں کی طرف مختصر سا اشارہ کر کے ان میں کمال حاصل کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔

اور جہاں تک تعلق ہے نبی ﷺ کے معجزۂ کُبریٰ یعنی قرآنِ معجز بیان کا، تو چونکہ تعلیمُ

Marfat.com

الاسماء کی حقیقت اس میں پوری آب و تاب سے جگمگا رہی ہے، اور پوری وضاحت اور تفصیل کے ساتھ پائی جاتی ہے، اس لیے یہ حقیقی علوم و فنون کے صحیح اور با مقصد اہداف کا تعین کرتا ہے۔ اور پوری وضاحت سے بتاتا ہے کہ دنیا و آخرت کے اصل کمالات اور حقیقی سعادتیں کون سی ہیں اور کیسے حاصل ہوتی ہیں۔ چنانچہ یہ نوعِ انسان کی توجہ اس طرف مبذول کرتا ہے، اس میں اِس چیز کو حاصل کرنے کی شدید رغبت پیدا کرتا ہے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اُسے کشاں کشاں منزل تک لے جاتا ہے، حتی کہ وہ تشویق و ترغیب کے اسلوب میں بیان کرتا ہے کہ: **"اے انسان! اس کون و مکان کی تخلیق کا بلند ترین مقصد یہ ہے کہ تو ربوبیت کے مقابلے میں اپنی کلی عبودیت کا مظاہرہ کرے۔ اور تیری تخلیق کی انتہائی غرض و غایت یہ ہے کہ تیری یہ عبودیت سائنس اور دیگر علمی و عملی کمالات سے اپنی انتہاؤں کو چھو لے"۔**

اور یوں وہ مختلف معجز بیان اور دلفریب تعبیروں کے ساتھ اس چیز کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ:

بنی نوعِ انسان زمین پر اپنے آخری ایام میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی رو میں بہتے چلے جائیں گے۔ وہ اپنی ہر قسم کی طاقت اور قوت علوم و فنون سے حاصل کریں گے، یعنی یہ کہ اُس دور میں حُکم اور طاقت کی لگام علم کے ہاتھ میں ہوگی۔

قرآن معجز بیان چونکہ جزالتِ بیان اور بلاغتِ کلام کا خاص خیال رکھتا ہے اور اپنی ہر بات جا بجا اسی اسلوب میں دہراتا ہے، تو اس سے گویا وہ اس چیز کا اشارہ دیتا ہے کہ بیان کی پختگی اور فصاحت اور کلام کی دلنشینی اور بلاغت جو کہ علوم و فنون کے روشن ترین روپ ہیں؛ آخری دور میں یہ دونوں انتہائی خوبصورت لباس اور دلکش صورت میں ظاہر ہوں گے۔ حتی کہ لوگوں کا اس دور میں سب سے زیادہ تیز اور کارآمد ہتھیار یہی سخنوری اور سحر بیانی ہوگی، اور سب سے رعب دار قوت یہی جادو بیانی اور بلاغتِ سامانی ہوگی، یعنی اُس وقت جب

Marfat.com

لوگ دوسروں کو مطمئن کرنے اور انہیں قائل کر کے اپنا ہمنوا بنانے کے لیے اپنے افکار و معتقدات کا اظہار کریں گے اور یا پھر جب اپنی آراء و افکار اور قرار دادوں کو پاس کروانا چاہیں گے۔

حاصل یہ ہے کہ:

قرآن کریم کی اکثر آیاتِ کریمہ بلند کمالات اور علمی جواہرات سے بھرے ہوئے عظیم الشان خزانوں کی چابیاں ہیں، سواگر تم قرآن کریم کے آسمانوں اور آیاتِ کریمہ کے ستاروں تک پہنچنا چاہتے ہو تو (گزشتہ بیس مقالوں) کو بیس زینوں والی سیڑھی بنا کر ان بلندیوں تک پہنچ جاؤ(۱) اور پھر وہاں بلندیوں پر بیٹھ کر دیکھو کہ قرآن کریم کتنا روشن سورج ہے۔ اور غور کرو کہ قرآن کریم کس طرح اُلوہیت کی حقیقت اور موجودات کے حقائق پر اپنی تابناک روشنی بکھیر رہا ہے۔ اور کس طرح تمام مخلوقات پر اپنے چمکدار نُور کی جگمگاتی کرنوں کی بارش برسا رہا ہے۔

نتیجہ:

الف: وہ آیات جن میں خصوصی طور پر انبیاء کے معجزات کا ذکر ہوا ہے، اُن میں اُن تمام غیر معمولی اور خارقِ عادت ترقیوں کی طرف گہرے قسم کے اشارے پائے جاتے ہیں جو دورِ حاضر میں سائنس اینڈ ٹیکنالوجی کے میدان میں ہوئی ہیں اور ہو رہی ہیں۔۔۔

ب: ان آیات کا اپنا ایک خصوصی اندازِ بیان ہے، گویا کہ وہ اُن ترقیوں کی آخری حدود تک وہ لائن کھینچ دیتی ہیں جس پر چل کر انتہاؤں تک پہنچا جا سکتا ہے۔۔۔

(۱) بلکہ ''تینتیس مقالات''، ''تینتیس مکتوبات''، ''اکتیس لمعات'' اور ''تیرہ شعاعیں''، یہ ایک سو بیس مضامین سیڑھی کے ایک سو بیس زینے ہیں جن کے ذریعے اُوپر چڑھا جا سکتا ہے۔ مؤلف۔

Marfat.com

ج: یہ بات قطعی طور پر ثابت شدہ اور علماء کے ہاں متفق علیہ ہے کہ ہر آیت بہت سے معانی ومفاہیم پر دلالت کرتی ہے۔۔۔

د: انبیاء علیہم السلام کی اتباع و اقتداء کا مُطلق حکم ہے اور اِس باب میں استثنائی صورت کوئی نہیں۔۔۔اِس لیے ان تمام حقائق کے پیشِ نظر یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ:

اِن مذکورہ آیات کے کچھ معانی ومفاہیم تو وہ ہیں جن پر یہ صراحتاً دلالت کرتی ہیں اور کچھ معانی ومفاہیم وہ ہیں جن پر یہ اشارتاً دلالت کرتی ہیں۔اور اُن معانی ومفاہیم سے مراد وہ علوم وفنون اور صنعتیں ہیں جن کی آخری حدود تک پہنچنے کے لیے یہ آیتیں نوعِ انسانی کو شوق دلا رہی ہیں۔

دو اہم سوال اور اُن کے دو اہم جوابات:

پہلا سوال: اگر آپ یہ کہیں کہ قرآن کریم کا نزول انسان کی خاطر ہوا ہے تو پھر وہ تہذیبِ حاضر کے اُن معجزات کا ذکر صراحت کے ساتھ کیوں نہیں کرتا جو انسان کی نظر میں بڑے اہم ہیں، بلکہ اس کی بجائے صرف پوشیدہ رمزوں، مخفی اشاروں اور کمزور قسم کی تنبیہوں اور یاددہانیوں پر ہی اکتفا کرتا ہے؟

جواب: انسانی تہذیب کے موجودہ کارناموں کا ذکر_ حق یہی ہے کہ_ صرف اتنی مقدار میں ہی کیا جائے، اس سے زیادہ نہیں؛ کیونکہ قرآن کریم کا بنیادی وظیفہ دائرہ ربوبیت کے حالات ومعاملات وکمالات اور دائرہ عبودیت کے وظائف واحوال کی تعلیم دینا ہے۔

اس لیے انسانی تہذیب وتمدن کی ان فتوحات کا ان دونوں دائروں میں سے صرف اتنا ہی حق یا حصہ بنتا ہے کہ ان کی طرف کمزور سی رمز اور مخفی سا اشارہ کر دیا جائے اور بس۔۔۔، کیونکہ اگر یہ چیزیں ربوبیت کے دائرے سے اپنے حقوق کا دعوی کریں گی، تو

Marfat.com

بالکل تھوڑا سا حق لے سکیں گی۔

مثال کے طور پر: اگر انسانی ہوائی جہاز (1) قرآن کریم سے اپنے حق کا مطالبہ کرے اور کہے کہ: مجھے بولنے کا حق دو اور اپنی آیات کے مابین جگہ دو، تو پھر دائرہ ربوبیت کے تمام جہاز یعنی سیارے، زمین اور چاند وغیرہ قرآنِ کریم کی زبان سے کہیں گے: تم یہاں جگہ لے سکتے ہو لیکن اپنے جسم، حُجم اور سائز کے مطابق، اس سے زیادہ ہرگز نہیں''

اور اگر بشری آبدوزیں آیاتِ کریمہ کے درمیان اپنا مقام بنانے کا مطالبہ کریں تو پھر زمین اور ستارے جو کہ اس دائرے کی آبدوزیں ہیں۔ یعنی جو ایتھر اور محیطِ ہوائی کے سمندر میں تیر رہے ہیں، سب پکار اُٹھیں گے کہ: تجھے ہمارے درمیان صرف اتنی سی جگہ مل سکتی ہے جو شاید نظر بھی نہ آسکے۔۔۔

اور اگر بجلی اپنے ستاروں جیسے جگمگاتے چراغوں کو لے کر حق کلام کا مطالبہ کرتے ہوئے آیات کے درمیان اپنی جگہ بنانی چاہے، تو پھر اُس دائرے کی بجلیاں، شہاب ہائے ثاقب، ستارے اور روئے آسمان کو زینت دینے والے روشن چراغ جو کہ اس دائرے کے جگمگاتے ہوئے کہربائی چراغ ہیں۔۔۔ اُسے جواب دیں گے کہ:

تو ہمارے ساتھ قرآن کے مضامین اور بیانات میں جگہ پاسکتی ہے لیکن صرف اُتنی مقدار میں کہ جتنی روشنی کی تو مالک ہے''

اور اگر دورِ حاضر کی تمام تمدّنی اختراعات وایجادات ـ اپنی گہری اور دقیق صنعت گری کی زبان سے ـ اپنے حقوق کا مطالبہ شروع کردیں اور آیاتِ کریمہ کے درمیان اپنا مقام لینا چاہیں۔۔۔ تو اُس وقت ایک چھوٹی سی مکھی اُن کے روبرو آکر کہے گی:

(1) اس سنجیدہ موضوع پر بحث کرتے ہوئے میرا قلم بے اختیار اس ہلکے پھلکے انداز (Dialogue) کی طرف چلا گیا، اور میں نے اسے روکا نہیں۔ امید ہے کہ یہ انداز موضوع کی سنجیدگی پر اثر انداز نہیں ہوگا۔ مؤلف۔

Marfat.com

''خاموش رہو!۔۔۔تمہیں میرے ایک پر کے برابر بھی دعویٰ کرنے کا حق نہیں پہنچتا !اگر تمہاری تمام اختراعات وایجادات _ جو کہ انسان کے جزوی ارادے کی مرہونِ منت ہیں _ اور تمہاری یہ تمام سائنسی مشینری، اگر یہ سب چیزیں اکٹھی کر دی جائیں تو یہ اُس لطیف مشینری اور دقیق ٹیکنالوجی سے زیادہ عجیب وغریب اور حیران کُن نہیں ہوسکتی ہیں جس کا نمونہ میرا یہ چھوٹا سا جسم پیش کر رہا ہے۔اور یہ آیتِ کریمہ تم سب کو لاجواب کر دے گی:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ﴾ (۱)

اور یہ تمام تمدنی اختراعات وایجادات اگر عبودیت کے دائرے میں جا کر اپنے حقوق کا مطالبہ کریں گی تو وہاں سے کچھ اس طرح کا جواب پائیں گی:

''تمہارا تعلق ہمارے ساتھ بہت کمزور اور بالکل تھوڑا سا ہے،اس لیے تمہارا ہمارے دائرے میں داخل ہونا کوئی آسان کام نہیں؛ کیونکہ ہمارا اُسلوبِ حیات یہ ہے کہ:

یہ دنیا ایک مہمان خانہ ہے،اور انسان ایک مہمان ہے جو کہ یہاں بہت تھوڑی دیر کے لیے قیام کرے گا۔اور اس کی ذمہ داریاں بڑی بھاری اور بے شمار ہیں۔اور اُسے اس چیز کا مکلّف کیا گیا ہے کہ وہ اس چھوٹی سی عمر میں ابدی اور دائمی زندگی کے لوازمات کی تیاری کرے۔بنابریں،اس کا یہ فرض ہے کہ وہ اس چیز کو ترجیح دے جو زیادہ اہم اور زیادہ ضروری ہے۔

لیکن ہوتا یہ ہے کہ تم پر غالبًا ایسی نفسیات وکیفیات غالب آجاتی ہیں جو غفلت اور کھیل تماشے کے دبیز پردوں کے نیچے دبے ہونے کی وجہ سے اس فانی دنیا کی محبت میں گرفتار ہوتی ہیں، چنانچہ تم دنیا سے اس طرح سے چمٹ جاتے ہو جیسے کہ یہ سدا بہار اور ہمیشہ

---

(۱) ''جن معبودوں کو تم خدا کو چھوڑ کر پکارتے ہو وہ سب مل کر ایک مکھی بھی پیدا کرنا چاہیں تو نہیں کرسکتے''۔(الحج:73)

Marfat.com

رہنے والی ہو، اس بنا پر تمہارا حصہ عبودیت کے اُس دائرے میں سے جس کی بُنیاد حق کی ہدایت اور آخرت کے بارے میں غور و فکر پر رکھی گئی ہے، بہت کم ہے۔

لیکن۔۔۔ اگر تمہارے درمیان_ یا تمہارے پیچھے_ کوئی ماہر صنعتکار، ہنرمند موجد اور تعلق باللہ رکھنے والے سائنسدان پائے جاتے ہوں_ جو کہ بہت کم ہوتے ہیں _اور وہ مخلوقِ خدا کی خدمت کے لیے پورے اخلاص کے ساتھ سرگرمِ عمل رہیں_ اور ظاہر ہے کہ یہ ایک بڑی قیمتی عبادت ہے_ اور مصلحتِ عامہ، لوگوں کی فلاح و بہبود اور اجتماعی زندگی کی ترقی اور کمال کے لیے تگ و دو کرتے ہوں، اگر ایسے لوگ معاشرے میں پائے جاتے ہوں تو قرآنِ کریم کے یہ رموز و اشارات ان حساس لوگوں کی فنکاریوں اور ہنرمندیوں کی قدردانی، حوصلہ افزائی، اُن کی ذہنی بالیدگی اور اُن میں سعی و اجتہاد کا شوق اُبھارنے کے لیے کافی ہیں۔

دوسرے سوال کا جواب:

اگر تم کہو کہ: ''اِس تحقیق کے بعد میرے دل میں اب کوئی شبہہ نہیں رہ گیا ہے۔ میرے ہاں یہ بات اب یقینی طور پر ثابت ہوگئی ہے کہ قرآن میں ہر وہ چیز یقیناً موجود ہے جو دنیا اور آخرت کی سعادت مندی کے لئے ضروری ہے، لیکن ہر چیز کا وجود اس کی قدر و قیمت اور اہمیت کے حساب سے ہے؛ مثلاً موجودہ تہذیب وتمدن کے عجائبات سے متعلق اس میں رموز و اشارات پائے جاتے ہیں، بلکہ اس سے بھی آگے ایسے ہزاروں حقائق ہیں جن کی طرف اشارات ملتے ہیں اور اُن سے پھر آگے کئی دیگر حقائق کے نشانات ملتے ہیں۔۔۔

لیکن سوال یہ ہے کہ قرآن کریم نے ایسے حقائق اور ایسے عجائبات کو مکمل صراحت کے ساتھ ذکر کیوں نہ کر دیا، اس کا فائدہ یہ ہوتا کہ ضدی اور ہٹ دھرم قسم کے کافر ماننے اور تصدیق

Marfat.com

کرنے پر مجبور ہو جاتے اور ہمارے دل مطمئن ہو جاتے!!!

جواب:

دین نام ہے آزمائش اور امتحان کا۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو جن احکام و اوامر کا مکلّف کیا گیا ہے ان سے بھی ایک قسم کا تجربہ اور امتحان ہی مقصود ہے، تا کہ مقابلے اور مسابقت کی فضا قائم رہے اور ادنیٰ و اعلیٰ اور پست و بلند روحوں میں امتیاز ہوتا رہے۔

جیسے معدنیات کو آگ میں ڈال کر پگھلایا جاتا ہے تا کہ ہیرے کوئلے سے اور سونا مٹی سے الگ ہو جائے، اسی طرح یہی حال اِس دارُالامتحان میں اللہ کی طرف سے عاید کردہ تکالیف یعنی احکامات کا ہے۔ تو گویا کہ یہ احکام و اوامر آزمائش، تجربہ اور مسابقت کا انعقاد ہیں تا کہ انسان کی قابلیتوں اور صلاحیتوں کی معدنیات میں سے نفیس زر و جواہر دوسرے گھٹیا اور بے کار مواد سے ممتاز ہو جائیں۔

قرآن اس دار الامتحان میں چونکہ انسان کی آزمائش کے لئے نازل ہوا ہے تا کہ مسابقت کی اِس فضا میں وہ ہر پہلو سے مکمل ہو کر میدان عمل میں اُترے، اس لیے یہ ضروری ٹھہرا کہ وہ اُن دُنیاوی اِمور سے متعلق صرف اشارہ کر دے جو ابھی پردۂ غیب میں ہیں اور جو مستقبل میں سب کے سامنے واضح ہو کر آ جائیں گے۔ اور اس طرح وہ عقل کے لیے صرف اُتنا ہی دروازہ کھولتا ہے جتنا کہ اُس کی دلیل کو ثابت کرنے کے لیے ضروری ہو۔ وگرنہ اگر قرآنِ کریم ان اُمور کو صراحت کے ساتھ ذکر کر دیتا تو احکام کے ذریعے مکلّف کرنے میں جو حکمت پائی جاتی ہے وہ بے معنی سی ہو کر رہ جاتی؛ کیونکہ اس طرح ہر حکم کی حکمت اور غرض و غایت وغیرہ بالکل اتنی بدیہی اور واضح ہو جاتی جیسے کہ آسمان کی سطح پر ستاروں کے ساتھ بالکل واضح طور پر "لا الٰہ اِلا اللہ" لکھ دیا جائے، جس کی تصدیق ہر دیکھنے والے کو_ وہ چاہے یا نہ چاہے_ کرنی ہی پڑے گی؛ کیونکہ وہ ہر ایک کو صاف نظر آ رہا ہو گا۔ اور ایسے میں

Marfat.com

کسی مقابلے، مسابقے، آزمائش اور پرکھ پڑچول کا کوئی معنی ہی نہ ہوتا، اور سفلی روحیں جو کہ کوئلے کی طرح ہیں ہیرے جیسی علوی روحوں کے برابر ہو جاتیں۔(۱)

خلاصہ:

یہ ہے کہ قرآن حکیم پُرحکمت کتاب ہے اِس لیے وہ ہر چیز کے مقام کا تعین اُس کی قدر و قیمت کے حساب سے کرتا ہے۔ نوعِ انسانی کی تعمیر و ترقی اور تہذیب و تمدن کے وہ ثمرات جو ہمیں آج نظر آرہے ہیں، ان ثمرات کو اُس نے آج سے تیرہ سو سال پہلے _ جب کہ یہ مستقبل کی تاریکیوں میں چھپے ہُوئے تھے _ پردہ غیب کے پیچھے سے اتنا واضح طور پر دیکھ لیا تھا جتنا واضح ہم آج بھی نہیں دیکھ پا رہے ہیں اور نہ ہی آئندہ دیکھ سکیں گے، حالانکہ آج یہ ہماری آنکھوں کے بالکل سامنے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ قرآن کریم ایک ایسی ذات کا کلام ہے جو ہر زمانے کے معاملات اور اس میں واقع ہونے والی موجودات کو آنِ واحد میں دیکھ لیتی ہے۔۔۔ یہ ہے قرآنی اعجاز کی ایک کرن جو انبیاء کے معجزات کے چہرے پر جھلملا رہی ہے۔

اللهم فهمنا اسرار القرآن ووفقنا لخدمته فی کل آن و زمان

﴿سُبُحَانَکَ لاَ عِلُمَ لَنَا اِلاَّ مَا عَلَّمُتَنَا اِنَّکَ اَنُتَ الُعَلِیُمُ الُحَکِیُمُ﴾

﴿رَبَّنَا لاَ تُؤَاخِذُنَا اِنُ نَسِیُنَا اَوُ أَخُطَانَا﴾

اللهم صل وسلم وبارک و کرم علی سید نا ومولانا محمد، عبدک ونبیک ورسولک النبی الأمی و علی آله و أصحابه وأزواجه وذریاته وعلی النبیین والمرسلین والملائکة المقربین والأولیاء الصالحین، أفضل صلاة وأزکی سلام و أنمی برکات بعدد سُورالقرآن و آیاته وحروفه وکلماته ومعانیه واشاراته ورموزه و دلالاته۔ واغفرلنا وارحمنا والطف بنا یاالٰهنا، یاخالقنا، بکل صلاة منها برحمتک یاأرحم الراحمین.

---

(۱) یعنی ابوجہل ملعون اور صدیق رضی اللہ عنہ برابر دکھائی دیتے، اور آزمائش میں جو راز پایا جاتا ہے وہ بالکل ختم ہو جاتا۔ مؤلف۔

Marfat.com

اکیسواں مقالہ

[اس مقالے میں دو مقام ہیں]

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا مقام:

﴿إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا﴾(۱)

ایک عمر، جسم اور منصب میں بڑے آدمی نے ایک دن مجھ سے کہا: نماز پڑھنا کام تو بہت اچھا ہے، لیکن روزانہ پانچ وقتوں میں پانچ دفعہ ادا کرنا بہت زیادہ ہے، جس کی وجہ سے انسان اُکتا سا جاتا ہے!۔۔۔

اس بات پر ایک لمبا عرصہ گزر گیا، پھر ایک دن اچانک میں نے اپنے ''مَن'' کی آواز پر کان دھرا تو سنا کہ وہ بالکل وہی الفاظ دہرا رہا ہے! میں نے تھوڑی دیر کے لیے غور کیا تو پتا چلا کہ میرے مَن نے بھی سستی اور کسلمندی کی راہ سے شیطان سے وہی سبق حاصل کر لیا ہے، تب مجھے یقین ہو گیا کہ اُس آدمی نے جب یہ کلمات کہے تھے تو گویا کہ اس نے تمام نفسہائے امارہ کی زبان سے مستعار لیے تھے، یا یوں کہو کہ تمام نفسہائے امّارہ نے اس کے زبان سے یہ الفاظ کہلوائے تھے۔۔۔تو میں نے کہا: میرا نفس جو کہ میرے پہلو میں ہے، جب حالت یہ ہے کہ یہ برائی پر اکساتا رہتا ہے، تو یہ بات ضروری ہے کہ میں آغاز اسی سے کروں؛ کیونکہ کہتے ہیں کہ: **''جو خود اپنی اصلاح نہ کر سکے وہ دوسروں کی اصلاح کسی بھی صورت نہیں کر سکتا ہے''**۔۔۔بنا بریں، میں نے اپنے من یا نفسِ امّارہ کو مخاطب کر کے کہا:

اے میرے نفس! جہلِ مرکب کی دلدل میں سرتاپا ڈوبے ہوئے اور کاہلی کے بستر پر غفلت کی نیند میں مدہوشی کی حالت میں پڑے ہوئے تم نے یہ جو بڑا بول بولا ہے نا، اس کے مقابلے میں، میں تمہیں پانچ تنبیہیں سناتا ہوں، ان میں غور کرو:

---

(۱) سورۃ النساء، الآیۃ: ۱۰۳۔ نماز درحقیقت ایسا فرض ہے جو پابندی وقت کے ساتھ اہل ایمان پر لازم کیا گیا ہے۔

Marfat.com

پہلی تنبیہ:

میرے نصیبوں جلے من! کیا تمہاری عمر کبھی ختم نہیں ہوگی؟ کیا تمہارے پاس اس چیز کی قطعی ضمانت ہے کہ تم اگلے سال تک، بلکہ کل تک زندہ رہو گے؟ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر عمرِ دوام کے وہم میں مبتلا رہ کر تم نماز کے تکرار سے اکتانے اور گھبرانے کیوں لگے؟ یہ ناز و نخرہ جس کا اظہار تم کر رہے ہو اس سے تو ایسے لگتا ہے کہ تمہیں اس بات کا یقین ہو چکا ہے کہ تم اس دنیا میں ہمیشہ رہو گے!! اگر تم یہ بات سمجھ جاؤ کہ تمہاری عمر نہایت مختصر ہے اور یہ بُری طرح بے فائدہ ضائع ہو رہی ہے، تو اس بات میں کوئی شک نہیں کہ چوبیس گھنٹوں میں سے صرف ایک گھنٹہ ایک ایسی خدمت اور ایسی ذمہ داری میں صرف کرنا جو انتہائی خوبصورت، پُر لطف راحت بخش، تمہارے لیے سراپا رحمت اور ابدی اور ہمیشہ کی پُر سعادت زندگی کا ایک بہت بڑا وسیلہ ہے؛ یہ ایک گھنٹہ تمہارے لئے یقیناً گرانبار اور اکتاہٹ کا باعث نہیں ہوگا۔ بلکہ اس کے برعکس وہ شوقِ خالص اور ذوق عالی کو مہمیز دینے والا بہترین وسیلہ ثابت ہوگا۔

دوسری تنبیہ:

میرے ندیدے من! تم ہر روز روٹی کھاتے ہو، پانی پیتے ہو، سانس لیتے ہو، کیا ان سب کاموں کا تکرار تنگدلی اور اکتاہٹ پیدا نہیں کرتا؟؟ ۔۔۔ بے شک نہیں ۔۔۔؛ کیونکہ ضرورت کا تکرار ملال کا باعث نہیں ہوتا بلکہ لذت کی تجدید کرتا ہے، اس لیے نماز جو کہ میرے دل کو غذا فراہم کرتی ہے، میری روح کے لیے آبِ حیات ہے اور میرے جسم میں پوشیدہ لطیف ربانی احساسات کے لیے بادِ نسیم کا جھونکا ہے، ضروری ہے کہ تمہیں اس طرح کا بنا دے گی کہ پھر تم کبھی بھی اکتاہٹ یا بیزاری کا اظہار نہیں کرو گے۔

جی ہاں!

بے شک وہ دل جو بے حد و حساب ہموم و غموم اور آلام و مصائب سے دوچار رہتا ہے،

Marfat.com

جو بے حد وحساب آمال ولذائذ پر فریفتہ رہتا ہے، اس دل کے لیے قوّت اور غذا کا حصول ایک ہی طریقے سے ممکن ہے، اور وہ یہ کہ وہ مکمل گریہ زاری کا وسیلہ لے کر اس رحیم وکریم کا دروازہ کھٹکھٹائے جو **عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر** ہے۔اور بے شک وہ روح جس کا تعلق ان مخلوقات کے ساتھ بہت زیادہ ہے جو اس فانی دنیا میں تیز رفتاری سے آتی اور چلی جاتی ہیں، وہ روح آبِ حیات سے صرف اسی صورت میں سیراب رہ سکتی ہے جب وہ نماز کے ذریعے اس معبودِ باقی اور محبوبِ سرمدی کی رحمت کے چشمے کی طرف رخ کرلے گی۔

انسان کے جسم میں پایا جانے والا وہ لطیفہ جسے "سِرّ" کہا جاتا ہے، وہ لطیفہ جو انتہائی حسّاس اور گہرے شعور اور اتھاہ لطافت کا مالک ہے، وہ ایک نورانی اور ربانی لطیفہ ہے، جو دوام وخلود کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔فطری طور پر وہ دوام وخلود کا مشتاق ہے اور اُس جلالت مآب ذات کی تجلیات کو منعکس کرنے والا آئینہ ہے۔۔۔اس حساس لطیفے کو اس دنیا کے تنگ وتاریک، گلوگیر، عارضی اور مہلک حالات سے جنم لینے والی اس مشقت، قساوت، دباؤ اور تناؤ بھری فضا میں سانس لینے کی سخت ضرورت ہے، اور یہ اُسی صورت میں ممکن ہے کہ جب وہ نماز کی کھڑکی کے روبرو کھڑا ہو کر تازہ ہوا اندر کھینچے۔

تیسری تنبیہ:

اے میرے بے صبرے من!۔۔۔آج تم ماضی میں کی ہوئی عبادت سے ملنے والی تکلیفوں، مشقتوں اور نماز کی صعوبتوں اور سابقہ مصائب سے لاحق ہونے والی زحمتوں کو یاد کر کے تلملاتے ہو، اور پھر آنے والے دنوں میں عبادات وواجبات، نمازوں کو ادا کرنے کی خدمات اور مصائب کی تکلیفوں کے بارے میں سوچتے ہو اور پھر جزع فزع کرتے ہو، قلتِ صبر بلکہ عدمِ صبر کا مظاہرہ کرتے ہو۔خود ہی بتاؤ کہ ایسی حرکت کسی بھی ایسے آدمی سے صادر

Marfat.com

ہوسکتی ہے جس کے پاس تھوڑی سی بھی عقل ہو؟ اس بے صبری کے مظاہرے کے بارے میں سوچ سوچ کر ہلکان ہونا سوائے حماقت اور بیوقوفی کے اور کوئی معنی نہیں رکھتا ہے، یہ تو ایسے ہی ہے جیسے کل کو لاحق ہونے والی بھوک اور پیاس کے خوف اور فکر سے آج ہی چیخنا چلانا شروع کر دیا جائے کہ اب کیا بنے گا! مجھے تو کل بہت سخت بھوک لگے گی!!

جب حقیقت یہی ہے، تو پھر عقل کا تقاضا یہ ہے کہ صرف آج کی عبادت کے لیے صرف آج ہی سوچو اور کہو کہ: آج کے دن سے ایک گھنٹہ میں ایک خوبصورت، لذیذ اور بہت زیادہ اہمیت کے حامل فریضے کی ادائیگی اور اس انتہائی عظیم اور بلند مرتبے والی خدمت میں صرف کروں گا جس میں تکلیف تو برائے نام ہے لیکن اس کا اجر بہت زیادہ ہے۔۔۔ یہاں آ کر تم محسوس کرو گے کہ: تمہاری الم خیز سستی ایک شیریں ہمت اور لذیذ ولولے میں تبدیل ہوگئی ہے۔

سو اے میرے بے صبرے من!۔۔۔ تم تین طرح کے صبر کے مکلّف ہو:

ا۔ اطاعت پر صبر

ب۔ معصیت سے رکنے پر صبر

ج۔ مصیبت کے وقت صبر

اگر تم سمجھداری سے کام لو تو اس تنبیہ میں پائی جانے والی جلیل القدر حقیقت کو اپنا قائد بنا لو اور اس سے عبرت اور رہنمائی حاصل کرو، اور پورے اعتماد سے مردانہ وار کہہ دو: یــــا صبــور. اور پھر صبر کی ان تینوں قسموں کی چلتی پھرتی تصویر بن جاؤ، اور صبر کی اس قوت سے مزیّن ہو جاؤ، اور اسی قوت پر اعتماد کرو جو تم میں ودیعت کر دی گئی ہے، اور یقین رکھو کہ یہ ایک ایسی قوت ہے کہ اگر اسے کسی غلطی سے ادھر ادھر کے کاموں میں بکھرنے نہیں دو گے تو یہ تمام مشقتوں اور آلام و مصائب کا مقابلہ کرنے کے لیے کافی ہو جائے گی۔

Marfat.com

چوتھی تنبیہ:

اے میرے اوچھے اور حواس باختہ من!

کیا خیال ہے کہ نماز جیسی بندگی کی ادائیگی بے نتیجہ اور بے فائدہ ہے؟ اور کیا اس کی اُجرت اتنی معمولی ہے کہ تم نے اس سے اکتانا شروع کر دیا ہے؟ جبکہ حالت یہ ہے کہ ہم میں سے کسی کو اگر کوئی آدمی کچھ پیسوں کا لالچ دے کر یا ڈرا دھمکا کر کسی کام پر لگا دے تو کسی تھکاوٹ یا اکتاہٹ کا مظاہر کیے بغیر شام تک پوری محنت سے کام کرتا رہے گا!

بے شک وہ نماز جو اس عارضی مہمان سرا میں تمہارے اس عاجز، فقیر اور مسکین دل کے لیے قوت اور سکون کا باعث ہے، جو نماز تیرے اُس تاریک گھر یعنی قبر کے لیے غذا اور ضیاء ہے جہاں تو عنقریب جا رہا ہے، جو اُس عدالت یعنی محشر کے لیے تمہاری براءت اور نجات کا پروانہ ہے جہاں تم عنقریب پیش کئے جاؤ گے، اور جو نماز تمہارے لیے اُس پل صراط پر روشنی اور برّاق بنے گی جس پر سے تمہیں بہر صورت گزرنا ہے۔۔۔ جس نماز کے یہ عظیم الشان نتائج ہیں کیا وہ بے نتیجہ اور بے فائدہ ہے؟ یا وہ معمولی اجرت کی حامل ہے؟

اگر کوئی آدمی تمہیں سو دن کام کرنے کے عوض سو ڈالر دینے کا وعدہ کرے تو تم اس کے اس وعدے پر اعتبار کرتے ہوئے پوری مستعدی کے ساتھ کسی بھی تھکاوٹ یا اکتاہٹ کا اظہار کئے بغیر کام کرتے رہو گے، حالانکہ یہ ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی کر جائے، تو اس ذات کے بارے میں کیا خیال ہے جس نے تمہارے ساتھ وعدہ کیا ہے اور وہ وعدے کی کبھی بھی خلاف ورزی نہیں کرتا ہے؟ اس کے ہاں وعدہ کی خلاف ورزی محال ہے۔ اس نے تمہارے ساتھ ایک اجرت اور معاوضہ دینے کا وعدہ کیا ہے، اور وہ ہے جنت، اس نے تمہارے ساتھ تمہیں ابدی سعادت سے نوازنے کا وعدہ کیا ہے صرف ایک ایسا وظیفہ ادا کرنے کے بدلے میں جو انتہائی آسان، راحت بخش اور پر لطف ہے اور بہت

Marfat.com

تھوڑا وقت لیتا ہے۔ تم یہ سوچتے نہیں کہ اگر اس معمولی سے وظیفے اور چھوٹی سی خدمت کو سرانجام دینے کے لیے کمربستہ نہ ہوئے، یا سرانجام تو دیا لیکن بے دلی سے اور تسلسل کے ساتھ نہیں، تو تم اس کے تحفے کی توہین کرو گے اور اس کے وعدے کو شک کی نظر سے دیکھو گے! تو کیا ایسی صورت میں اے جانِ من! تم تادیب، گوشمالی اور سزا کے مستحق نہیں ٹھہرو گے؟ کیا جہنم جو کہ ایک ابدی قید خانہ ہے، اس کا خوف اس انتہائی، آسان اور لطیف وظیفے کو ادا کرنے کے لیے تمہاری ہمت نہیں بندھاتا ہے؟ تمہیں برانگیختہ نہیں کرتا ہے؟ جبکہ یہ بات تو سب جانتے ہیں کہ تم دنیا کے اس قید خانے کے خوف سے بڑے پر مشقت اور کمر توڑ کام بغیر کسی تھکاوٹ اور اکتاہٹ کے انجام دیتے ہو۔ دنیا کا یہ قید خانہ جہنم کے ابدی قید خانے کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتا ہے؟

پانچویں تنبیہ:

اے میرے دنیا کے دیوانے من!۔۔۔ کیا تمہاری عبادت میں سستی اور کسلمندی اور نماز میں کوتاہی کا باعث تمہاری دنیاوی مصروفیات کی کثرت ہے؟ یا ہموم عیش کے غلبے کی وجہ سے تمہیں اس چیز کی فرصت نہیں ملتی؟! بڑے تعجب کی بات ہے! کیا تم صرف اسی دنیا کے لیے پیدا کئے گئے ہو کہ اپنا تمام وقت اسی کے لیے صرف کر رہے ہو؟

غور کرو کہ! باوجود اس کے کہ تم فطری طور پر تمام جانداروں سے افضل ہو اور تم زندگی کے لوازمات کے حصول میں ایک چڑیا کے برابر بھی نہیں ہو سکتے ہو۔ اس سے تمہاری سمجھ میں یہ بات کیوں نہیں آتی کہ تمہاری اصل ذمہ داری جانوروں کی طرح دنیا میں انہماک اور اسی کے ساز و سامان کا اہتمام کرتے رہنا نہیں ہے، بلکہ حقیقی انسان کی طرح اس دائمی اور ابدی زندگی کے لیے تگ ودو کرنا ہے۔ اور پھر یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ دنیا کی وہ مشغولیات و مصروفیات جو ہمہ وقت تمہارے پیش نظر رہتی اور تمہارے حافظے کے ساتھ چپکی

Marfat.com

رہتی ہیں، وہ لایعنی اور بیکار قسم کی مصروفیات ہیں، اور یہ وہ مصروفیات ہیں جن میں تم خواہ مخواہ دخل اندازی کر کے ایسی باتوں میں اپنا قیمتی وقت ضائع کرتے ہو جن کی نہ کوئی قیمت ہے نہ ضرورت، اور نہ ہی ان سے کوئی فائدہ حاصل ہونے والا ہے۔۔۔ مثال کے طور پر یہ کہ امریکا میں پائی جانے والی مرغیوں کی کل تعداد کتنی ہے؟ یا یہ کہ زحل کے گرد کتنے دائرے ہیں وغیرہ۔۔۔ گویا کہ اس بات کا پتا چل گیا تو تم ایک بہت بڑے ماہر حساب دان بن جاؤ گے یا فلک سے تمہیں کچھ حصہ مل جائے گا!! یوں تم زیادہ ضروری، زیادہ اہمیت والے اور زیادہ لازمی کاموں کو اس طرح چھوڑ دیتے ہو گویا کہ تمہیں اس دنیا میں ہزاروں برس جینا ہے!!

اگر آپ یہ کہیں کہ: نماز اور عبادت کے بارے میں میری سستی اور کمزوری کی وجہ یہ فضول باتیں نہیں ہیں بلکہ فکرِ معاش اور غمِ روزگار ہے، تو میں تمہیں ایک مثال سناتا ہوں:

اگر ایک آدمی کی یومیہ اجرت سو روپیہ ہو، اور ایک شخص اسے کہے کہ: آؤ اور دس منٹ کے لیے یہاں سے زمین کھودو تمہیں یہاں سے ایک زمرّد ملے گا جو کہ سو (۱۰۰) ڈالر کی مالیت کا ہے۔ اب وہ آدمی یہ پیشکش یہ کہہ کر رد کر دے کہ میری سو روپے کی دیہاڑی ضائع ہو جائے گی اس لیے میں یہ کام نہیں کر سکتا، تو اس کا یہ عذر کتنا فضول بلکہ کتنا بڑا پاگل پن ہوگا!۔۔۔

تمہاری حالت بھی یہی ہے، اگر تم فرض نماز چھوڑ دو گے، تو اس باغ میں تمہاری سعی و عمل کے تمام ثمرات بے کار کے دنیاوی نان و نفقہ میں منحصر ہو جائیں گے اور تمہیں ان سے کوئی فائدہ یا برکت حاصل نہیں ہوگی، لیکن اگر تم سعی و عمل کے درمیان والے تفریحی وقفے نماز میں گزارو گے، جو کہ روح کی راحت اور دل کے سکون کا ایک بہت بڑا وسیلہ ہے، تو تمہارے اخروی نان و نفقہ اور زادِ راہ کے ساتھ اس بابرکت دنیاوی نان

Marfat.com

ونفقہ کو بھی ملا کر اُس چیز کا بھی اضافہ کر دیا جائے گا جو تم مندرجہ ذیل دو عظیم روحانی خزانوں کے سرچشمے سے حاصل کرو گے:

پہلا خزانہ:

اس باغ میں تم نے خالص نیت کے ساتھ جتنی بھی نباتات، جڑی بوٹیاں اور پھل پھول تیار کیے ہیں وہ سب اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں، اور ان کی تسبیحات سے تمہیں حصہ وافر ملے گا۔(۱)

دوسرا خزانہ:

تمہارے اس باغ کے پھلوں پھولوں سے جو بھی مستفید ہوگا خواہ وہ کوئی حیوان ہو، انسان ہو، دوکان دار ہو یا چور، یہ سب تمہاری طرف سے صدقۂ جاریہ کے حکم میں ہوگا۔ جب تک کہ تمہارا نقطۂ نظر یہ ہو کہ گویا تم اللہ تعالیٰ کے مال کو اس کی مخلوقات میں بانٹنے کے لیے نمائندے اور ملازم مقرر کیے گئے ہو، یعنی تم اپنا ہر تصرف اس رازقِ حقیقی کے نام سے اور اس کی رضا مندیوں کی روشنی میں کرو۔ اب ہم ذرا اس آدمی کا جائزہ لیتے ہیں جس نے نماز چھوڑ دی، یہ آدمی کتنے بڑے خسارے سے دوچار ہوا؟ اور وہ اتنی بڑی دولت وثروت سے کتنی بڑی محرومی کا شکار رہا؟ اور کس طرح وہ ان دودائمی اور ابدی خزانوں سے محروم اور نادار رہے گا جو انسان کو عمل کے لیے ایک عظیم روحانی قوت مہیا کرتے ہیں اور اس میں سعی ونشاط کا شوق پیدا کرتے ہیں؟!۔۔۔حتیٰ کہ جب انسان بڑھاپے کی مایوس کن عمر کو پہنچ جائے گا تو بہت جلد اکتا جائے گا اور تنگ پڑ جائے گا اور اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہے گا: مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ میں خود کو تھکاتا پھروں؟ میں کس کے لیے کام کروں؟؛ کیونکہ میں تو کل کلاں اس دنیا سے کوچ کرنے والا ہوں!۔۔۔اور اس طرح وہ خود کو کاہلی اور کسلمندی کی گود

(۱) مخاطب یہاں وہ سائل ہے جو ''بارلا'' کے ایک باغ میں بطور مالی کے کام کرتا تھا۔ مترجم

Marfat.com

میں گرا دے گا۔ جبکہ پہلا آدمی خود کو مخاطب ہو کے کہتا ہے: میں اپنی اس روز افزوں عبادت کے پہلو بہ پہلو حلال کام کے لیے بھرپور محنت اور اَن تھک تگ و دو کروں گا، تاکہ میں اپنی قبر کے لئے زیادہ سے زیادہ روشنی کا انتظام کرسکوں اور اپنی آخرت کے لیے زیادہ سے زیادہ ذخیرہ اندوزی کرسکوں۔

خلاصۂ کلام:

اے میرے نفس یاد رکھو کہ:۔۔۔گزرا ہوا کل تو تمہیں چھوڑ چکا، رہا آنے والا کل، تو وہ ابھی آیا نہیں، اور اگر آ بھی جائے گا تو تمہارے پاس اس بات کی کوئی ضمانت نہیں ہے کہ وہ تمہارا ہوگا، اس لیے یہ یقین رکھو کہ فقط امروز ہے تیرا زمانہ۔ اور تمہاری حقیقی عمر آج کا دن ہی ہے۔ اس میں کم از کم یہ کرلو کہ اس کے چوبیس گھنٹوں میں سے ایک گھنٹہ اُس صندوق میں ڈالتے جاؤ جس میں آخرت کا ذخیرہ کیا جاتا ہے، اور وہ ہے مسجد یا مُصلّٰی، تاکہ تمہارے لیے حقیقی اور دائمی مستقبل کی ضمانت دی جاسکے۔ اور تمہیں اس بات کا بھی علم ہونا چاہیے کہ ہر نیا دن تمہارے اور دوسروں کے لیے ایک نئے عالَم کی طرف کھلنے والا دروازہ ہے۔ اور اگر تم نے اس دن میں نماز ادا نہ کی تو اس دن کا عالَم عالَمُ الغیب کے ہاں تاریک، غمگین اور شکوہ کناں جائے گا اور تمہارے خلاف گواہی دے گا۔۔۔ اور یہ کہ ہم میں سے ہر ایک کا اس عالَم کے متوازی اپنا ایک خاص عالَم ہے، یعنی ہم میں سے ہر انسان کی اپنی ایک الگ دنیا ہے، اور اس دنیا کا تانا بانا ہمارے عمل اور ہمارے دل سے بنتا ہے۔ اس کی مثال ایک آئینے کی طرح ہے کہ اس میں ہر تصویر اُس کے رنگ ڈھنگ کے مطابق ظاہر ہوتی ہے، آئینہ اگر زنگ آلود اور سیاہ ہوگا تو تصویر بھی سیاہ اور غیر واضح ہی نظر آئے گی۔۔۔ اور اگر صیقل شدہ اور جلا دار ہوگا تو تصویر بالکل واضح نظر آئے گی، اور پھر اگر آئینہ ناہموار ہوگا تو تصویر بھی

Marfat.com

ناہموار، بھدی، بہت بڑی یا بہت چھوٹی نظر آئے گی۔۔۔تم بھی اے میری جان! ایسے ہی ہو، تم اپنے دل، عقل اور عمل کے ساتھ اپنی دنیا کی تصویروں میں تبدیلی لا سکتے ہو، یہ تمہارے ارادہ واختیار کا کرشمہ ہے کہ اس کائنات کو اپنے حق میں کرلو یا اپنے خلاف۔ بالکل اسی طرح تم جب نماز ادا کرو گے اور اپنی اس نماز کے ذریعے اپنا رخ اس عالم کے خالقِ ذوالجلال کی طرف کیے رکھو گے تو وہ عالم جس کا رخ تمہاری طرف ہے، اسی وقت جگمگا اٹھے گا، گویا کہ تم نے نماز کی نیت سے روشنی کا بٹن دبا دیا اور تمہاری نماز کے بلب نے اس عالم کو جگمگا دیا۔۔۔ اس موقع پر تمہارے اردگرد دنیا کی جتنی پریشانیاں، بے تابیاں اور پراگندگیاں ہیں آن کی آن میں تبدیل ہو جائیں گی؛ کیونکہ روشنی ہو گئی ہے۔ اور تمہیں یہ ہموم وغموم اور آلائم ومصائب ایک پرحکمت نظام اور ایسے الفاظ وحروف نظر آئیں گے جو بڑے بامعنی، مفہوم دار اور پُرمغز ہیں، جو قدرتِ ربانی کے قلم سے لکھے گئے ہیں! تب تمہارے دل میں ﴿اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ کی بے پناہ روشنیوں کا ایک کوندا در آئے گا، اس سے تمہارے اس دن کا وہ عالم روشن ہو جائے گا، اور وہ اللہ کے ہاں اپنی نورانیت کے ذریعے تمہارے حق میں گواہی دے گا۔۔۔

خبردار میرے بھائی! یہ مت کہنا کہ: ایسی حقیقی نماز کے سامنے میری اس نماز کی بھلا کیا حقیقت ہے؟ کیونکہ جس طرح ایک معمولی سی گٹھلی کے اندر ایک مکمل کھجور کا تار و پود چھپا ہوا ہوتا ہے- فرق صرف یہ ہے کہ یہ اجمالی کھجور ہے اور وہ تفصیلی-۔ اسی طرح میرے اور آپ جیسے عام لوگوں کی نماز میں اس نور کا ایک حصہ اور اس حقیقت کے اسرار ورموز کی ایک رمز ہوتی ہے۔ اور یہ حصہ اور یہ رمز ہمارے تمہارے جیسے لوگوں کی نمازوں میں بھی ایسے ہی ہوتی ہے جیسے بڑے بڑے اولیاء کرام کی نمازوں میں ہوتی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ہمیں اس کا شعور ہو یا نہ ہو۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ اس نماز کی نورانیت کے درجات مختلف ہیں، بالکل ایسے

Marfat.com

جیسے کھجور کی گٹھلی سے لے کر مکمل درخت بننے تک کے درجات ومراتب میں تفاوت پایا جاتا ہے، اور قطع نظر اس سے کہ نماز کے درجات ومراتب بہت زیادہ ہیں، ان تمام کے تمام مراتب میں وہ نورانی حقیقت اساسی طور پر موجود ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى مَنْ قَالَ: (اَلصَّلاةُ عِمَادُ الدِّيْن) وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِيْن.

Marfat.com

دوسرا مقام:

(دل کے پانچ قسم کے زخموں کے لیے پانچ مرہم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿وَقُلْ رَبِّ أَعُوذُبِکَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَعُوذُبِکَ رَبِّ أَنْ يَّحْضُرُوْنَ﴾(۱)

میرے وسوسے کی بیماری میں مبتلا بھائی! کاش تمہیں معلوم ہو جائے کہ تمہارا یہ وسوسہ کس چیز کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے؟ یہ مصیبت کے ساتھ بہت زیادہ مشابہت رکھتا ہے جو چھوٹی سی شروع ہوتی ہے اور پھر تم جتنا اس کا اہتمام کرو گے اس کے حساب سے بڑی ہوتی جاتی ہے، اور اگر اس کی طرف توجہ نہ دی جائے تو زوال پذیر ہو کے فنا ہو جاتی ہے گی، مطلب یہ ہے کہ آپ اگر اسے بڑا سمجھیں گے تو یہ بڑی ہو جائے گی اور اگر اسے چھوٹا سمجھیں گے تو چھوٹی ہو جائے گی، اگر آپ اس سے ڈریں گے تو یہ تمہیں پاؤں کے نیچے کچل دے گی اور تمہیں بیماریوں کی آماجگاہ بنا کر عاجز اور ذلیل کر دے گی، اور اگر اس سے ڈریں گے نہیں تو یہ تمہارے پاؤں کی نوک پر ہوگی، منہ چھپائے گی اور غائب ہو جائے گی۔ اگر آپ اس کی اصلیت نہ سمجھ سکیں گے تو یہ آتی رہے گی اور آنگن میں ڈیرے ڈال دے گی، اور اگر آپ اس کی اصلیت پہچان جائیں گے، اس کی گہرائی ماپ لیں گے تو یہ مضمحل ہو کر معدوم ہو جائے

(۱) سورۃ المؤمنون، الآیۃ: ۹۷۔۹۸۔ ''اور دعا کرو کہ پروردگار، میں شیاطین کی اکساہٹوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں، بلکہ اے میرے رب میں تو اس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آئیں۔''

Marfat.com

گی۔ بات جب یہی ہے تو میں اس وسوسے کی عام طور پر سامنے آنے والی وجوہات میں سے پانچ کی وضاحت کیے دیتا ہوں، امید ہے کہ یہ وضاحت اللہ کے فضل وکرم سے ہم دونوں کے سینوں کے لیے شفا کا کام دے گی؛ وجہ اس کی یہ ہے کہ جہالت اور بے علمی وسوسوں کو مقناطیس کی طرح کھینچتے ہیں، جبکہ اس کے برعکس علم وسوسوں سے پیدا ہونے والے نقصانات کو دور دھکیلتا ہے۔ اس لیے اگر تم اس کے بارے میں جاہل اور لاعلم رہو گے تو یہ تمہاری طرف لپکیں گے اور قریب ہو جائیں گے، اور اگر تم ان کی پہچان حاصل کر لو گے تو یہ منہ پھیر کر دور بھاگ جائیں گے۔

پہلی وجہ

شیطان پہلے تو اپنی طرف سے دل میں شبہہ ڈالتا ہے، پھر دل کی گہرائیوں میں اس کی بازگشت پر نظر رکھتا ہے۔ پھر دل اگر اس شبہے کو قبول نہ کرے تو پھر شبہے سے بچ کر، سبُّ وشتم، لعن طعن اور گالی گلوچ کی آماجگاہ بن جاتا ہے، تب وہ اس میں گندے اور بیہودہ تصورات اور آداب کے منافی ایسے خیالات بھر دیتا ہے جو سبُّ وشتم، گالی گلوچ اور بُرا بھلا کہنے کے ساتھ مشابہت رکھتے ہوں۔ تب یہ بیچارہ دل ناامیدی کے بوجھ تلے دبا ہوا بلبلاتا ہے اور چیختا چلاتا ہوا کہتا ہے: اے کاش! ہائے مصیبت! ۔۔۔ جس سے وسوسہ زدہ انسان یہ سمجھتا ہے کہ اس کا دل گناہگار ہے اور اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی ہے اور برائیوں کا ارتکاب کیا ہے، اس سے اس پر قلق واضطراب اور انفعال کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، وہ سکون واطمینان کے دائرے سے نکل جاتا ہے اور غفلت کی گہرائیوں میں ڈوبنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

اس زخم کا مرہم یہ ہے:

اے وسوسے کی بیماری میں مبتلا مسکین!

ڈرنے اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں؛ کیونکہ جو چیز تمہارے ذہن کے سامنے

Marfat.com

سے گزری ہے وہ نہ گالی ہے نہ دشنام طرازی اور نہ بدگفتاری، وہ تو صرف چند عکس اور منتشر خیالات ہیں جو تمہارے ذہن کے آئینے کے سامنے سے گزر جاتے ہیں، اور چونکہ کفر کا خیال کرنا کفر نہیں ہے اس لیے سبُّ وشتم کا خیال کرنا بھی سبُّ وشتم نہیں ہے، کیونکہ منطق کا ایک معروف کُلیہ ہے کہ: **تخیل یا تصور حکم یا فیصلے کا درجہ نہیں رکھتا ہے"**۔ جبکہ سب وشتم حکم یا فیصلہ ہے"۔

مزید یہ کہ یہ نامناسب کلمات تمہارے دل سے صادر نہیں ہوئے ہیں، کیونکہ تمہارا دل ان پر افسوس کرتا ہے اور ان سے تکلیف محسوس کرتا ہے۔ ہوسکتا ہے یہ کلمات شیطان کی اُس کانا پھوسی سے صادر ہوئے ہوں جو وہ دل کے قریب جا کر کرتا ہے! اس لیے وسوسے کا نقصان اس وقت ہوتا ہے جب نقصان کا وہم پال لیا جائے، مطلب یہ ہے کہ دل کے لیے اس کا نقصان وہ ہے جو ہمارے وہم کی پیداوار ہوتا ہے؛ کیونکہ بسا اوقات انسان از راہِ تخیل کسی بے بنیاد چیز کی اس طرح سے وہمی صورت گری کر لیتا ہے گویا کہ وہ کوئی حقیقی چیز ہو، پھر اس کی طرف شیطان کے ایسے اعمال منسوب کر دیتا ہے جن سے وہ بالکل بری ہو، اور اس طرح گمان یہ کرتا ہے کہ شیطان کی یہ وسوسہ اندازیاں اس کے اپنے دل کے خیالات وواردات ہیں اور ان وسوسوں کے نقصانات کا تصور کرتا رہتا ہے اور پھر ان کا شکار ہو جاتا ہے۔ اور شیطان اس سے چاہتا بھی صرف یہی کچھ ہے۔

دوسری وجہ

معانی جب دل سے چل نکلتے ہیں تو خیال میں اس طرح سے نفوذ کرتے ہیں کہ ان کی کوئی خاص شکل وصورت نہیں ہوتی ہے۔ لیکن وہاں پہنچ کر مختلف شکلیں اور صورتیں اختیار کر جاتے ہیں۔ اور خیال ہی وہ قوت ہے جو۔ کچھ معین اسباب کے تحت۔ کئی قسم کی صورتوں کے لباس بنتا رہتا ہے۔ اور جن صورتوں کو اہتمام دیتا ہے انہیں برسرراہ سجائے رکھتا ہے، پھر جو

Marfat.com

معنی بھی وارد ہوتا ہے خیال اسے یا تو وہی لباس پہنا دیتا ہے جو اس سے بنا ہے، یا اسے اس پر لٹکا دیتا ہے، یا اسے اس سے آلودہ کر دیتا ہے اور یا اسے اس لباس کے ساتھ ڈھانپ دیتا ہے، پھر اگر تو وہ معانی صاف ستھرے اور پاکیزہ ہوں اور صورتیں اور لبادے آلودہ اور کمترین ہوں تو پھر نہ اوڑھانا ہوتا ہے نہ پہناوا، بس ایک رابطہ ہوتا ہے یعنی پھر ان معانی کو نہ کوئی چیز اوڑھائی جاتی ہے نہ پہنائی جاتی ہے صرف اتنا ہوتا ہے کہ یہ لباس یا صورتیں ان معانی کو چھو کر نکل جاتی ہیں۔ اور یہ وہ مقام ہے جہاں ایک وسوسہ زدہ انسان حیرت اور پریشانی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور مجرد رابطے کے بارے میں یہ سمجھتا ہے کہ معانی کو شکل وصورت کا لباس پہنا دیا گیا ہے، اور پھر وہ کفِ افسوس ملتا ہوا دل میں ہائے وائے کرتا ہوا کہتا ہے ''میرا دل ہلاکت کے گھاٹ جا گرا اور یہ نفسیاتی خست اور کمینگی عنقریب مجھے اللہ کی رحمت کے دروازے سے دھتکار دے گی''

اور شیطان اس کی اس حساس رگ سے بڑے بُرے طریقے سے فائدہ اٹھاتا ہے۔

اس گہرے زخم کا مرہم یہ ہے:

جس طرح پیٹ میں پائی جانے والی نجاست نماز کو توڑتی ہے نہ کسی اور پہلو سے نقصان دیتی ہے، بلکہ اس کے لیے صرف بدن کی ظاہری طہارت ہی کافی ہے، اسی طرح پاکیزہ اور مقدس معانی کے پہلو میں آلودہ اور ناپاک صورتوں شکلوں کا ہونا بھی ان معانی کے لیے نقصان دہ نہیں ہے، اس کی مثال یوں سمجھیں کہ: کبھی آپ قرآن کریم کی کسی آیت میں غور فکر کر رہے ہوتے ہیں کہ اچانک کوئی بیماری زور کر جاتی ہے یا پھر پیشاب وغیرہ کا زور ہو جاتا ہے، اور پھر یہ چیز آپ کے خیالات پر شدت کے ساتھ قبضہ کر لیتی ہے۔ اب ایسی صورتِ حال کا نتیجہ یہی ہوتا ہے اور ہوگا کہ تمہارا خیال اس چیز کے تقاضے کے تحت ذلیل تصویروں اور شکلوں کا لباس بنتا ہوا یا تو دوائی لانے کی تدبیر میں مشغول ہو جائے گا اور

Marfat.com

یا پھر پہلے قضائے حاجت کا سوچے گا، اور تمہارے غور و فکر کے آئینے میں وارد ہونے والے بلند پایہ معانی ان پست قد خیالی صورتوں کے درمیان سے گزرتے رہیں گے، آپ انہیں گزرنے دیں؛ کیونکہ انہیں کسی قسم کے خطرے، آلودگی یا نقصان کا کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ خطرہ صرف اس صورت میں ہے جب فکر ان خیالی صورتوں پر اپنی مکمل توجہ مرکوز کردے اور اس وہم کا شکار ہوجائے کہ مجھے ان سے لامحالہ نقصان پہنچنے والا ہے۔

تیسری وجہ

اشیاء کے درمیان کچھ نظر نہ آنے والے تعلقات اور روابط پائے جاتے ہیں، اور بسا اوقات تو اس تعلق اور رابطے کے یہ دھاگے ایسے چیزوں کے درمیان بھی مل جاتے ہیں جن کے بارے میں ہم سوچ بھی نہیں سکتے ہیں، یہ دھاگے یا تو مستقل طور پر ہوتے ہیں، یعنی واقعتاً ان کا وجود ہوتا ہے، یا پھر یہ ہمارے اُس خیال کا نتیجہ ہوتے ہیں جس نے یہ اپنے اُن اعمال کے حساب سے بنائے ہیں جن اعمال میں وہ مشغول ہے۔ کبھی کبھی خصوصی مقدس کاموں کے سلسلے میں فکر و نظر کے وقت جب اِدھر اُدھر سے خیالات کا ہجوم ہوجاتا ہے، اس میں یہی راز پایا جاتا ہے؛ کیونکہ ''وہ تناقض جو خارج میں دوری کا سبب بنتا ہے وہ تصور اور خیال میں قربت اور ہمسائیگی کا باعث ہوتا ہے''۔ جیسے کہ علم البیان کا ایک مشہور قاعدہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دو متناقض چیزوں کی صورتوں کو یکجا کرنا صرف خیال کی فسوں گری ہوتی ہے، اور اس ذریعے سے جنم لینے والے خیالات و تصورات کو ''**تداعی الأفکار**'' (Association of Thoghts) کہتے ہیں۔ یعنی مختلف خیالات و تصورات اور افکار کا باہم دیگر پیوستہ ہونا۔ اس کی مثال یہ ہے:

عین اس وقت جبکہ آپ نماز میں انتہائی خشوع و خضوع اور حضورِ قلب کے ساتھ کعبہ معظمہ کی طرف منہ کیئے ہوئے اپنے پروردگار کے ساتھ محوِ مناجات ہوتے ہیں، اس ''تداعی

Marfat.com

الأ فکار'' کی یلغار ہو جاتی ہے، اور خیالات وافکار کا یہ مجموعہ تمہیں ایسے لایعنی امور میں الجھا دے گا جو شرمندگی کا باعث ہوتے ہیں۔ اس لیے میرے برادر! اگر آپ ۔ خدانخواستہ ۔ اس ''تداعی الأ فکار'' کی بیماری میں مبتلا ہو چکے ہیں تو جزع فزع اور قلق واضطراب کے اظہار کی قطعاً ضرورت نہیں ہے بلکہ جبھی تمہیں اس چیز کا شعور ہو جائے فوراً اپنی فطری حالت کی طرف لوٹ جاؤ اور یہ مت کہو کہ: ''مجھ سے بہت بڑی خطا سرزد ہوگئی ہے''، اور اس طرح دل کو ہلکان مت کرو۔۔۔ اور پھر اس کا سبب تلاش کرنے میں مصروف ہو جاؤ۔۔۔ بلکہ ان کی طرف بالکل ہی توجہ نہ دو تا کہ یہ کچے دھاگے سے بھی کمزور اور عارضی تعلقات تمہارے توجہ دینے کی وجہ سے مضبوط نہ ہو جائیں؛ کیونکہ آپ جب ان پر غم اور افسوس کا اظہار کریں گے اور ان کی طرف زیادہ توجہ دیں گے، تو یہ عارضی خیالات ایسی عادت میں تبدیل ہو جائیں گے جو بتدریج دل میں جڑ پکڑ جائیں گے اور ایک خیالی مرض کا روپ دھار جائیں گے۔ لیکن نہیں۔۔۔ کبھی خوف زدہ نہ ہوں، کیونکہ یہ کوئی قلبی مرض نہیں ہے؛ کیونکہ مَن میں پیدا ہونے والے یہ اندیشے اور خیالی وسوسے غالباً انسان کے عزم اور ارادے کے برخلاف درآتے ہیں۔ اور یہ غالباً حساس اور ذہین لوگوں کو لاحق ہوتے ہیں۔ اور شیطان ان وسوسوں کے ہمراہ من میں زبردستی گھس جاتا ہے۔

اس بیماری کا علاج یہ ہے:

یاد رکھیں کہ ''تداعی الأ فکار'' کے سلسلے میں انسان ذمہ دار نہیں ہے؛ کیونکہ یہ ۔ غالباً ۔ بلا اِرادہ درآتے ہیں؛ کیونکہ یہاں نہ تو اختلاط ہے، نہ آمیزش اور نہ باہم میل ملاپ، بلکہ یہ تو صرف مجاورت اور ہمسائیگی کی عارضی حالت ہے، اور اس کے بعد کچھ بھی نہیں۔ بنا بریں، ان افکار وخیالات کی طبیعتیں ایک دوسرے میں سرایت نہیں کرتی ہیں، اور اس بنا پر ایک دوسرے کو نقصان بھی نہیں دیتیں ہیں؛ کیونکہ الہام والے فرشتوں کی دل کے آس پاس

Marfat.com

شیطان کے ساتھ ہمسائیگی میں کوئی حرج نہیں، اور ایک رہائش گاہ میں نیکوکاروں اور بدکاروں کے اکٹھے اور قریب قریب رہنے میں کوئی نقصان نہیں، اسی طرح جب ایسے غلط اندیشے اور برے افکار جو مقصود نہ ہوں ان صحیح، پاکیزہ اور صاف ستھرے افکار میں گڈمڈ ہو جائیں تو نقصان دہ ثابت نہیں ہوتے، الّا یہ کہ وہ مقصود ہوں یا یہ کہ آپ ان پر زیادہ توجہ دے کر خود کو اس وہم میں اُلجھالیں کہ یہ تمہیں نقصان پہنچائیں گے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دل تھکا ماندا اور اکتایا سا ہوتا ہے جس کی وجہ سے فکر فضول میں ہی کسی نہ کسی چیز کے ساتھ کسی نہ کسی طرح مشغول ہو جاتا ہے، تب شیطان اس موقع سے فائدہ اُٹھاتا ہے اور بُرے قسم کے خیالات دل کے چاروں طرف بکھیر دیتا ہے۔

چوتھی وجہ

یہ وسوسے کی وہ قسم ہے جو ہر کام میں افضل ترین اور کامل ترین صورت کی جستجو اور تگ ودو میں ضرورت سے زیادہ تشدد اور سختی برتنے کی صورت میں جنم لیتی ہے، چنانچہ انسان کا ورع وتقوی کے نام سے یوں یوں تشدد بڑھتا جاتا ہے۔ معاملہ مزید پیچیدہ ہوتا اور بگڑتا چلا جاتا ہے حتی کہ نوبت اس حد تک جا پہنچتی ہے کہ عین اس وقت جب انسان اعمالِ صالحہ میں بہترین اور کامل ترین صورت کا خواہش مند اور متلاشی ہوتا ہے، قریب قریب حرام کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے، اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ وہ ''سنت'' کی جستجو کی وجہ سے کسی ''واجب'' کو چھوڑ بیٹھتا ہے اور اپنے آپ سے ہمیشہ اپنے عمل کی صحت، درستگی اور قبولیت کے بارے میں پوچھتا رہتا ہے، چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ وہ یہ بات بار بار کہتا رہتا ہے: کیا خیال ہے میرا یہ عمل ٹھیک ہے؟'' حتی کہ معاملہ بڑھ جاتا ہے اور نوبت مایوسی تک جا پہنچتی ہے، تب شیطان اس کی اس حالت سے فائدہ اٹھاتا ہے، اسے اپنے تیرِ نظر کا نشانہ بناتا ہے اور اسے گہرے چرکے لگا کر بسمل بنا کے چھوڑ دیتا ہے۔

Marfat.com

اس زخم کی دو دوائیں ہیں:

پہلی دوا:- یادرکھیں کہ ایسے وسوسے صرف فرقہ ءِ معتزلہ کو ہی جچتے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ: ''بندوں کو جن امور کا مکلّف کیا گیا ہے وہ اُخروی جزا کی رُو سے فی نفسہٖ یعنی اپنی ذات کے لحاظ سے اچھے یا برے ہیں، پھر شریعت آکر ان کی حیثیت متعین کر دیتی ہے اور بتاتی ہے کہ یہ چیز یا کام اچھا اور خوبصورت ہے اور یہ بُرا یا بدصورت۔ مطلب یہ ہے کہ حسن وقبح اخروی جزا کے حساب کی رو سے خود اشیاء کی طبیعت اور ساخت کے اندر موجود ہے اور ہر چیز ذاتی طور پر حسین یا قبیح ہوتی ہے۔ رہے اوامر ونواہی، تو وہ اس چیز کے تابع ہیں جس کو شریعت مقرر کر دے''، یہی وجہ ہے کہ اس مذہب کی طبیعت انسان کو یہاں تک پہنچا دیتی ہے کہ وہ اپنے ہر عمل کے بارے میں ہمیشہ یہی پوچھتا رہتا ہے: ''کیا خیال ہے، میرا یہ عمل بالکل اسی طرح کامل صورت میں پایہ تکمیل کو پہنچا ہے جیسا کہ ہونا چاہیے تھا یا کہ نہیں؟'' لیکن اصحابُ الحق یعنی اہلُ السنۃ والجماعۃ کہتے ہیں: ''اللہ سبحانہ وتعالیٰ جس چیز کو بجالانے کا حکم دیتے ہیں وہ حسین ہو جاتی ہے اور جس چیز سے منع کرتے ہیں وہ قبیح ہو جاتی ہے'' یعنی حُسن وقُبح کا تعلق امر ونہی کے ساتھ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حسن وقبح کا تقرر اور تعیّن مکلّف کے نقطہءِ نظر سے ہوتا ہے لیکن آخرت میں خاتمے کے لحاظ سے ان کا تعلق انجام کے حساب سے ہوتا ہے، دنیاوی نقطۂ نظر سے نہیں۔

اس کی مثال یوں ہے:

آپ نے وضو کر کے نماز پڑھی، لیکن کسی ایسی مخفی چیز کی وجہ سے آپ کا وضو اور نماز فاسد ہو گئے جس کا آپ کو پتا نہیں، اب اس حالت میں آپ کا وضو اور نماز بیک وقت صحیح اور حسین ہیں۔ لیکن معتزلہ کے ہاں: وضو اور نماز دونوں اصل میں تو فاسد اور قبیح ہیں لیکن تم

Marfat.com

سے لاعلمی کی وجہ سے قبول ہو گئے؛ کیونکہ لاعلمی بھی ایک عذر ہے۔

اس طرح جب آپ اہل السنۃ والجماعہ کے مذہب پر عمل کریں گے تو شریعت کے ظاہر کے ساتھ موافق ہونے کی وجہ سے تمہارا عمل بغیر کسی شک وشبہے کے صحیح ہوگا۔لیکن یہاں دو باتوں کا دھیان رکھیں: ایک تو یہ کہ اپنے عمل کے صحیح ہونے کے بارے میں کسی وسوسے کا شکار نہ ہونا۔اور دوسری یہ کہ اس بات پر پھول نہ جانا کہ میرا عمل صحیح ہے؛ کیونکہ تم یقینی طور پر یہ نہیں جانتے ہو کہ تمارا یہ عمل اللہ کے ہاں شرفِ قبولیت پاتا ہے کہ نہیں۔

دوسری دوا:-یادرکھو کہ اسلام اللہ کا حقیقی دین ہے، جو آسانی کا دین ہے،جس میں تنگی اور مشقت نام کی کوئی چیز نہیں،اور یہ مذاہبِ اربعہ چاروں ہی برحق ہیں۔انسان کو جب اپنی تقصیر کا ادراک ہو جائے تو اس تقصیر کی تلافی اُس استغفار سے ہوسکتی ہے جو اس خود بینی،غرور اور گھمنڈ سے کہیں وزنی ہوتا ہے جو اعمال صالحہ پر اترانے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے،اس لیے اگر وسوسے میں مبتلا انسان اپنے آپ کو کسی عمل میں کمی کوتاہی کا مرتکب سمجھ کر توبہ واستغفار میں مصروف ہو جائے تو یہ اس کے لیے اپنے عمل پر اترانے اور غرور میں مبتلا ہونے سے ہزار درجہ بہتر ہے۔بات جب یہی ہے تو پھر وسوسوں کو جھٹک دو اور شیطان کے سامنے آکر برملا کہہ دو: اس چیز کا تعلق اس ''حَــرج'' (۱) کے ساتھ ہے جس کی شریعت میں نفی کی گئی ہے. اور یہ کہ احوالِ واقعی سے مطلع ہونا بہت مشکل کام ہے، بلکہ یہ چیز ''یُسْرٌ فِی الدِّیْن'' ،''لَا حَـرَجَ فِی الدِّیْنِ'' اور ''اَلـدِّیْنُ یُسْرٌ'' جیسے سنہری قاعدے اور ضابطے کے خلاف ہے۔اور یہ کہ میرا عمل اسلام کے مبنی برحق مذاہب میں سے کسی ایک مذہب کے ساتھ ضرور مطابقت رکھتا ہے۔

اور میرے لیے یہی کافی ہے کہ یہ چیز میرے لیے اس چیز کا وسیلہ بنے گی کہ میں خود کو

---

(۱) حَرَج (narrowness) گھنے درختوں والی تنگ جگہ، گناہ، قصور، اعتراض، تنگی، سختی۔ مترجم

Marfat.com

اپنے خالق و مالک کے حضور سجدے میں گرا دوں، تضرع اور گریہ زاری کے ساتھ اس سے بخشش طلب کروں اور عمل میں اپنی کمی کوتاہی کا اعتراف کرلوں۔ اور وہ سمیعٌ مجیب ہے۔

پانچویں وجہ

وہ وسوسے جو ایمان کے معاملات میں شبہات کی مختلف شکلوں کا لبادہ اوڑھ کر حملہ آور ہوتے ہیں۔

اکثر یہ ہوتا ہے کہ ایک وسوسہ میں مبتلا حیرت زدہ انسان پر خیالات کے اندیشے اور خلجانات گڈمڈ ہو جاتے ہیں اور وہ انہیں اپنی عقل کے نتائج سمجھنا شروع کر دیتا ہے، یعنی وہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ شبہات جو اس کے خیال میں پے در پے وارد ہو رہے ہیں وہ اس کی عقل سے جنم لینے والے شبہات ہیں، اس طرح وہ گمان یہ کرتا ہے کہ اس کے اعتقاد میں کوئی خلل آ گیا ہے۔۔۔ اور کبھی وہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ شبہ جس کا اسے وہم پڑ گیا ہے وہ ''شک'' ہے جو اس کے ایمان کو نقصان پہنچائے گا۔۔۔ کبھی وہ یہ گمان کرتا ہے کہ وہ شبہات جو اس کے تصور میں جاگزیں ہو چکے ہیں اس کی عقل نے بھی انہیں تسلیم کرلیا ہے۔۔۔ کبھی اس کو یہ وہم آن گھیرتا ہے کہ کفر کے معاملات میں ہر سوچ فکر کفر کا درجہ رکھتی ہے، یعنی وہ یہ سمجھتا ہے کہ ہر بحث و تمحیص اور تحقیق و تفتیش، ہر فکری تگ ودو اور اسبابِ ضلالت کی پہچان کے لیے ہر بے لاگ محاکمہ خلافِ ایمان و عمل ہے، اور وہ ان پُرفریب شیطانی تلقینات کے سامنے ڈرتا اور کانپتا رہتا ہے اور کہتا ہے: "ہائے افسوس! میرا دل ضائع اور فاسد ہو گیا، اور میرا اعتقاد راہ سے بھٹک گیا اور اس میں خلل آ گیا"۔ اور اس پر وارد ہونے والے یہ حالات چونکہ غالباً غیر ارادی ہوتے ہیں اور وہ انہیں اپنے جزوی اور کمزور ارادے سے سنوار نہیں سکتا ہے، اس لیے وہ مہلک ناامیدی کے گہرے گڑھے میں جا گرتا ہے۔۔۔

Marfat.com

اس زخم کا علاج یہ ہے:

یاد رکھیں کہ کفر کا توہّم یعنی وہم کرنا کفر نہیں ہے، جیسے کہ کفر کا تخّیل یعنی خیال کرنا کفر نہیں ہے، اور ضلالت یعنی گمراہی کا تصور ضلالت نہیں ہے، جیسے کہ ضلالت کے بارے میں تفکّر یعنی غور و فکر کرنا ضلالت نہیں ہے؛ اس کی وجہ یہ ہے کہ تخیل، توہّم، تصوّر اور تفکّر اِذعانِ قلبی یعنی دلی یقین کے کلّی طور پر متباین اور متغایر ہیں؛ کیونکہ تخیّل، توہّم، تصوّر اور تفکر سب کے سب کسی حد تک آزاد اور بے قید امور ہیں، اس لیے یہ انسان کے ارادے سے پھوٹنے والے اختیاری جزء کی کوئی پروا نہیں کرتے، اور دینی ذمہ داریوں کے بوجھ کے نیچے زیادہ دبنا بھی پسند نہیں کرتے۔ جبکہ تصدیق اور اِذعان کی حالت یہ نہیں ہے، یہ دونوں کسی میزان کے تابع ہیں۔ اور یہ بھی ہے کہ تخیل، توہم، تصور اور تفکر میں سے کوئی بھی تصدیق اور اذعان نہیں ہوتا ہے، اس لیے شبہ یا تردّد شمار نہیں ہوتا، لیکن اگر یہ حالت - بغیر کسی جواز کے - بار بار پیش آئے اور نفس میں استقرار اور جماؤ کی حالت تک پہنچ جائے تو پھر کبھی کبھار اس سے حقیقی شبہات کا کوئی نہ کوئی رنگ ابھر آتا ہے، پھر وسوسے میں مبتلا انسان غیر جانبدار عقلی محاکمات یا انصاف کے نام سے طرفِ مخالف کا ہی ہو کر رہ جانے کی وجہ سے کبھی پھسل کر ایسی حالت میں گر جاتا ہے جسے مخالف بھی اپنانا اپنے لیے لازم کر لیتا ہے، اور یہ ہے وہ مقام جہاں خواہی نخواہی وہ ان فرائض و واجبات سے دور نکل جاتا ہے جو حق کی خاطر اس پر عاید ہوتے ہیں، اور یوں وہ ہلاکت کے گھاٹ جا اُترتا ہے۔ کیونکہ اس کے ذہن میں ایک ایسی حالت بیٹھ جاتی ہے جو کہ طرفِ مخالف یعنی مدّ مخالف یا شیطان کی طرف سے ذمہ دار، وکیل یا عہدیدار کے مشابہ ہوتی ہے۔ شاید اس خطرناک وسوسے کی ایک اہم قسم یہ ہے کہ:

وسوسہ زدہ انسان کے لیے ''امکانِ ذاتی'' اور ''امکانِ ذہنی'' کے درمیان فرق کرنا مشکل ہو جاتا ہے، یعنی وہ جس چیز کو ممکن سمجھتا ہے اس کے بارے میں اپنے ذہن کے ساتھ

Marfat.com

پھر وہم میں اور اپنی عقل کے ساتھ شک میں مبتلا ہو جاتا ہے، حالانکہ یہ بات معلوم ہے کہ "علم المنطق" میں ایک کلامی قاعدہ کلیہ پایا جاتا ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ "امکانِ ذاتی یقین علمی کے منافی نہیں ہے۔اس لیے اس کے اور ذہنی ضروریات وبدیہیات (جن چیزوں کو ذہن ضروری سمجھتا ہے) کے درمیان کوئی تعارض یا تضاد نہیں ہے۔اس کی وضاحت ہم ایک مثال کے ساتھ کرتے ہیں:

یہ بات ممکن ہے، بحرِ اسود کا پانی ابھی خشک ہو جائے، یہ ایک ایسی چیز ہے جس کا "امکانِ ذاتی" کی رو سے واقع ہونے کا احتمال ہے۔لیکن ہم اس بات کا حکم یقینی طور پر لگا سکتے ہیں کہ یہ سمندر اپنے موجودہ موقع محل میں موجود ہے، اور اس میں قطعاً کوئی شک نہیں۔ تو امکانی احتمال اور ذاتی امکان کوئی شک شبہ پیدا نہیں کرتے، بلکہ ہمارے یقین میں کوئی تزلزل بھی پیدا نہیں کرتے ہیں۔

اس کی دوسری مثال یہ ہے کہ:

یہ ممکن ہے کہ سورج آج غروب نہ ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ کل کو طلوع نہ ہو، لیکن یہ امکان اور یہ احتمال کسی بھی حال میں ہمارے یقین پر اثر انداز نہیں ہو سکتا ہے، اسے کمزور نہیں کر سکتا ہے اور نہ ہی اس کی وجہ سے ہمارے ایمان ویقین پر کوئی چھوٹا موٹا شبہ وارد ہو سکتا ہے۔اس طرح کی اور مثالیں بھی پیش کی جا سکتی ہیں۔

تو وہ اوہام جو "امکانِ ذاتی" کی رُو سے دنیاوی زندگی کے غروب ہونے اور اُخروی زندگی کے طلوع ہونے سے وارد ہوتے ہیں اور جن کا تعلق غیب کے ان ایمانی حقائق کے ساتھ ہے، یہ اوہام جیسے بھی ہوں ہمارے ایمانی یقین میں خلل انداز نہیں ہوتے ہیں۔اس ضمن میں اصولِ دین اور اصولِ فقہ کا مشہور قاعدہ ہے:

"لَا عِبْرَةَ لِلْاِحْتِمَالِ غَیْرِ النَّاشِیءِ عَنِ الدَّلِیْلِ" یعنی وہ احتمال جس کا سرچشمہ

Marfat.com

کوئی خاص دلیل نہ ہو، اس کا کوئی اعتبار نہیں‘‘

سوال:- آپ کی رائے میں اہلِ ایمان کو ان دل آزار اور من اُچاٹ وسوسوں میں مبتلا کرنے میں کیا حکمت کارفرما ہے؟

جواب:- اگر ہم غیر جانبدار ہو کر تجزیہ کریں تو پتا چلتا ہے کہ وسوسہ انسان کو چوکنا رکھنے کے لیے مہمیز، تحقیق و جستجو کے لیے محرک اور باعث، اور سنجیدگی کے لیے ایک بہترین وسیلہ ہے۔ یعنی یہ بے پروائی کی نفسیات کو دور بھگاتا اور سستی و کسلمندی کو قریب نہیں پھٹکنے دیتا ہے۔ اسی وجہ سے اُس علیمٌ حکیمٌ ذات نے وسوسہ کو شوق کے ابھارنے والے ایک تازیانے کی حیثیت دے کر اُسے شیطان کے ہاتھ میں تھما دیا ہے تا کہ وہ اس کے ذریعے۔ اس دارُالامتحان اور مقابلے کے میدان میں۔ انسان کو اِن حکمتوں کے لیے آمادہ کرتا رہے۔ اور جب وہ اس کوڑے کے ذریعے ہمیں زیادہ تکلیف پہنچانا شروع کر دے تو ہم ’’اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم‘‘ کا ورد کرتے ہوئے اس علیمٌ حکیمٌ کے دامن میں پناہ لینے کے لیے بھاگ کھڑے ہوں۔

Marfat.com

بائیسواں مقالہ

[یہ مقالہ دو مقامات پر مشتمل ہے]

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا مقام:

﴿وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾(۱)

﴿وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ﴾(۲)

ایک دفعہ دو آدمی نہانے کی غرض سے ایک بڑے سے تالاب میں اُترے تو وہاں دورانِ غسل اُن پر کچھ ایسی بے خودی چھائی کہ وہ از خود رفتہ سے ہو گئے، ہوش آیا تو انہوں نے خود کو کسی دوسرے عالَم میں پایا، ایسا عجیب و غریب عالَم جو انتہائی گہرے نظم و نسق پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ایک مملکت جیسا لگ رہا تھا، بلکہ ایک شہر، بلکہ ایک قلعہ لگ رہا تھا۔ وہ حیرت و استعجاب سے بھرے ہوئے بڑے والہانہ انداز سے اپنے اردگرد کے ماحول کا جائزہ لینے لگے؛ دیکھا کہ ان کے سامنے واقعتاً ایک بڑا عظیم الشان اور حیرت خیز عالَم موجود تھا، ایسا کہ ایک پہلو سے دیکھا جائے تو وہ نظم و ضبط کا ایک سراپا مملکت نظر آتا تھا، دوسری جانب سے دیکھا جائے تو ہر پہلو سے مکمل ایک خوبصورت شہر نظر آتا تھا، اور دیگر پہلوؤں سے وہ ایک بلند و بالا محل نظر آتا تھا جس میں خود ایک حیرت انگیز عالَم آباد تھا۔۔۔ اس عجیب و غریب عالَم میں اُنہوں نے گھومنا پھرنا شروع کر دیا، پھرتے پھراتے اچانک ان کی نظر ایسی مخلوقات پر جا پڑی جو ایک خاص قسم کی ایسی بولی بول رہی تھیں جو اُن دونوں کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی، البتہ انہیں ان کے اشاروں کنایوں اور حرکات و سکنات سے اتنا پتا چل گیا کہ وہ کچھ عظیم الشان اور جلیل القدر اعمال و فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

---

(۱) ''یہ مثالیں اللہ اس لئے دیتا ہے کہ لوگ ان سے سبق سیکھیں''۔(الحشر:21)

(۲) ''یہ مثالیں ہم لوگوں کے سامنے اس لیے بیان کرتے ہیں کہ وہ (اپنی حالت پر) غور کریں''(ابراھیم:25)

Marfat.com

اُن میں سے ایک نے دوسرے سے کہا:

اس بات میں تو کوئی شک نہیں کیا جاسکتا ہے کہ اس عجیب وغریب عالم کا کوئی منتظم اور تدبیر کنندہ ہے جو اس کے اُمور ومعاملات کی تدبیر کر رہا ہے، اور اس کا کوئی مالک ہے جو اس کا خیال رکھ رہا ہے، اس جاذبِ نظر شہر کا کوئی ناظم ہے جو اس کا نظم ونسق سنبھالے ہوئے ہے، اور اس دلربا محل کا کوئی بنانے والا ہے جس نے اسے انوکھی طرز تعمیر کا ایک نمونہ بنایا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں اس کی جان پہچان کے لیے کوشش کرنی چاہیے؛ کیونکہ محسوس یہ ہوتا ہے کہ وہ خود ہی ہمیں یہاں پر لایا ہے۔ کیونکہ اگر ہم اُس کو پہچان نہ پائے تو اس عجیب و غریب عالم میں اُس کے سوا اور کون ہے جو ہمارے کام آئے گا، ہماری مدد کرے گا اور ہماری ضروریات پوری کرے گا؟ اور تمہارے خیال میں ان عاجز، درماندہ اور کمزور سی مخلوقات سے کوئی امید کی جاسکتی ہے جن کی زبان ہم سمجھ نہیں پا رہے ہیں اور وہ ہماری بات ہی نہیں سنتے ہیں؟ پھر وہ جس نے اس عظیم عالم کو ایک منظم مملکت، خوبصورت اور دلفریب شہر اور حیرت انگیز محل کی شکل وصورت دی ہے، اور اسے انوکھی اور غیر معمولی چیزوں کا خزانہ بنایا ہے، اسے سب سے خوبصورت اور دلرُبا حسن و جمال سے مزین کیا ہے، اور اس کے ہر کونے زاویے کو حکیمانہ معجزوں سے آراستہ کیا ہے۔۔۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ایسا صانع جو اِس عظمت و ہیبت کا مالک ہے وہ ہم سے اور ان سب سے جو یہاں آتے ہیں کچھ چاہتا ہے، اس لیے ہمارے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم اس کی اچھی طرح سے پہچان کریں اور یہ جاننے کی کوشش کریں کہ وہ ہم سے کیا چاہتا ہے۔

اُس کے ساتھی نے اُس سے کہا:

یہ فضول باتیں چھوڑو۔ میں یہ بات مان ہی نہیں سکتا کہ اِس عجیب وغریب عالم کو کوئی ایک اکیلی ہستی چلا رہی ہوگی۔

Marfat.com

تو اس نے کہا:

نہیں میرے دوست ایسا نہیں، آپ میری بات سمجھنے کی کوشش کریں۔ دیکھیں ہم اگر اس کی پہچان نہ کر پائے تو پھر کچھ بھی حاصل نہیں کر سکیں گے، اور ہماری اس بے پروائی کا ہمیں بہت زیادہ نقصان ہوگا۔ لیکن اگر ہم نے اس کی جان پہچان کے لئے بھاگ دوڑ کی تو اِس میں مشقت بہت کم ہوگی، جبکہ منفعت ہوئی تو بہت بڑی ہوگی، اس لیے یہ بات معقول نہیں ہے کہ ہم اِس کے تعارف اور جان پہچان سے بے اعتنائی کا مظاہرہ کریں۔

لیکن اُس کا بے وقوف ساتھی بولا:

میں سکون اسی چیز میں محسوس کرتا ہوں کہ اس عجیب وغریب صانع کے بارے میں لاعلم ہی رہوں اور ایسی باتوں میں اپنی سوچ فکر کو خواہ مخواہ مصروف نہ کروں، اس لیے مجھے ایسی کسی بھی بات میں خود کو اُلجھانے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی ہے جو میری عقل میں سما نہ سکے، بلکہ میری رائے میں اس دُنیا میں نظر آنے والے جتنے بھی افعال ہیں تمام کے تمام اتفاقات کا نتیجہ ہیں، اور باہمدیگر پیوستہ اور ایک دوسرے میں داخل کچھ ایسے امور ہیں جو خود بخود چل رہے ہیں اور کام کر رہے ہیں! اس لیے میں ان باتوں کے بارے میں دلچسپی نہیں رکھتا ہوں!

اس کے عقلمند ساتھی نے اُسے کہا:

مجھے خطرہ ہے کہ تمہاری یہ ضد ہمارے لیے کوئی نہ کوئی مصیبت اور آزمائش کھڑی کر دے گی اور ہمارے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی لے ڈوبے گی! کیا تم نہیں جانتے کہ کسی ایک بے ادب نافرمان کی وجہ سے آباد مملکت ملبے کا ڈھیر بن جاتی ہے!۔۔۔

دوبارہ وہ بے وقوف اس کی طرف مُڑ کر بولا:

یا تو تم کسی بھی شک وشبہ سے بالاتر قطعی دلائل کے ساتھ یہ ثابت کر دو کہ اس عظیم الشان مملکت کا ایک ہی مالک اور ایک اکیلا ہی صانع ہے، یا پھر مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔

Marfat.com

اس کے دوست نے کہا:

آپ کی ہٹ دھرمی چونکہ جنون اور ہذیان کی حدوں کو چھونے لگی ہے، اور اس ضد اور عناد کا نتیجہ ہماری اور اس مملکت کی تباہی کے سوا کچھ بھی برآمد ہونے والا نہیں ہے، اس لیے میں تمہارے سامنے بارہ قسم کے دلائل و براہین سے یہ ثابت کروں گا کہ یہ جو ایک دلکش اور من موہن محل جیسی دنیا ہے، اور ایک شہر کی طرح منظم اور مرتب مملکت ہے، اس کا ایک صانع یا بنانے والا ہے، وہ بالکل انوکھا، یکتا اور یگانہ ہے، وہی ان تمام امور کی تدبیر کرتا ہے، ایسی تدبیر کہ تمہیں کسی چیز میں کوئی خلل یا قصور نظر نہیں آئے گا۔ یہ ہے وہ صانع اور مُوجد جسے ہم دیکھ نہیں پا رہے ہیں، لیکن وہ ہمیں اور ہر چیز کو برابر دیکھ رہا ہے اور ہر چیز کا کلام سُن رہا ہے، چنانچہ اس کے تمام اُعمال و افعال بڑے معجز نما اور حیرت انگیز ہیں۔ اور یہ مخلوقات جن کی ہم بولیاں نہیں سمجھ پا رہے ہیں یہ اُس کی سلطنت کے خدام و حشم اور ملازم ہیں۔

پہلی دلیل:

آؤ میرے دوست میرے ساتھ آؤ تا کہ ہم ذرا اپنے گرد و پیش پھیلی ان اشیاء و اُمور کا جائزہ لیں۔ آپ یہ بات محسوس نہیں کر رہے ہیں کہ ان تمام چیزوں کے پیچھے کوئی خفیہ ہاتھ کام کر رہا ہے؟ کیا آپ دیکھ نہیں رہے کہ ایک چیز جو اتنی عاجز اور لاچار ہے کہ خود اپنا بوجھ بھی نہیں اٹھا سکتی ہے ہزاروں ٹن بوجھ اٹھائے ہوئے ہے؟(۱) کیا تمہارے مشاہدے میں یہ بات نہیں آ رہی ہے کہ وہ چیز جس کے پاس نہ ادراک ہے نہ شعور، وہ ایسے کام کر رہی ہے جو انتہائی حکمت پر مشتمل ہیں (۲) اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ تمام چیزیں بذاتِ خود کوئی کام نہیں کرتی ہیں، بلکہ یہ ضروری ہے کہ پس پردہ کوئی صاحبِ قدرت ذات ہے جو تمام چیزوں

---

(۱) بیجوں اور گٹھلیوں کی طرف اشارہ ہے جو اپنے سروں پر بھاری بھرکم درخت اُٹھائے ہوئے ہیں۔ مؤلف۔

(۲) یہ۔ بطور مثال۔ انگوروں کی بیلوں کی طرف اشارہ ہے جو اپنے نرم و نازک ہاتھ پھیلا کر دوسرے درختوں کے ساتھ بغلگیر ہو جاتی ہیں، کیونکہ وہ اپنے بھرپور خوشوں کا بوجھ اٹھانے سے قاصر ہوتی ہیں۔ مؤلف؟۔۔۔

Marfat.com

کا بندوبست کر رہی ہے؛ کیونکہ اگر یہ چیزیں خود کار ہوتیں تو پھر یہ لازم آتا کہ ہر کام جو یہاں اس مملکت میں ہم نے دیکھا وہ ایک معجزہ اور ہر چیز خود بھی معجزے کی مالک ایک عجوبہ ہو۔ اور یہ تو نرا اسفسطہ ہے۔(۱)

دوسری دلیل:

آؤ، اب ذرا اُن چیزوں کا گہری نظر سے مشاہدہ کریں جو ان میدانوں اور ہموار زمینوں کو زینت دے رہی ہیں، اِن میں زینت کی ہر ایک قسم میں بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو ہمیں ایک غیبی ذات کی خبر دیتی ہیں اور اس تک پہنچنے والا راستہ دکھاتی ہیں، گویا کہ یہ سب چیزیں اس کا سِکہ اور مُہر ہیں جو اس غیبی ذات کی خبر دیتی ہیں، بالکل ایسے جیسے بادشاہ کا سکہ اور خاص مہر اُس کے وجود کی دلیل ہوتی ہے، اور ڈھلے ہوئے سِکوں پر اس کا خصوصی نشان یا ٹھپہ اُس کی عظمت وہیبت کی خبر دیتا ہے۔ چاہو تو اس انتہائی چھوٹے سے جسم کو دیکھو جس کی قدر و قیمت انسان کے نزدیک نہ ہونے کے برابر ہے۔(۲) مولائے کریم نے اُس سے

---

(۱) سوفسطائی (Sophistr)، قدیم یونان میں چوتھی اور پانچویں صدی قبل مسیح میں معلمین کا ایک گروہ تھا جو اپنی تعلیم و تدریس کی متعلم سے فیس وصول کرتا تھا۔ اور سقراط کی نظروں میں یہ کام نہایت نامناسب تھا۔ قدیم فلاسفہ کے نزدیک سوفسطائی محض لفاظ اور سچ کو جھوٹ بنانے والے چرب زبان لوگ قرار پائے اور اہلِ علم کی نظروں میں گر گئے۔ سوفسطائیت (Sophctry)، غلط، گمراہ کن، پُر از مغالطہ، نمائشی حجت بازی، چالاکی، چرب زبانی اور ایک غیر صحیح اندازِ حجت یا گمراہ کن دلیل، قطعِ نظر اِس کے کہ موضوعِ بحث لائقِ توجہ یا کسی قدر و قیمت یا اہمیت کا حامل ہو یا نہ ہو۔ (کشاف اصطلاحات فلسفہ) مترجم۔

(۲) مثلاً خشخاش کا بیج جو کہ ایک ذرے جیسا ہوتا ہے، خوبانی کا بیج اور تربوز کا بیج جو کہ درہم جیسے ہوتے ہیں، یہ بیج کس طرح ایسے پتے لے آتے ہیں جو سلے ہوئے کپڑوں سے زیادہ اچھے ہوتے ہیں۔ اور ایسے زرد و سفید پھول لاتے ہیں جو کاٹن کے کپڑوں سے زیادہ زرد و سفید ہوتے ہیں۔ اور ایسے پھل لاتے ہیں جو مٹھائیوں سے زیادہ میٹھے اور ڈبوں اور پیکٹوں سے زیادہ عمدہ اور نفیس ہوتے ہیں۔ اور وہ ہمیں یہ سب کچھ رحمتِ الٰہیہ کے خزینے سے پیش کرتے ہیں۔ مؤلف

Marfat.com

ایسے لمبے لمبے پارچہ جات تیار کیے ہیں جو خوشنما رنگوں بھرے جاذبِ نظر نقش و نگار سے مزین ہیں۔ اور اُس سے ایسی چیزیں نکال رہا ہے جو مٹھائیوں اور شہد بھری پیسٹریوں سے بھی زیادہ لذیذ ہیں۔ اور یہ سب کچھ اتنی زیادہ مقدار میں ہے کہ اگر تمہارے جیسے لاکھوں لوگ بھی یہ کپڑے پہن لیں اور یہ مأکولات کھالیں تو بھی ختم ہونے کو نہ آئیں۔

پھر دیکھو کہ وہ اپنے غیبی ہاتھ سے یہ لوہا، مٹی، پانی، کوئلہ، تانبا، چاندی اور سونا پکڑتا ہے اور ان تمام چیزوں سے گوشت کا ایک ٹکڑا بنا دیتا ہے(۱) تو اے غفلت پسند آدمی! یہ تمام چیزیں خصوصی طور پر اُسی ذات کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں جس کے ہاتھ میں اس مملکت کی زمام کار ہے، جس کی نظروں سے کوئی چیز اوجھل نہیں ہے، اور جس کے ارادے کے سامنے ہر چیز سراپا اطاعت و انقیاد ہے۔

تیسری دلیل:

آؤ! اب ذرا وہ عجیب و غریب مصنوعات دیکھتے ہیں جو متحرک اور چلتی پھرتی ہیں (۲) اِن میں سے ہر چیز ایسے بنائی گئی ہے کہ گویا وہ اس عظیم الشان محل کا ایک چھوٹا سا نُسخہ ہو؛ کیونکہ اس میں ہر وہ چیز پائی جاتی ہے جو اس تمام محل میں موجود ہے! تو کیا ایسا ممکن ہے کہ اس کے انوکھے خالق و صانع کے علاوہ کوئی اور ہو جو اس عجیب و غریب محل کو ایک چھوٹی مشین میں داخل کر دے؟ اور کیا یہ ممکن ہے کہ ایک ایسا عالم جو ایک ڈبے کے سائز کی مشین میں سمو دیا گیا ہے، اُس میں تمہیں کوئی عبث، بیہودگی اور اتفاقی حادثہ نظر آ جائے؟

---

(۱) اس طرف اشارہ ہے کہ حیوانی جسم مختلف عناصر سے تخلیق پاتا ہے، اور ایک جیتا جاگتا وجود نطفے کی ایک بوند سے ایجاد ہوتا ہے۔ مؤلف۔

(۲) اس سے انسانوں اور حیوانوں کی طرف اشارہ ہے؛ کیونکہ حیوان اس عالم کی چھوٹے سائز کی فہرست ہے، اور انسانی ماہیت اس کائنات کی چھوٹے سائز کی مثال ہے، مطلب یہ ہے کہ کائنات میں جو چیز بھی پائی جاتی ہے اُس کا نمونہ انسان میں بہر کیف موجود ہے۔ مؤلف۔

Marfat.com

مطلب یہ ہے کہ یہ جتنی بھی عجیب وغریب مشینیں نظر آرہی ہیں یہ سب کی سب وہ نشانیاں اور علامات ہیں جو اس انوکھے اور بے مثل موجد وصانع پر دلالت کر رہی ہیں، اس کی عظمت کا اعلان کر رہی ہیں اور اپنی زبانِ حال سے یہ کہہ رہی ہیں کہ:

''ہم اُس ذات کے بے نظیر شاہکار ہیں جس نے اِس عالم کو بغیر کسی پہلے نمونے کے مطلق سہولت کے ساتھ بنایا ہے اور ہمیں بھی جس نے مطلق سہولت کے ساتھ ایجاد کیا ہے''۔

چوتھی دلیل:

اے میرے ضدی دوست! آؤ تمہیں ایک اور حیرت انگیز چیز دکھاؤں۔ دیکھو اس مملکت میں تمام معاملات تبدیل ہو گئے ہیں اور تمام چیزوں میں تغیر آرہا ہے، اور یہ تبدُّل و تغیُّر ہم اپنی ان آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ یہاں نظر آنے والی کسی بھی چیز کو ثبات یا قرار نہیں ہے بلکہ ہر چیز تبدیل ہوتی ہے اور نئے روپ میں سامنے آتی ہے۔

ان ٹھوس اور جامد اجسام اور ادراک سے عاری ان ڈبوں کو دیکھو جو ہمارے مشاہدے میں رہتے ہیں، ایسے لگتا ہے جیسے اِن میں سے ہر ایک مُطلق حاکم ہے اور باقی اس کے ماتحت اور محکوم ہیں، اور جیسے کہ ان میں سے ہر ایک تمام چیزوں پر غلبہ وتسلط رکھتا ہے، ہماری اس قریبی مشین کو ہی دیکھ لو، ایسے لگتا ہے جیسے کہ یہ حکم کرتی ہے اور دور دور سے ہر وہ چیز اِس کی طرف بھاگی چلی آتی ہے جو اس کی زیب وزینت اور کام کاج کے لیے ضروری ہے۔ اور اس بے شعور جسم کی دیکھو(۱) ایسے لگتا ہے جیسے کہ وہ اپنی آنکھ کے ایک اشارے سے اپنے خصوصی کاموں کے لیے سب سے ضخیم اور بھاری بھرکم جسم کو مسخر کر لیتا ہے اور اُسے اپنے

(۱) پھل دار پودوں کی طرف اشارہ ہے؛ کیونکہ وہ اپنی نرم ونازک ٹہنیوں میں سینکڑوں کارخانے اور فیکٹریاں اٹھائے پھر رہے ہیں، چنانچہ وہ نرم وملائم پتے، روح افزا اور دلفریب پھول اور تروتازہ پھلوں کو پکا کر ہماری خدمت میں پیش کر دیتے ہیں۔ انہیں میں سے صنوبر کے بلند وبالا درخت ہیں جنہوں نے اپنے کارخانے اور فیکٹریاں پہاڑوں کی مضبوط چٹانوں میں لگائی ہوئی ہیں اور کام کر رہے ہیں۔ مؤلف۔

Marfat.com

اشاروں پر نچاتا ہے۔۔۔ان دو مثالوں پر دوسرے معاملات کو قیاس کر سکتے ہو؛ **کیونکہ اس دنیا میں ہر چیز عادتاً دوسری مخلوقات کو مسخر کر رہی ہے۔۔۔**

پس اگر تم اس مملکت کے نظم ونسق کے معاملات اُس مالک کے سپرد نہ کرد و گے جو ہماری ان ظاہری آنکھوں سے نظر نہیں آرہا ہے، تو پھر یہ لازم آتا ہے کہ ان عجیب وغریب مخلوقات میں سے ہر مخلوق میں جو بھی مضبوطی اور کمال نظر آتا ہے اُسے اُس مخلوق کا ذاتی کمال اور انفرادی کرشمہ سمجھا جائے، اگرچہ وہ پتھر، مٹی، حیوان، انسان یعنی کوئی سی بھی مخلوق کیوں نہ ہو!

اگر تمہاری عقل اِس بات کو محال سمجھے کہ عجیب وغریب اور انوکھی طاقتوں کی مالک ذات ہی اس مملکت کی مالک ہے اور وہی اس کا نظم ونسق چلا رہی ہے تو پھر تمہیں یہ بات ماننا پڑے گی کہ اس کائنات کے ایک آقا ومولا کی بجائے کروڑوں خالق وصانع اور موجد ہیں، بلکہ ان کی تعداد اتنی ہے جتنی کہ اِن موجودات کی، اور یہ سب کے سب ایک دوسرے کے متماثل، ایک دوسرے کے متناقض اور باہمد گر متداخل ہیں، یعنی ان میں سے ہر ایک دوسرے کا مدّ مقابل، اس کا ہمسر اور اس جیسی صلاحیتوں کا مالک ہے، ہر ایک دوسرے کا بدل ہو سکتا ہے، اس کی جگہ لے سکتا ہے اور اس کے معاملات میں دخل اندازی کر سکتا ہے، لیکن پھر بھی یہ انتظام خراب نہ ہو اور وہ سب اس کائنات میں تغیرات برپا نہ کریں حالانکہ صورت حال یہ ہے کہ بڑی مملکت میں اگر دو ہاتھ ایک کام میں داخل ہو جائیں تو تمام معاملہ چوپٹ ہو جاتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر ایک مملکت کے دو بادشاہ ہوں، ایک صوبے کے دو گورنر ہوں یا ایک شہر یا گاؤں کے دو سردار ہوں تو تمام معاملات درہم برہم ہو جاتے ہیں۔ اور اگر ایک منظّم،

---

(۲) بیجوں، دانوں اور حشرات الارض کے انڈوں کی طرف اشارہ ہے، مثال کے طور پر ایک مچھر اپنے انڈے درخت کے پتوں میں دیتا ہے اور وہ درخت ان کے لئے رحمِ مادر اور نرم ونازک جھولے کا کام دیتا ہے اور شہد کی طرح میٹھی غذا سے بھر جاتا ہے۔ گویا کہ یہ غیر پھل دار درخت ایک زندہ مخلوق کی شکل میں پھل دیتا ہے۔ مؤلف۔

Marfat.com

منسّق اور مرتّب مملکت کے بے شمار مطلق حکمران ہوں گے تو پھر اس کا انجام کیا ہوگا؟۔۔۔

پانچویں دلیل:

اے میرے شکی مزاج دوست! آؤ ذرا اِس عظیم الشان محل کے نقش ونگار کو باریکی سے دیکھیں، اِس آباد شہر کی تزیین وآرائش پر ذرا گہری نظر ڈالیں اور اس عالمِ رنگ وبو کی مضبوط صنعت گری میں غور وفکر کریں۔تو دیکھو کہ یہ بات واضح طور پر ہماری سمجھ میں آرہی ہے کہ یہ خوبصورت نقش ونگار اگر اُس بے مثال خالق ومالک کے معجز نگار قلم کے شاہکار نہیں ہیں جس کے معجزات وعجائبات کی کوئی حد نہیں ہے، بلکہ اس کی بجائے ان کی نسبت شعور سے خالی اسباب، اندھے اتفاقات اور گونگی بہری نیچر کی طرف کردی جائے، یعنی یہ کہا جائے کہ ان کی کتابت اور نقش نگاری اسباب، اتفاقات اور نیچر کے ہاتھوں سے ہوئی ہے، تو پھر یہ بات لازم آتی ہے کہ اِس مملکت کے ہر پتھر، جڑی بوٹی، درخت اور پیڑ پودے میں ایک ایسا مصور اور معجز نگار کاتب بیٹھا ہو جو ایک حرف کے اندر ہزاروں کتابیں لکھ سکتا ہو، اور ایک نقش میں لاکھوں کے خوبصورت، عمدہ اور تکمیل بردوش اعمال مندرج کرسکتا ہو! کیونکہ تم دیکھ رہے ہو کہ تمہارے سامنے لگی ہوئی اس اینٹ میں اُبھرا ہوا جو نقش نظر آرہا ہے (۱) اس میں اس محل کے تمام نقوش ونگار مندرج ہیں، اس شہر کے تمام قوانین اور تمام نظام ہائے زندگی اور اس میں جاری ہر کام کے تمام منصوبے پائے جاتے ہیں۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ان خوبصورت اور دل آویز نقوش کو ایجاد کرنا بذاتِ خود اس تمام مملکت کو ایجاد کرنے کی طرح بہت بڑا معجزہ ہے، اور اس کی ہر تعجب خیز، حیرت انگیز صنعت وکاریگری ایک ایسا سائن بورڈ

---

(۱) انسان کی طرف اشارہ ہے جو کہ تخلیق کا پھل ہے۔اور پھل کی طرف اشارہ ہے جس کے اندر اُس کے درخت کی مکمل فہرست اور پروگرام موجود ہے۔پس قلمِ قدرت نے کائنات کی اس کتابِ کبیر میں جو کچھ لکھا ہے اُسے مجمل طور پر انسان کی ماہیت میں لکھ دیا ہے۔اور قلمِ قدرت نے ایک درخت کے اندر جو کچھ لکھا ہے اُسے مجمل طور پر اس کے چھوٹے سے پھل میں درج کردیا ہے۔مؤلف۔

Marfat.com

ہے جو اس عجیب وغریب صانع کے اوصاف کا اعلان کر رہا ہے، اور اس کا ہر خوبصورت نقش ایک ایسی مُہر ہے جو اُس کے وجود پر واضح طور پر دلالت کر رہی ہے۔

تو جب یہ بات ممکن ہی نہیں کہ کوئی حرف اپنے کاتب پر دلالت نہ کرے، اور کوئی نقش اپنے نقش گر کے متعلق نہ بتائے، تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک ایسا حرف جس میں کوئی عظیم الشان کتاب لکھی گئی ہو وہ اپنے کاتب پر دلالت نہ کرے، اور یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک ایسا نقش جس میں ہزاروں نقوش بنائے گئے ہوں، وہ اپنے نقاش کا پتا نہ دے؟

چھٹی دلیل:

آؤ ذرا اپنے سامنے تا حدِ نگاہ پھیلے ہوئے صحرا میں گھومتے پھرتے ہیں۔۔۔(۱) یہ دیکھو، یہ ایک بلند و بالا پہاڑ بچھا ہوا ہے، آؤ اس پر چڑھتے ہیں تاکہ چاروں اطراف کا مشاہدہ کرنے میں ذرا آسانی رہے، ہمیں چوٹی پر پہنچنا چاہیے اور ہمارے پاس دوربین لازمی ہونی چاہیے تاکہ دور کی چیزیں قریب سے دیکھی جا سکیں۔ اِس مملکت میں اتنے عجیب معاملات اور اتنے حیرت انگیز واقعات ظہور میں آتے ہیں جو کسی کے خیال میں بھی نہیں آسکتے۔ ان دور تک پھیلے ہوئے پہاڑوں اور وادیوں، اور ان شاد آباد شہروں کو دیکھو، یہ آنِ واحد میں تبدیل ہو رہے ہیں۔ کیسے تبدیل ہو رہے ہیں۔۔۔ ایسے جیسے اربوں کھربوں باہم دِگر پیوستہ اُمور و معاملات مکمل نظم و ضبط اور ترتیب سے تبدیل ہو رہے ہیں، گویا کہ یہ کروڑوں گز خوبصورت اور رنگا رنگ کپڑے ہماری آنکھوں کے سامنے آنِ واحد میں بُنے جا رہے ہیں۔۔۔ دیکھو! وہ ہنستے مسکراتے پھول کہاں گئے جو ابھی ہمارا دل بہلا رہے

---

(۱) بہار اور گرمی کے موسم میں سطحِ زمین کی طرف اشارہ ہے جب ہزاروں ہزار گھنی، گنجان اور باہم دِگر پیوستہ مخلوقات پیدا ہوتی ہیں اور رُوئے زمین پر بغیر کسی غلطی اور کمی کے لکھ دی جاتی ہیں اور انتہائی مکمل انتظام کے ساتھ تبدیل کر دی جاتی ہیں، اور یوں رحمانی ضیافت کے ہزاروں دسترخوان بچھا دیے جاتے ہیں۔۔۔ پھر انہیں لپیٹ کر نئے بچھا دیے جاتے ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ہر ایک درخت ٹرے ہے، اور ہر ایک باغ پتیلا ہے۔ مؤلف۔

Marfat.com

تھے؟۔۔۔وہ رخصت ہوئے اور ہماری آنکھوں سے غائب ہو گئے اور اُن کی جگہ پر دیگر ایسے پھول آ گئے جو ماہیت میں تو اُن جیسے ہیں لیکن شکل و صورت میں اُن سے علیحدہ ہیں۔تو گویا کہ ہماری آنکھوں کے سامنے پھیلے ہوئے ان صحراؤں اور پہاڑوں میں سے ہر ایک، ایک صحیفہ ہے جس میں لاکھوں مختلف کتابیں بغیر کسی خطا، بھول چُوک اور کمی کوتاہی کے لکھی جا رہی ہیں۔۔۔تو آپ کا کیا خیال ہے میرے دوست! کہ اِن تمام احوال و معاملات و کیفیات میں رونما ہونے والے یہ انتہائی منظّم اور متوازن تغیرات و تحولات از خود ہی ہو رہے ہیں؟ کیا یہ چیز سو فیصد ناممکن اور محال نہیں ہے؟

ہماری آنکھوں کے سامنے پھیلی ہوئی یہ چیزیں جو ساخت و بناوٹ میں انتہائی مضبوط اور تکمیل بر دوش ہیں، ان کے متعلق یہ کہنا کہ یہ خود سے ایسے ہو گئی ہیں، انتہائی ناممکن اور محال در محال ہے، بلکہ یہ چیزیں تو اُتنی خود اپنی دلیل آپ نہیں ہیں جتنی وضاحت کے ساتھ اپنے بے مثال خالق و صانع پر دلالت کرتی ہیں! کیونکہ وہ یہ بات پوری وضاحت سے بتاتی ہیں کہ ہمارے بے مثال صانع اور مُوجِد کو نہ کوئی چیز لاچار کر سکتی ہے اور نہ تھکا سکتی ہے۔اس کے لیے ایک ہزار کتاب لکھنا ایسے ہی آسان ہے جیسے ایک حرف لکھنا۔پھر میرے بھائی ذرا چاروں طرف نظر دوڑاؤ تو تمہیں نظر آئے گا کہ اس صانع اعظم نے پوری حکمت کے ساتھ ہر چیز کو ایسی جگہ پر رکھا ہوا ہے جو اُس کے لئے مناسب ہے اور ہر چیز پر اپنی نعمتوں کی بارش برسائی ہے اور اسے اپنے بے پایاں فضل و کرم سے عزت بخشی ہے۔وہ ہر چیز کے سامنے اُس کی خواہش اور طلب و رغبت کے حساب سے اپنی عمومی نعمتوں کے دروازے کھولتا ہے اور اُس کی آرزو پوری کرنے کے لیے اس کی طرف وہ چیز بھیج دیتا ہے جو اُسے مطمئن کر دے۔اور عین اُسی وقت اس مملکت کی حیوانات و نباتات پر مشتمل تمام مخلوقات پر نعمتوں کی برکھا برساتا ہوا اپنے جود و سخا سے بھرے ہوئے پُر فخر دستر خوان بچھاتا ہے، بلکہ ہر فرد کی

Marfat.com

طرف اس کے نام اور پہچان کے حساب سے ایسی نعمت بھیجتا ہے جو اُس کے عین مطابق ہوتی ہے، اور اس میں ذرہ برابر بھول چوک، غلطی یا کمی کوتاہی رونما نہیں ہوتی ہے۔ اب خود ہی کہو کہ یہ تمام کام محض اتفاقیہ طور پر ہی ظہور میں آرہے ہیں جیسا کہ تم سمجھتے ہو؟ یا اِن میں کسی بے سُودگی یا بے ہُودگی کا کوئی شائبہ پایا جاتا ہے؟ یا اس کے بے مثل صانع کے علاوہ اِس میں کسی کا کوئی عمل دخل ہے؟ یا اس بات کا تصور ہوسکتا ہے کہ اس کی مملکت میں کوئی چیز ایسی بھی ہو سکتی ہے جو اُس کی باغی یا نافرمان ہو؟ ۔۔۔ میرے دوست! یہ جو کچھ تمہیں نظر آرہا ہے اس کے انکار کے لئے تمہارے پاس کوئی وجہ جواز ہے؟ ۔۔۔ ہے تو ڈھونڈ لاؤ! ۔۔۔

ساتویں دلیل:

اے میرے دوست! آؤ اِن جزوی چیزوں سے صرفِ نظر کرتے ہیں اور اس عجیب و غریب محل نما عالم میں تھوڑی دیر کے لیے غور کرتے ہیں اور اِس کے اُن اجزاء وعناصر اور حالات و اطوار کا مشاہدہ کرتے ہیں جو ایک دوسرے کے بالمقابل ہیں ۔۔۔ دیکھو اس حیرت انگیز عالم میں کلی اُمور اور عمومی انقلابات کیسے انتہائی قسم کے ضبط و انتظام کے ساتھ جاری و ساری ہیں، اور رونما ہوتے جارہے ہیں، ایسے لگتا ہے جیسے یہ پتھر، مٹی اور درخت وغیرہ ہر چیز بذاتِ خود فاعل مختار ہے اور مملکت کے تمام نظم وضبط کی نگرانی کررہی ہے اور اس عمومی نظام کے ساتھ ہم آہنگ ہوکر چل رہی ہے۔ اور یہ ہم آہنگی اِس حد تک ہے کہ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ایک دوسرے سے دُور دُور کی چیزوں میں سے ہر چیز آپس میں تعاون اور امدادِ باہمی کے لیے ایک دوسرے کی طرف بھاگی چلی آرہی ہے۔

اِدھر دیکھو! غیب سے ہماری جانب ایک عجیب وغریب قافلہ روانہ ہوا ہے (۱) اُن کی سواریاں درختوں، پودوں اور پہاڑوں کے مشابہ ہیں۔ ان میں سے ہر ایک اپنے سر پر

---

(۱) یہ جڑی بوٹیوں، پیڑ پودوں اور درختوں کا قافلہ ہے جو تمام جانداروں کا رزق اٹھائے ہوئے ہے۔ مؤلف۔

Marfat.com

رزق سے بھری پلیٹیں اُٹھائے ہوئے ہے۔۔۔ اُدھر دیکھو! یہ قافلہ اِس طرف انتظار کرنے والے جانداروں کے لیے رزق اُٹھائے آرہا ہے۔۔۔

پھر اس روشن چراغ (۱) کو دیکھو جو مملکت کے قُبّے میں لٹکا ہوا ہے، وہ اُن کے اطراف واکناف کو روشن کررہا ہے اور اُن کے تمام کھانوں کو اچھے طریقے سے پکارہا ہے، صرف یہ ہے کہ اُن پکے ہوئے کھانوں کو ایک غیبی ہاتھ کی جانب سے نازک سے دھاگوں پر لٹکا کر اس چراغ کے سامنے کیا جاتا ہے۔ نازک سے (۲) اب ذرا اس طرف! ان ضعیف ونحیف اور عاجز ولاچار جانداروں کو دیکھو! کس طرح ان کے سروں کے سامنے خالص اور نرم و نازک غذا سے بھرپور دو چشموں جیسے دو نلکے لگا دیے گئے ہیں۔ ان عاجز ولاچار مخلوقات کا کام صرف یہ ہے کہ وہ اپنے منہ کو اُن کے ساتھ جوڑ دیں۔ (۳)

بطور خلاصہ ہم یہ کہیں گے کہ اِس دنیا میں جو چیز بھی پائی جاتی ہے، ایسے لگتا ہے کہ جیسے وہ دوسری کی طرف دیکھ رہی ہے تاکہ اس کے ساتھ تعاون کرے، اس کی ہمت بندھائے اور اس کی مدد کرے۔۔۔ اور اس طرح ایک چیز دوسری چیز کا کام مکمل کررہی ہے اور اس کی معاون و مددگار ہے۔ اور مجموعی طور پر سب کی سب چیزیں پہلو بہ پہلو راہِ حیاتِ میں آگے بڑھ رہی ہیں۔۔۔ پس یہ تمام کا تمام منظر پورے یقین کے ساتھ اس چیز کی قطعی دلیل ہے کہ اس عجیب وغریب اور حیرتناک محل میں جو بھی چیز ہے وہ اپنے مالکِ قدیر اور صانع بدیع کے سامنے مسخّر ہے اور اُس کے نام کے طفیل اور اس کی راہ میں کام کرتی ہے، بلکہ ہر چیز اُس فرمانبردار سپاہی کی طرح ہے جو آرڈر سُننے کے لیے بالکل چاک وچوبند اور تیار کھڑا ہے۔

---

(۱) سورج کی طرف اشارہ ہے۔ مؤلف۔

(۲) درختوں کی اُن نرم ونازک ٹہنیوں کی طرف اِشارہ ہے جو کہ لذیذ پھل اٹھائے ہوتی ہیں اور ان پر لٹکے ہوئے کھانوں سے مراد ان ٹہنیوں کے لذیذ پھل ہیں۔ مؤلف۔

(۳) ماؤں کے پستانوں کی طرف اشارہ ہے۔ مؤلف۔

Marfat.com

پس ہر چیز اپنی ڈیوٹی اپنے مالک کی طاقت اور قوت کے بل پر ادا کر رہی ہے، چنانچہ اُس کے حکم سے حرکت کرتی ہے، اُس کی حکمت سے نظم وضبط میں آتی ہے، اُس کے فضل وکرم سے آپس میں تعاون کرتی اور اس کی رحمت سے بھاگ دوڑ کرتی ہے، یعنی اُس سے دوسروں کی مدد کے لیے تگ ودَو کرائی جاتی ہے۔۔۔ اب اگر میرے بھائی! اس دلیل کے مقابلے میں تمہیں کوئی اعتراض یا شک ہے تو پیش کرو۔۔۔

آٹھویں دلیل:

میرے خود کو عقل مند سمجھنے والے اور میرے نفسِ اَمّارہ کے ساتھ مشابہت رکھنے والے دوست! تُو بھی میرے نفسِ امارہ کی طرح خود کو بڑا سیانا سمجھتا ہے۔۔۔ میں سمجھتا ہوں کہ تو اس انوکھے محل کے مالک کی پہچان نہیں کرنا چاہتا ہے، حالانکہ ہر چیز اُس پر دلالت کر رہی ہے، ہر چیز اُس کی طرف اشارہ کر رہی ہے اور ہر چیز اُس کے وجود کی گواہی دے رہی ہے۔ لیکن پھر بھی یہ بات سمجھ سے باہر ہے کہ تو اِن تمام گواہیوں کو جھٹلانے کی جرأت کس طرح کر رہا ہے؟۔۔۔ تب یا تو تجھے خود اس محل کے وجود کو ہی جھٹلانا پڑے گا، بلکہ تجھے علی الاعلان کہنا پڑے گا کہ یہاں محل یا مملکت نامی کسی بھی چیز کا کوئی وجود نہیں ہے، بلکہ تمہیں خود اپنی ذات ہی کا انکار کر دینا چاہیے اور اسے معدوم سمجھنا چاہیے!۔۔۔ اور یا پھر تجھے سمجھ سوچ سے کام لے کر میری باتوں کو دھیان سے سننا چاہیے۔ میں تمہارے سامنے یہ ایک منظر رکھ رہا ہوں:

ان عناصر اور معدنیات (۱) میں غور کرو جو اس تمام مملکت میں پھیلی ہوئی ہیں اور اس محل کے کونے کونے میں پائی جاتی ہیں۔ اور یہ بات تو سب کو ہی معلوم ہے نا کہ اس مملکت میں جو چیز بھی وجود میں آتی ہے انہیں مادوں سے آتی ہے، تو جو اِن عناصر اور مواد کا مالک ہوگا وہ ہر اُس

---

(۱) ہوا اور پانی کے اجزاء وعناصر کی طرف اشارہ ہے جو کہ انتہائی اہم وظائف ادا کر رہے ہیں، اور اللہ کے حکم سے ہر محتاج کی مدد کرتے ہیں اور ہر جگہ پھیل کر ذی حیات مخلوق کے لیے لوازمِ حیات مہیا کرتے ہیں۔ الٰہی مصنوعات کے نقش ونگار کا اَصل تانا بانا یہی اجزاء وعناصر ہیں۔ مؤلف۔

Marfat.com

چیز کا مالک ہوگا جو اِس مملکت میں ان سے بنائی جاتی ہے اور پیدا کی جاتی ہے؛ کیونکہ جو کھیت کا مالک ہوتا ہے وہ اُس کھیت سے حاصل ہونے والی پیداوار کا بھی مالک ہوتا ہے اور جو سمندر کا مالک ہوتا ہے وہ سمندر میں پائی جانے والی تمام چیزوں کا بھی مالک ہوتا ہے۔

پھر ان خوبصورت رنگوں اور رنگا رنگ پھولوں سے مزین کپڑوں پر ذرا نظر کرو، یہ سب کے سب ایک ہی مادے سے بنائے جاتے ہیں، اس لیے جس نے یہ مادہ تیار کیا ہے اور اُسے کاتا ہے اُس کا بھی ایک ہی ہونا ضروری ہے؛ کیونکہ یہ صنعت اشتراک قبول نہیں کرتی ہے۔ اس لیے یہ پارچہ جات جو ہر طرح سے مضبوط، مکمل اور کسی بھی کمی بیشی سے پاک ہیں سب اُسی کے لئے خاص ہیں۔ پھر ایک اور چیز کی طرف توجہ کرو، اور وہ یہ کہ ان تمام پارچہ جات کی اجناس اِس عجیب و غریب عالم کے ہر جزء میں موجود ہیں اور وہ اس وسیع پیمانے پر پھیل چکی ہیں کہ یہ پارچہ جات ہر جگہ پر، ایک ہی وقت میں، ایک ہی نمونے پر بُنے جاتے ہیں اور اُن کے تمام اجزاء ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے اور ایک دوسرے میں داخل ہیں۔ مطلب یہ کہ یہ تمام کے تمام ایک ہی فاعل کا فعل ہیں اور سب کے سب ایک ہی کے حکم سے متحرک ہوتے ہیں اور اِن کے پیچھے ایک ہی کاریگر کا ہاتھ کارفرما ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتو پھر تمام اطراف و اکناف میں عمل کے میدان میں ایک ہی وقت میں ایک ہی طرح کی اور ایک ہی حالت میں مکمل ہم آہنگی اور واضح قسم کی موافقت کا پایا جانا محال ہے۔ اس لیے ہر وہ چیز جس کی ساخت پرداخت میں پختگی اور کاملیت پائی جاتی ہے، وہ چیز واضح طور پر اُس نظر نہ آنے والے فاعل پر دلالت اس کا اِعلان کر رہی ہے۔ بلکہ بُنی ہوئی ہر چیز جو خوبصورت پھولوں سے آراستہ ہے، اور ہر انوکھی مشین اور ہر لذیذ لقمہ اُس معجز نگار صانع اور مُوجد کی ایک نشانی ہے، اس کی مہر ہے، اس کی علامت طُغرائے امتیاز ہے۔

اور یوں ہر چیز اپنی زبانِ حال سے کہہ رہی ہے: ''جس ذات کی کاریگری کا میں

Marfat.com

شاہکار ہوں، میری جائے پیدائش و رہائش اُس ذات کی بادشاہی ہے‘‘۔اور نقش کہتا ہے:’’وہ ذات جس نے مجھے بنایا ہے اور میری نوک پلک سنواری ہے، وہ لمبائی جس میں مَیں ہوں وہ اُس کی بُنی ہوئی اور بنائی ہوئی ہے‘‘۔اور ہر لذیذ لقمہ یہ کہتا ہے:’’مجھے جو بناتا اور پکاتا ہے، وہ ہنڈیا اُس کی ہے جس میں میں پکایا جاتا ہوں‘‘۔اور ہر مشین یہ کہتی ہے کہ:’’جس نے مجھے بنایا ہے۔۔۔ اس نے ہی اس مملکت میں پھیلی ہوئی میرے جیسی تمام مشینوں کو بنایا ہے، جو اس مملکت اور محل کا مالک ہے وہ ہی ہمارا مالک ہوسکتا ہے۔اور یہ ایسے ہی ہے کہ اگر کوئی حکومت کے خصوصی اموال میں سے ایک باریک بیلٹ یا باریک بٹن کے مالک ہونے کا دعویدار ہے تو اس سے یہ چیز لازم آتی ہے کہ وہ اُن تمام فیکٹریوں کا مالک ہو جہاں یہ بٹن بنتے ہیں تاکہ اُس کی ملکیت واقعتاً ثابت ہو جائے، وگرنہ اس کا مالک ہونے کا دعویٰ جھوٹا ہوگا اور اُسے اپنی اِس حرکت کی سزا بھگتنا ہوگی۔

خلاصہ: جس طرح اس مملکت کے عناصر ایسے مادے ہیں جو مملکت کے کونے کونے میں پھیلے ہوئے ہیں اور اِس بنا پر اُن کا مالک ایک ہے جو مملکت میں پائی جانے والی ہر چیز کا مالک ہے، اسی طرح ساری مملکت میں پھیلی ہوئی مصنوعات ایک دوسرے کے مشابہ ہونے کی وجہ سے اور ایک ہی علامت اور سکّے کا اظہار کرنے کی وجہ سے صرف اُسی ایک ذات پر دلالت کرتی ہیں جس کا ہر چیز پر حکم چلتا ہے۔۔۔

اس لیے اے میرے دوست! اس کائنات میں وحدت کی علامت بالکل ظاہر ہے اور توحید کی نشانی بالکل واضح اور آشکار ہے، اور یہ اس لیے کہ اشیاء کی ایک قسم ایسی ہے جو ’’واحد‘‘ ہونے کے باوجود تمام عالم میں موجود ہے، اور ایک دوسری قسم ایسی ہے جو متعدد شکلوں صورتوں کی حامل ہونے کے باوجود اپنی ہم سر اور ہم رنگ اشیاء کے ساتھ ایک قسم کی وحدت و یگانگت کا اظہار کرتی ہے، کیونکہ وہ اُس کے ساتھ مشابہت رکھتی ہیں اور تمام

Marfat.com

اطراف واکناف میں پھیلی ہوئی ہیں۔اور جیسے کہ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ ''وحدت'' ''واحد'' پر دلالت کرتی ہے، اس لیے یہ ضروری ٹھہرا کہ ان تمام اشیاء کا صانع اور خالق و مالک ایک اور یکتا و یگانہ ہو۔

مزید برآں، یہ چیز بھی غور سے دیکھو کہ غیب کے پردے سے ایک مضبوط رسی (۱) ظاہر ہوتی ہے، پھر دیکھو کہ اُس سے ہزاروں رسیاں نکل کر اِدھر اُدھر دراز ہوگئی ہیں۔ ہر ایک رسی کے سرے پر ایک ایک ہیرا، ایک ایک میڈل، ایک احسان اور بہت سے تحفے لٹکا دیے گئے ہیں۔ ہر ایک کو اس کے ساتھ مناسبت رکھنے والے تحفے دیے جا رہے ہیں۔

اب تم خود ہی اندازہ لگالو کہ جو شخص اُس ہستی کو نہیں جانتا جو اِن عجیب وغریب اُمور کو چلا رہی ہے اور یہ انوکھے اور عمدہ ترین تحفے پیش کر رہی ہے، وہ شخص کتنا بڑا ناسمجھ، مُورکھ اور ناداں ہوگا؟ اور ان نعمتوں کے مقابلے میں شکر کے جذبات سے عاری ہونے کی وجہ سے وہ کتنا بدبخت ہوگا؟ کیونکہ اگر آپ اس کو نہیں مانیں گے تو یہ بات کہنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ یہ رسیاں خود اِن ہیروں اور دوسرے تحفوں کو بنا بنا کر پیش کر رہی ہیں۔

یعنی اس کی جہالت اُس پر یہ بات لازم کر دیتی ہے کہ وہ اِن میں سے ہر رسی کو بادشاہ کا مفہوم دے دے! حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک غیبی ہاتھ ہی ہے جو ان رسیوں کی طرف بڑھتا ہے، انہیں شکل وصورت دیتا ہے اور ان میں یہ قیمتی تحفے پرو دیتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس محل میں جو کچھ بھی ہے وہ جتنی وضاحت سے اُس ہستی پر دلالت کرتا ہے اُتنی وضاحت سے خود اپنی ذات پر بھی دلالت نہیں کرتا ہے! اس لیے اے میرے دوست! اگر تم اُس ہستی

---

(۱) مضبوط رسی سے مراد پھل دار درخت ہیں اور ہزاروں رسیوں سے مراد اُن کی شاخیں اور ٹہنیاں ہیں۔ اور جو رسیوں کے سروں پر لٹکے ہوئے ہیرے جواہرات، میڈل، احسان اور تحفے ہیں ان سے مراد انواع واقسام کے پھل پھول ہیں۔ مؤلف

Marfat.com

کو کما حقہ پہچان نہ پائے تو پھر حیوانوں سے بھی نچلے درجے میں جا گرو گے؛ کیونکہ اس طرح تم ان تمام چیزوں کا انکار کرنے پر مجبور ہو جاؤ گے۔

نویں دلیل:

میرے دوست، تمہاری باتیں یقین اور اعتماد پر مبنی نہیں ہیں بلکہ تم صرف اٹکل سے کام لے رہے ہو، تم اس محل کے مالک کو نہ تو جانتے ہو اور نہ ہی اُسے جاننے کا کوئی شوق رکھتے ہو، تمہاری عقل چونکہ ان نمایاں معجزات اور انوکھے نوادرات کا احاطہ کرنے سے عاجز ہے، اِس لیے تم اس محل کے مالک اور اس کے عجیب و غریب احوال و اَوصاف کو بعید از عقل سمجھتے ہو اور انہیں ناممکن سمجھ کر ان کے انکار پر تُلے ہوئے ہو، حالانکہ عقل کی منطق میں کسی بات کا حقیقی طور پر بعید یا ناممکن ہونا، اور بہت سی اُلجھی ہوئی مشکلات و صعوبات اور ٹیڑھی رکاوٹوں کا سامنا اُس وقت ہوتا ہے جب مالکِ حقیقی کی پہچان نہ ہوسکیکیونکہ جب ہم اسے پہچان جائیں گے تو یہ محل اور یہ تمام دنیا ایسے ہی آسان ہو جائے گی جیسے کہ ایک ہی چیز ہو، اور یہ چیز اتنی اہمیت اختیار کر جائے گی کہ میدانِ کار میں آسانی، ارزانی، فراخی، بہتات اور خوشحالی و خوشگواری کا دار و مدار بن جائے گی۔ لیکن اگر ہم اسے پہچان نہ پائیں، اور وہ نہ ہو تو پھر ہر چیز اِس تمام محل کی مقدار میں مشکل ہو جائے گی، تب نہ آسانی رہے گی، نہ ارزانی، نہ فراخی، نہ بہتات اور نہ خوشحالی نہ خوشگواری، بلکہ جو چیزیں ہمارے مشاہدے میں آ رہی ہیں اُن میں سے کوئی بھی چیز صرف یہی نہیں کہ ہمارے ہاتھ میں نہیں رہے گی بلکہ کسی کے ہاتھ میں بھی نہیں رہے گی۔۔۔

چاہو تو مربوں سے بھرے ہوئے ان ڈبوں (۱) کو دیکھ لو جو ان دھاگوں سے لٹک

(۱) مربوں سے بھرے ڈبوں سے تربوز، خربوزے، انار اور انار یل ہر جیسے پھلوں کی طرف اشارہ مقصود ہے، جو قدرتِ الٰہیہ کے ڈبے ہیں اور یہ سب چیزیں رحمتِ الٰہیہ کے لذیذ تحفے اور دودھ کے ڈبوں کی طرح ہیں۔ مؤلف۔

Marfat.com

رہے ہیں۔

یہ بھرے ہوئے ڈبے اگر اُس معجزانہ قدرت کے باورچی خانے کی مصنوعات نہ ہوں تو ہم بجائے چالیس پیسوں کے، سو روپے میں بھی نہیں خرید سکتے تھے۔

جی ہاں! استبعاد، مشکلات، صعوبات اور ناممکنات کا وجود صرف عدمِ معرفت میں ہے، یعنی صرف اس صورت میں ہے جب اُس مالک کی پہچان نہ ہو پائے؛ کیونکہ ــ بطورِ مثال سمجھو کہ ــ ایک پھل کا تعلق اگر متعدد مراکز اور مختلف قوانین کے ساتھ جوڑ دیا جائے تو اُس کو ایجاد کرنا ایسے ہی مشکل ہو گا جیسے خود ایک پورے درخت کو ایجاد کرنا، لیکن اگر ایک پھل کو ایک قانون اور ایک مرکز کے تحت ایجاد کیا جائے تو پھر ہزاروں پھلوں کا ایجاد کرنا ایسے ہی سہل اور خوشگوار ہو گا جیسے کہ ایک پھل کو ایجاد کرنا۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے ایک لشکر کو مکمل ساز و سامان سے تیار کرنا، اگر اُس کی تیاری کے پیچھے ایک مصدر، ایک مرکز اور ایک ہی کارخانے کا ہاتھ کارفرما ہو تو معاملہ عقلی طور پر آسان اور خوشگوار ہو گا، لیکن اگر ہر سپاہی کو ایک خاص قانون، ایک خاص مصدر و مرکز اور کسی خاص کارخانے سے تیار کیا جائے تو معاملہ انتہائی مشکل اور دشوار ہو جائے گا۔

بلکہ ایسے میں وہ سپاہی ساز و سامان بنانے والے اتنے ہی مرکزوں، کارخانوں اور قوانین کا محتاج ہو گا جتنے کہ ایک مکمل لشکر میں افراد ہوتے ہیں۔

اب ان دو مثالوں سے یہ سمجھ لو کہ: اِس عظیم الشان محل، خوبصورت شہر، اس ترقی یافتہ مملکت اور اِس ہیبت ناک دنیا میں اِن چیزوں کی ایجاد کی نسبت اگر ایک اکیلی ذات کی طرف کی جائے تو معاملہ بالکل سیدھا سادھا، آسان اور خوشگوار رہتا ہے، اور اشیاء کا بکثرت اور وافر مقدار میں ہونا بالکل واضح طور پر سمجھ میں آ جائے گا۔ لیکن اگر یہ معاملہ اُس ایک کی طرف منسوب نہ کیا جائے تو پھر کسی بھی چیز کو ایجاد کرنا انتہائی مشکل امر ہو گا، بلکہ اُس

Marfat.com

کی ایجاد ہو ہی نہیں سکے گی اگر چہ تمام دنیا اُس کی قیمت میں دے دی جائے۔

دسویں دلیل:

میرے لحہ بہ لحہ انصاف کے قریب آنے والے دوست ۔۔۔دیکھو ہم یہاں پندرہ دن سے ہیں (۱) اور ان پندرہ دنوں میں بھی اگر ہم اس علاقے کے انتظامی امور اور قوانین و ضوابط سے واقف نہ ہو سکے اور یہاں کے حاکم کی پہچان نہ کر پائے ،تو پھر تو ہم سزا کے مستحق ہیں ؛ کیونکہ ہمارے پاس عُذر خواہی کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہ جاتی ہے۔ان لوگوں نے اتنے دن ہمارے ساتھ رعایت برتی ہے اور ہمیں کچھ نہیں کہا ہے، لیکن ہم یہ بات ضرور سمجھتے ہیں کہ ہم بالکل آزاد آوارہ اور غیر ذمہ دار نہیں ہیں ، بلکہ ہم ایک ایسی مملکت میں ہیں جو انتہائی خوبصورت ، حیرت انگیز اور دل آویز ہے، اُس کی کامل اور مضبوط مصنوعات اتنی گہری اور باریک کاریگری سے کام کر رہی ہیں جس سے اس کے مالک کی عظمت اُبھر کر سامنے آ رہی ہے۔اِس لیے یہ ضروری ہے کہ اس کی گرفت بھی مضبوط ہو۔ہم اس مالک کی عظمت اور قدرت کو یوں سمجھ سکتے ہیں :

وہ اس بھاری بھرکم کائنات کو اتنی سہولت سے منظّم کرتا ہے جیسے کہ ایک محل کو کیا جاتا ہے اور اس عجیب وغریب دنیا کے اُمور اتنی آسانی کے ساتھ چلاتا ہے جیسے کہ یہ ایک چھوٹا سا گھر ہو، اور اس آباد شہر کو اتنے کامل انتظام کے ساتھ بھرتا اور اُسے اُس کے باسیوں سے اتنی کامل حکمت کے ساتھ خالی کرتا ہے جیسے کہ ایک پلیٹ بھر کر خالی کر دی جاتی ہے۔اور اپنے کمال فضل وکرم سے اپنے غیبی ہاتھ کے ساتھ انواع واقسام کے پُرفخر دسترخوان (۲) سجاتا

(۱) اُس عمر کی طرف اشارہ ہے جس میں پہنچ کر انسان مُکلف ہو جاتا ہے، اور وہ پندرہ سال ہیں۔مؤلف۔

(۲) سطحِ زمین کی طرف اشارہ ہے جب وہ بہار اور گرمی کے موسم میں رحمت الٰہیہ کے باورچی خانے سے انواع و اقسام کے لذیذ ترین کھانے نکالتی ہے، اور ہمیشہ رنگارنگ نعمتوں کے نت نئے دسترخوان سجاتی ہے چنانچہ ہر باغ باورچی خانہ ہے اور ہر درخت اس باورچی خانے کا خادم ہے۔مؤلف۔

Marfat.com

اور اُن پر لذت بھرے کھانے لگاتا ہے، اس دستر خوان کو وہ دنیا کے ایک کونے سے لے کر دوسرے کونے تک بچھاتا ہے اور پھر اسے انتہائی سہولت کے ساتھ اٹھالیتا ہے، بالکل ایسے جیسے ایک چھوٹا سا دستر خوان بچھایا اور لپیٹ دیا جاتا ہے۔ پس اگر آپ سمجھ دار آدمی ہیں تو فوراً سمجھ جائیں گے کہ یہ عظمت و ہیبت لازمی طور پر ایسے فضل و کرم اور جود و سخا کی حامل ہے جس کی کوئی حد ہی نہیں ہے۔

پھر دیکھو کہ جس طرح یہ تمام اشیاء اُس مالکُ القدیر کی عظمت و سطوت اور ہمہ گیری اور اس کی سلطانی و فرمانروائی میں یگانگی و یکتائی کی سچی گواہ ہیں، اِسی طرح یہ پے در پے آنے جانے والے قافلے اور یکے بعد دیگرے تحوُّلات و تغیرات اس بات کی دلیل ہیں کہ وہ سلطان و حکمران ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے؛ کیونکہ یہ جتنی بھی زوال پذیر اشیاء ہیں ان کے زوال کے ساتھ ساتھ اُن کے اسباب بھی زائل ہو جائیں گے، یعنی اشیاء اور اُن کے اسباب ایک ساتھ زائل ہو جائیں گے۔ اور جو چیزیں ان کے بعد نئے سرے سے آئیں گی وہ نئے سرے سے آئیں گی اور ان کے بھی پہلی چیزوں کے طرح اپنے نقوش و آثار ہوں گے۔ مطلب یہ کہ یہ اشیاء اِن اسباب کے مرہونِ منت نہیں ہیں بلکہ ان کا سر چشمہ وہ ہستی ہے جس کو زوال نہیں۔ جس طرح جاری نہر کے بلبلوں کے زائل ہو جانے کے بعد اُن کی چمک دمک بعد میں آنے والے بلبلوں میں منتقل ہو جاتی ہے۔

اس سے ہماری سمجھ میں یہ بات آتی ہے کہ اس چمک دمک کا تعلق اِن بلبلوں کے ساتھ نہیں ہے بلکہ اِن کا مصدر و منبع ایک دائمی روشنی ہے۔ اسی طرح ان افعال اور اشیاء کا حیران کن سُرعت کے ساتھ تبدیل ہو جانا اور بعد میں آنے والی اشیاء کا انہیں کے رنگ میں رنگا جانا اور اُن کی صفات میں ڈھل جانا ہمارے لیے اِس بات کی دلیل ہے کہ یہ افعال اُس ذات کی تجلیات ہیں جو سدا ہے، زوال پذیر نہیں، اور قائم و دائم ہے، تبدُّل آشنا نہیں۔ اور اشیاء تمام کی تمام اُس کے نقوش، اس کے آئینے اور اُس کی مصنوعات ہیں، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

Marfat.com

گیارہویں دلیل:

آؤ میرے دوست اب میں تمہارے سامنے ایک ایسی دلیل رکھتا ہوں جو گزشتہ دس دلیلوں جیسی قوت کی مالک ہے۔ چلو ہم کسی سمندری سفر کی تیاری کرتے ہیں، ہم عنقریب ایک کشتی میں سوار ہوں گے (۱) تا کہ ایک دور دراز جزیرے کی طرف جاسکیں۔ آپ جانتے ہیں کہ ہم وہاں کیوں جانا چاہتے ہیں؟ اس لیے کہ اُس دور میں اس کائنات کی پہیلیوں، سر بستہ رازوں اور عجائبات کی چابیاں پائی جاتی ہیں، کیا آپ دیکھ نہیں رہے کہ سب کی آنکھیں اُسی پر لگی ہوئی ہیں؟ سب کے سب اُس کی طرف سے فرمان دہی کے منتظر ہیں اور اُس سے احکام وصول کرتے ہیں۔۔۔ ہم بھی اپنے سفر کی ابتدا کرتے ہیں۔۔۔ یہ دیکھو ہم اُس جزیرے تک پہنچ گئے ہیں، ہمارے قدم اس کی سرزمین پر پڑ رہے ہیں۔۔۔ اب ہم لوگوں کے ایک بہت بڑے انبوہ کے سامنے کھڑے ہیں، اِس انبوہِ کثیر میں مملکت کے تمام اَشراف اور سر کردہ لوگ جمع ہیں۔۔ میرے دوست! ذرا اِس ہیبت خیز اجتماع کے صدر مجلس کو غور سے دیکھو۔۔۔ دیکھو اس کے سینے پر ایک ہزار سے زائد اعلیٰ درجے کے تمغے سجے ہوئے ہیں (۲) اور وہ خوبصورت اور اعتماد و اطمینان سے بھری ہوئی گفتگو کر رہا ہے۔ میں چونکہ گز

---

(۱) سفینے سے تاریخ کی طرف اشارہ ہے، اور جزیرے سے خیرُ القرون کی طرف اشارہ ہے جو نبوت کی سعادتوں سے بھرپور صدی ہے۔ دورِ حاضر کی کمینی تہذیب نے جو لباس ہمیں پہنایا ہے اُسے اگر ہم اِس دورِ ظلمت کے ساحل پر اُتار پھینکیں اور خود کو زمانے کے سمندر میں پھینک دیں، اور تاریخ اور سیرتِ طیبہ کی کتابوں کے سفینے میں بیٹھ کر نورِ سعادت کے دور کے جزیرے تک پہنچ جائیں اور یوں جزیرہ عرب میں داخل ہو جائیں، اور رسول گرامی ﷺ کی صحبت سے فیض یاب ہو جائیں، اور وہ نبوت کی مقدس ذمہ داری نبھار ہے ہوں۔۔۔ تو اُس وقت ہمیں پتا چلے گا کہ نبی ﷺ توحید کی تابندہ برہان اور درخشندہ دلیل ہیں، اور آپ ﷺ نے اپنی اس حیثیت سے تمام روئے زمین کو روشن کر دیا ہے۔ زمانے کی دونوں جہتوں یعنی ماضی اور مستقبل کو جگمگا دیا ہے اور کفر وضلالت کے اندھیروں کو مٹا دیا ہے۔ مؤلف۔

(۲) اُن معجزات کی طرف اشارہ ہے جو رسول گرامی ﷺ سے ظہور میں آئے، اور جو اہلِ علم وتحقیق کے ہاں ایک ثابت شدہ حقیقت ہیں۔ مؤلف۔

Marfat.com

شتہ پندرہ دنوں میں اس کی باتیں سمجھ چکا ہوں اس لئے وہ باتیں تمہارے بھی ذہن نشیں کرنے کی کوشش کروں گا۔۔۔ وہ اس مملکت کے بادشاہ کے بارے میں گفتگو کر رہا ہے جو کہ ایک معجزانہ صفات کی حامل عجیب وغریب ہستی ہے، وہ کہہ رہا ہے: مجھے تمہاری طرف اُسی نے بھیجا ہے، دیکھو وہ عجیب وغریب اور انوکھے اور اَن ہونے واقعات اور معجزات ظہور میں لا رہا ہے، جن سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ واقعتاً اُس سلطانِ عظیم کا نمائندہ اور اس کا بھیجا ہوا پیغمبر ہے۔ اُس کی بات غور سے سُنو؛ کیونکہ تمام مخلوقات نے اپنے کان اُس کی باتوں کی طرف لگائے ہوئے ہیں۔ بلکہ یہ مملکت اَز اول تا آخر تمام کی تمام اُسی کی باتوں میں محو ہے۔ اس مملکت کے تمام باشندے اس کی دلنواز گفتگو سننے اور اس کا نظر نواز چہرہ دیکھنے کے لیے بے قراری سے لپک رہے ہیں۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ اُس کی باتیں صرف انسان ہی سنتے ہیں؟ نہیں، بلکہ حیوانات بھی بلکہ حتی کہ پہاڑ اور جمادات بھی اس کے احکام پر کان دھرتے ہیں اور ذوق وشوق سے وجد میں آکر جھومتے ہیں اور فرمانبرداری کے جذبات سے سرشار ہو جاتے ہیں۔ دیکھو تو، درخت کیونکر اُس کے احکام واوامر کے آگے سر جھکاتے ہیں اور انہیں جدھر جانے کا اشارہ کرتا ہے اُدھر چل پڑتے ہیں! وہ جہاں سے چاہتا ہے پانی کا چشمہ جاری کر دیتا ہے، حتی کہ اپنی انگلیوں کے درمیان سے بھی پانی بہا دیتا ہے اور لوگ اس صاف ستھرے خوشگوار پانی سے سیر ہو جاتے ہیں۔ ذرا اس روشن چراغ کو دیکھو جو مملکت کی چھت (۱) سے لٹک رہا ہے، وہ روشن چراغ اُس کے صرف ایک اشارے سے دو حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ تو گویا کہ تم اس مملکت کو اور اس میں پائی جانے والی تمام چیزوں کو بڑی اچھی طرح سے جانتے ہو اور یہ بات بھی یقیناً جانتے ہو۔ کہ یہ آدمی کسی اہم کام کے لیے بادشاہ کی طرف سے بھیجا گیا ہے۔ یہ بادشاہ کا نمائندہ ہے اور اُس کے جلیل

(۱) قمر اور معجزہ شق القمر یعنی چاند کے دو ٹکڑے ہو جانے کی طرف اشارہ ہے۔ مولانا جامی کہتے ہیں: ''ایک ناخواندہ کتاب کہ جس نے تمام عمر ایک حرف تک نہ لکھا، اُس نے اپنی انگلی کے ساتھ روئے آسمان پر الف لکھا تو چاند دو ٹکڑے ہو گیا'' مؤلف۔

Marfat.com

القدر اَوامر و احکام کو پوری ایمانداری سے آگے پہنچانے والا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس مملکت کے باشندے ایک فرمانبردار سپاہی کی طرح اُس کی بات مانتے ہیں۔ اس کے اردگرد جو بھی عقل مند اور سمجھ سوچ والا آدمی ہے وہ یہی کہتا ہے کہ یہ شہنشاہِ معظم کا معزز نمائندہ ہے۔ وہ اس کی باتوں کی تصدیق کرتے ہیں اور اس کا کہنا مانتے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ مملکت میں پائے جانے والے پہاڑ اور عظیم الشان چراغ (۲) بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور تمام کے تمام انتہائی احترام کے ساتھ سر جھکا کر اپنی زبان حال سے کہتے ہیں کہ: جی ہاں۔۔۔ جی ہاں، یہ جو کچھ بھی کہتے ہیں سب حق ہے، سچ ہے، عدل ہے اور درست ہے۔۔۔

تو اے میرے غافل دوست! کیا خیال ہے کہ اس معزز شخصیت کی گفتگو میں کسی قسم کے جھوٹ یا فریب کا احتمال بھی ممکن ہے؟ بخدا ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ یہ تو وہ شخصیت ہے جسے بادشاہ نے ہزاروں قسم کے تمغوں، اعزازوں اور میڈلوں سے نوازا ہوا ہے۔ اور یہ بادشاہ کی طرف سے اُس کے لیے تصدیق نامہ ہے، اور مملکت کے تمام سرکردہ اور اشراف اُس کو سچا سمجھتے ہیں۔ اس کی گفتگو تمام کی تمام اعتماد اور اطمینان ہے۔ اس کی تمام گفتگو سلطانِ معظم کے معجزانہ اوصاف اور دلنشیں اوامر کی تلاش کے اردگرد گھومتی ہے۔ اگر تمہیں اس ضمن میں جھوٹ کا کوئی احتمال محسوس ہوتا ہے تو پھر تمہارے لیے یہ لازم ہے کہ اُن تمام گروہوں کی تکذیب کردو جو اس کی تصدیق کررہے ہیں، بلکہ یہ لازم ہے کہ تم اس محل کا اور اِن چراغوں کے وجود کا انکار کردو، ہر چیز کے وجود کا انکار کردو اور تمام موجودات کے حقائق کی تکذیب کردو۔ اگر ایسا نہیں ہوسکتا ہے تو پھر تمہارے پاس اگر دلیل نامی کوئی چیز ہے تو پیش کرو؛ کیونکہ دلائل و براہین کو چیلنج کیا جاسکتا ہے۔

(۱) مشہور واقعے کی طرف اشارہ ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زانو پر سر رکھ کر سو گئے، اس اثناء میں سورج غروب ہونے ہی والا تھا اور جناب علی رضی اللہ عنہ نے ابھی عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی چنانچہ آپ ﷺ نے اشارہ کیا تو وہ پیچھے لوٹ آیا اور علی رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز ادا کرلی جو کہ قضا ہو رہی تھی۔ مؤلف۔

Marfat.com

بارہویں دلیل:

میرے بھائی! ہوسکتا ہے کہ ہماری اس گفتگو سے ہم راہ پر آ گئے ہوں، پر راستہ آپ کے سامنے دھیرے دھیرے واضح ہو گیا ہو، اس لیے میں اب آپ کے سامنے ایک شاہکار دلیل رکھتا ہوں جو سابقہ تمام دلائل و براہین پر بھاری ہے۔

اِن سلطانی اوامر و احکام پر نظر کرو جو اُفقِ اعلیٰ سے نازل ہوئے ہیں، سب لوگ ان کی توقیر کرتے ہیں اور انہیں عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں اور تمغوں سے آراستہ نورانی شخصیت ان نورانی اوامر (۱) کے پہلو میں کھڑی نظر آ رہی ہے۔ اور اکٹھے ہونے والے اُن تمام گروہوں کے لئے اُن اوامر کے معانی کی وضاحت کر رہی ہے اب ذرا اُن اوامر کے اُسلوب کی طرف دیکھو کہ وہ کتنا درخشندہ و تابناک ہے، اتنا کہ سب لوگ اُس کے سامنے انگشت بدنداں حیرت کی تصویر بنے ہوئے ہیں؛ کیونکہ وہ ایسے سنجیدہ مسائل کے بارے میں گفتگو کرتا ہے جو سب کے لئے اہم ہیں، اسی لئے سب لوگ ان مسائل کو سراپا گوش ہو کر سُن رہے ہیں۔ وہ بادشاہ کے تمام احوال و معاملات، افعال و اوامر اور عادات و اوصاف کو پوری تفصیل سے بیان کر رہا ہے۔ اب جس طرح ان سلطانی اوامر پر خود بادشاہ کا امتیازی نشان بنا ہوا ہے، اسی طرح اُس کی ہر سطر پر اس کی خصوصی علامت (Mark) ہے، بلکہ اگر تم ذرا گہری نظر سے دیکھو گے تو تمہیں نظر آئے گا کہ ان سطروں کے معانی، مقاصد اور اوامر و نواہی تو رہے ایک طرف اس کے ہر ہر حرف پر اُس کی خصوصی مہر لگی ہوئی ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہ سلطانی اوامر و احکام اس سلطانِ معظم پر ایسے ہی دلالت کرتے ہیں جیسے روشنی دن پر دلالت کرتی ہے۔

☆ ☆ ☆

---

(۱) نورانی اوامر و احکام سے قرآن کریم کی طرف اشارہ ہے اور اس کے لئے وضع کی گئی علامت سے اُس کے اعجاز کی طرف اشارہ ہے۔ مؤلف۔

Marfat.com

اے میرے دوست! مجھے یقین ہے کہ تم ہوش میں آ گئے ہو اور خوابِ غفلت سے بیدار ہو گئے ہو؛ کیونکہ جتنے دلائل و براہین ہم نے ذکر کیے ہیں وہ مقصود و مُدّعا کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں۔ اب اگر کوئی بات ذہن میں ہے تو بتادو۔

اِس پر اُس ضدی انسان نے صرف یہ کہا کہ:

میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہ''، میں مان گیا ہوں اور میرے دل نے اِسے بطور ایک سچائی کے تسلیم کرلیا ہے، بلکہ ایسے مانا ہوں جیسے چمکتے سورج اور روشن دن کو مانا جاتا ہے۔ اس مملکت کا ضرور کوئی صاحبِ کمال پروردگار ہے، اس کون ومکاں کا ضرور کوئی صاحبِ جلال آقا ومولا ہے اور اس محل کا ضرور کوئی صاحبِ جمال صانع ہے۔ میرے دلی دوست! اللہ تم پر راضی ہو، کہ تم نے مجھے خواہ مخواہ کی اس ضد، تعصب اور عناد سے بچالیا ہے جس کی وجہ سے میں پاگل پن اور بے وقوفی کی حدوں کو چھونے لگا تھا۔ اور میرے بھائی میں تم سے یہ بات چھپاؤں گا نہیں کہ تُم نے جتنی بھی دلیلیں دی ہیں اُن میں سے ہر دلیل اس نتیجے تک پہنچانے کے لیے کافی تھی، لیکن میں پھر بھی خاموش رہ کر تمہاری ہر دلیل بگوشِ ہوش سنتا رہا؛ اُس کی وجہ یہ ہے کہ ہر دلیل نے مجھے اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اُس کی خالص محبت تک پہنچانے کے لیے میرے سامنے زیادہ وسیع آفاق اور وسیع وعریض دریچے کھول دیے ہیں۔

☆ ☆ ☆

اور یوں وہ کہانی مکمل ہوئی جو توحید اور ایمان باللہ کی حقیقتِ عظمیٰ کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اور اس مضمون کے ''دوسرے مقام'' میں ہم اللہ کے فضل وکرم اور قرآن کے فیضان اور ایمان کی روشنی سے اس تمثیلی حکایت میں آنے والی بارہ دلیلوں کے بالمقابل آنے والی ''بارہ کرنوں'' کی وضاحت کریں گے۔ حقیقی توحید کی ان بارہ کرنوں کی وضاحت کرنے سے پہلے ہم بطور تمہید ایک مقدمہ لکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے اور ہماری رہنمائی کرے۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

بائیسویں مقالے کا دوسرا مقام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیۡئٍ وَّ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡئٍ وَّکِیۡلٌ لَہٗ مَقَالِیۡدُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ﴾ (۱)

﴿فَسُبۡحٰنَ الَّذِیۡ بِیَدِہٖ مَلَکُوۡتُ کُلِّ شَیۡءٍ وَّ اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ﴾ (۲)

﴿وَاِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا عِنۡدَنَا خَزَآئِنُہٗ وَمَا نُنَزِّلُہٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعۡلُوۡمٍ﴾ (۳)

﴿مَا مِنۡ دَآبَّۃٍ اِلَّا ھُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِہَا اِنَّ رَبِّیۡ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ﴾ (۴)

---

(۱) ''اللہ ہر چیز کا خالق ہے اور وہی ہر چیز پر نگہبان ہے، زمین اور آسمانوں کے خزانوں کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں''(الزمر:62-63)

(۲) ''پاک ہے وہ جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا مکمل اقتدار ہے، اور اُسی کی طرف تم پلٹائے جانے والے ہو۔''(یٰس:83)

(۳)''کوئی چیز ایسی نہیں جس کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں اور جس چیز کو بھی ہم نازل کرتے ہیں ایک مقرر مقدار میں نازل کرتے ہیں''۔(الحجر:21)

(۴) ''کوئی جاندار ایسا نہیں جس کی چوٹی اس کے ہاتھ میں نہ ہو۔ بے شک میرا رب سیدھی راہ پر ہے۔''(ھود:56)

Marfat.com

مقدمہ

ہم نے اپنے ''بحرِ توحید سے ایک قطرہ'' نامی مضمون میں ارکانِ ایمان کے قطب یعنی ایمان باللہ کے بارے میں اجمالی طور پر بیان کیا ہے۔ اور وہاں یہ ثابت کیا ہے کہ کائنات میں پائی جانے والی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے واجبُ الوجود ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ اور پچپن (55) زبانوں کے ساتھ اُس کی وحدانیت کی گواہی دیتی ہے۔ اور اسی طرح ہم نے اپنے (اللہ کی معرفت کے نور کا ایک نقطہ) نامی مضمون میں اللہ تعالیٰ کے وجود کے واجب ہونے اور اس کی وحدانیت پر ہمہ گیر قسم کی چالیس دلیلیں ذکر کی ہیں، اُن میں سے ہر دلیل ایک ہزار دلیلوں کی طاقت رکھتی ہے۔ اسی طرح ہم نے اپنے عربی زبان میں لکھے گئے لگ بھگ بارہ مضامین میں سینکڑوں ایسے قطعی دلائل بیان کئے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے واجب الوجود ہونے اور اس کی وحدانیت پر دلالت کرتے ہیں۔ اس لیے ہم جو کچھ بیان ہو چکا ہے اسی پر اکتفا کرتے ہیں اور گہری تفاصیل میں نہیں جاتے۔ البتہ اِس ''بائیسویں مقالے'' میں ہم ''ایمان باللہ کے خورشیدِ تاباں کی'' ''بارہ کرنیں'' ذکر کرنے کی کوشش کریں گے۔ اور یہ وہی کرنیں ہیں جو رسائلِ نور میں جا بجا بکھری ہوئی روشنی بکھیر رہی ہیں۔

پہلی کرن:

توحید کی دو قسمیں ہیں۔ اس کی وضاحت ہم ایک مثال کے ساتھ کریں گے:

اگر آپ کسی ایسے بازار میں یا شہر میں وارد ہوں جہاں کسی بڑے آدمی کا مختلف قسم کا ساز و سامان پڑا ہوا ہو، تو اس ساز و سامان کی ملکیت کے بارے میں معلومات حاصل کرنے

Marfat.com

کی دوصورتیں ہیں۔

پہلی صورت:

عام اور اجمالی صورت، یعنی جو عام لوگوں کے ذہن کے مطابق ہے، اور وہ یہ ہے کہ: ''اس طرح کے وافر مال ومتاع کا مالک اُس کے علاوہ کوئی اور نہیں ہوسکتا''۔ لیکن عام آدمی کی اِس نظر کے ضمن میں اس بات کا اِمکان بہرکیف موجود ہے کہ چھینا جھپٹی ظہور میں آئے اور بہت سے لوگ اس کے حصوں اور ٹکڑوں کی ملکیت کا دعویٰ کردیں۔

دوسری صورت:

سازوسامان کے ہر بنڈل اور کاٹن پر لکھی ہوئی تحریر کو پڑھا جائے اور ہر پیکٹ پر لگے ہوئے مارک اور خصوصی علامت کو پہچانا جائے، اور ہر علامت پر لگی ہوئی مہر کے متعلق جانا جائے۔ مطلب یہ ہے کہ اس حالت میں ہر چیز ضمنی طور پر اپنے مالک پر دلالت کرتی ہے۔

توجس طرح سازوسامان کے مالک کی پہچان کی دوصورتیں ہیں، اسی طرح توحید کی بھی دوقسمیں ہیں:

پہلی قسم: ظاہری اور عامی توحید۔ اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ: ''بے شک اللہ ایک ہے، اس کا نہ کوئی شریک ہے نہ ہمسر، اور یہ کائنات تمام کی تمام اُس کی ملکیت ہے''۔

دوسری قسم: حقیقی توحید۔ اور وہ یہ ہے کہ: اتنے یقین کے ساتھ مانا جائے کہ آنکھوں سے دیکھنے کے قریب جا پہنچے، اور وہ یہ ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ ایک ہے، ہر چیز اس کی قدرت کے ہاتھ سے صادر ہوئی یا ظہور میں آئی ہے، اس کی اُلوہیت میں اس کا کوئی شریک نہیں، اُس کی ربوبیت میں اس کا کوئی مددگار نہیں اور اس کی بادشاہت میں اس کا کوئی مثیل ونظیر نہیں۔ ان تمام چیزوں پر ایسا ایمان ہو جو کہ انسان کو دائمی اطمینان اور دلی سکون سے سرشار

Marfat.com

کردے، اور جس سے اُسے ہر چیز پر اُس کی قدرت کی نشانی، اس کی ربوبیت کی مہر اور اس کے قلم کے نقوش صاف نظر آنے لگ جائیں۔ اور اس طرح ہر چیز کے اندر سے اس کے سامنے اپنے مالک کے نُور کی جانب ایک کشادہ کھڑکی کھل جائے۔

اس ''مقالے'' میں ہم اس عظیم الشان حقیقی توحید پر روشنی ڈالیں گے۔

تنبیہ:

اسباب کی پرستش میں ڈوبے ہوئے غافل انسان!

یاد رکھو کہ اسباب قدرتِ الٰہیہ کے تصرفات کے سامنے حجابات کی حیثیت رکھتے ہیں؛ کیونکہ عزت اور عظمت حجاب کا تقاضا کرتے ہیں۔ لیکن فاعل حقیقی دراصل قدرتِ صمدانیہ ہی ہے؛ کیونکہ توحید اور جلال اسی چیز کو چاہتے ہیں اور مستقل بالذات رہنا اُن کا لازمی تقاضا ہے۔

یاد رکھو کہ اُس سلطانِ ازلی کے مأمور، خدمت گزار اور ملازم جو ہیں وہ ربوبیت کی سلطنت کے امور کو حقیقت میں نافذ کرنے والے نہیں ہیں؛ بلکہ وہ اس سلطانِ معظم کا اور اُس کی عظمت اور قدرت کا راستہ دکھانے والے ہیں اور اُس کی طرف بلانے والے ہیں۔ اُن کو وجود دینے کا مقصد ہی یہ ہے کہ وہ قدرتِ ربانیہ کی عزت، اس کی ہیبت اور اُس کی عظمت کا اظہار کرتے رہیں۔ اور یہ اس لیے کہ چھوٹے موٹے جزوی اُمور کے بارے میں قدرت کے ہاتھ کا براہِ راست عمل دخل ظاہر نہ ہونے پائے؛ کیونکہ کچھ اُمور بظاہر اتنے چھوٹے اور کمینے سے ہوتے ہیں کہ اکثر غفلت خوردہ لوگ اُن کے حسن و جمال کا ادراک نہیں کر پاتے اس لیے ناحق شکوے کرتے ہیں اور بغیر علم کے اعتراض کرتے رہتے ہیں۔ اور وہ دنیاوی بادشاہوں کے ملازموں کی طرح نہیں ہیں کہ جنہیں اُس نے اپنی سلطنت میں صرف اس لیے تعینات کیا ہے، اور انہیں اپنے کاروبارِ حکمرانی میں صرف اس لیے شریک کیا

Marfat.com

ہے کہ وہ خود عاجز ہے اور حاجت مند ہے۔

تو پتا چلا کہ اسباب صرف اس لیے وضع کیے گئے ہیں تا کہ ''قدرت'' کی عزت وعظمت عقل کی ظاہری نظر کی طرف سے محفوظ رہے؛ کیونکہ ہر چیز کے آئینے کی طرح دو رُخ ہوتے ہیں۔

ایک رُخ ''مُلک'' کا ہے، یہ رخ آئینے کے اُس رُخ کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے جو رنگدار اور پالش کیا ہوا ہوتا ہے۔ اس رخ کے کئی قسم کے رنگ اور کئی طرح کی حالتیں ہوسکتی ہیں۔

دوسرا رُخ ''ملکوت'' کا ہے، یہ رخ آئینے کے اُس رخ کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے جو آبدار اور صیقل شدہ ہے۔ اب ظاہری یعنی ملکوت والا رُخ جو ہے اس میں بظاہر ایسے حالات نظر آتے ہیں جو قدرتِ صمدانیہ کی عزت وعظمت اور کمال کے منافی ہیں اس لیے اسباب وضع کر دیے گئے تا کہ وہ ان حالات کا مرجع بنیں اور اُن کے وسائل کا کام دیں۔ لیکن جو رُخ ملکوت اور حقیقت والا ہے، اُس میں ہر چیز صاف شفاف، خوبصورت اور ذاتی طور پر قدرت کے ہاتھ کے ساتھ مطابقت رکھنے کے قابل ہے اور اُس کی عزت کے منافی نہیں ہے۔ اس لیے اسباب خالصتاً ظاہری چیزیں ہیں اور ملکوتیت یا معاملے کی حقیقت میں اُن کی کوئی تاثیر یا عمل دخل نہیں ہے۔

ظاہری اسباب میں ایک اور حکمت بھی پائی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ:

بے جا شکوے شکایات اور باطل اعتراضات کا رُخ اُس عدل گستر ذات کی طرف نہ کیا جائے، یعنی یہ کہا جائے کہ یہ واقعہ جس میں ظلم نظر آ رہا ہے یہ اُس پروردگار کی طرف سے ظہور میں آیا ہے جو کہ سراپا عدل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اسباب اس لیے وضع کیے گئے ہیں تا کہ ان شکووں شکایتوں اور اعتراضوں کے تیروں کا ہدف بنیں؛ کیونکہ تقصیر انہیں سے صادر

Marfat.com

ہوئی ہے، اور کمی ان کی طرف سے سامنے آئی ہے، اس لیے کہ یہ پوری قابلیت یا صلاحیت کے مالک نہیں تھے۔

اس راز کی وضاحت کے لیے ایک بڑی لطیف مثال اور روحانی قسم کا محاورہ نقل کیا جاتا ہے، اور وہ اس طرح ہے کہ:

عزرائیل علیہ السلام نے ربُّ العزت سے کہا:

''میں جب اپنی ڈیوٹی نبھانے کے لیے تیرے بندوں کی روحیں قبض کروں گا تو وہ میری شکایت کریں گے اور مجھ سے ناراض ہوں گے''!

تو اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی زبانِ حکمت سے فرمایا:

''میں تیرے اور اپنے بندوں کے درمیان مصیبتوں اور بیماریوں کے پردے تان دوں گا، تاکہ اُن کے شکووں اور شکایتوں کا رُخ اُنھیں کی طرف رہے''۔

اور یوں، غور کرو کہ کس طرح یہ امراض اُن پردوں کا روپ دھار جاتے ہیں جن کے ذمے وہ تمام چیزیں لگا دی جاتی ہیں جو بظاہر بُری محسوس ہوتی ہیں جیسے روحوں کے قبض کرنے میں جو جمال پایا جاتا ہے_ جو کہ ایک حقیقت ہے_ اس کا مرجع عزرائیل علیہ السلام کی ڈیوٹی ہے، اس لیے عزرائیل علیہ السلام ایک پردہ ہیں۔ وہ اس ڈیوٹی کی ادائیگی کے لیے پردہ اور قدرتِ الٰہیہ کے لیے ایک حجاب ہیں؛ کیونکہ وہ ایسے حالات کا مرجع بن گئے ہیں جو بظاہر رحمت وشفقت کے پہلو سے خالی ہیں اور قدرتِ ربانیہ کے کمالی پہلو کے لائق نہیں ہیں۔

جی ہاں! عزت وعظمت اس بات کے مقتضی ہیں کہ اسباب عقل کی نظر میں دستِ قدرت کے لیے پردے کا کام دیں۔۔۔ لیکن توحید وجلال اس بات کو مستلزم ہیں کہ اسباب اپنے ہاتھ حقیقی تاثیر سے روکے رکھیں۔۔۔

Marfat.com

دوسری کرن:

اس کائنات کے باغ میں غور کرو، اس زمین کی جنتوں میں نظر دوڑاؤ اور جھلملاتے اور جگمگاتے تاروں بھرے آسمان کے خوبصورت چہرے کو دھیان سے دیکھو، تمہیں کہ ہر بنی ہوئی چیز پر اس صانع ذوالجلال اور فاطر ذوالجمال کا سکّہ نظر آئے گا جو کہ ہر چیز کے خالق کا خصوصی سکّہ ہے۔اور ہر مخلوق چیز پر ایک مہر ملے گی جو کہ ہر چیز کے صانع کی خصوصی مہر ہوتی ہے۔اور تمہیں لیل ونہار اور بہاروخزاں کے صفحات میں اس کے قلم قدرت کے ساتھ لکھی ہوئی موجودات کے تمام طبقات پر ایک نا قابلِ تقلید نشانی ملے گی۔۔۔

اُن مہروں اور علامتوں میں بطور نمونہ ہم چند ایک کا ذکر کریں گے: اُس کی بے حدو شمار علامات میں سے اُس علامت کو دیکھو جو کہ ''حیات'' میں پائی جاتی ہے:

''وہ صرف ایک چیز سے ہر چیز پیدا کرتا ہے اور ہر چیز سے صرف ایک چیز پیدا کرتا ہے'' چنانچہ نطفہ کے پانی سے بلکہ پینے کے پانی سے حیوانات کے بے حدو حساب آلات واَعضاء پیدا کرتا ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ عمل خاص طور پر اس قادر قدیر ذات کا ہے جو مطلق قدرت کا مالک ہے۔

پھر اَنواع واقسام کے کھانوں کو۔گوشت ہو یا سبزیاں وغیرہ۔انتہائی کامل اور گہرے نظام کے تحت ایک خاص جسم میں تبدیل کر دینا،اور ان انواع واقسام کے ماَکولات ومشروبات سے ایک جسم پر اس جیسی خاص قسم کی جلد بُن دینا اور اس سے تعلق رکھنے والے دیگر آلات واَعضا بنا دینا،اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کام ایسی قادر قدیر ہستی کا ہے جو ہر چیز پر قادر ہے اور ہر چیز کے بارے میں بے قید اور لامحدود علم رکھتی ہے۔

جی ہاں، خالقُ الموتِ والحیاۃ اس دنیا میں زندگی کا نظام ایسے حکیمانہ طریقے اور معجزانہ قانون کے ذریعے چلا رہا ہے کہ ایسا قانون صرف وہی لاگو کر سکتا ہے جو تمام کون مکاں میں

Marfat.com

تصرف کررہا ہو۔

تمہاری عقل کی چنگاری اگر بجھ نہیں گئی ہے اور تمہارے دل کی بصیرت اگر مفقود نہیں ہوگئی ہے تو بہت جلد سمجھ جاؤ گے کہ مطلق سہولت اور کامل انتظام کے ساتھ ایک چیز کو ہر چیز بنا دینا، اور دقیق میزان، حیرت انگیز انتظام اور انوکھی اور تعجب خیز مہارت سے تمام چیزوں کو ایک چیز بنا دینا، اُس ہستی کے حق میں ایک واضح علامت اور روشن دلیل ہے، جو کہ ہر چیز کی خالق اور صانع ہے۔

مثال کے طور پر، اگر آپ ایک ایسے آدمی کو دیکھتے ہیں جو غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک ہے اور غیر معمولی کام کرتا ہے: وہ رتی بھر وزن کی روئی سے سو میٹر اُون، کئی میٹر ریشم اور دیگر انواع واقسام کے کپڑے بُن لیتا ہے۔ اور پھر وہ اُسی روئی سے بہت سے انواع واقسام کے کھانے اور رنگ برنگی مٹھائیاں بنا لیتا ہے۔ پھر آپ دیکھتے ہیں کہ وہ اپنی مُٹھی میں لوہا، پتھر، شہد، گھی، پانی اور مٹی پکڑتا ہے اور ان چیزوں سے خالص سونا بنا لیتا ہے؛ ایسے آدمی کو دیکھ کر آپ یہی فیصلہ کریں گے کہ وہ خصوصی قسم کی معجزانہ مہارت کا مالک ہے اور اس کے پاس کوئی ایسی خاص ہمہ گیر قسم کی طاقت ہے جس سے وہ موجودات میں اپنی مرضی کے مطابق ایسے تصرّف کرسکتا ہے جیسے زمین کے تمام عناصر اس کے حکم کے تابع ہوں، اور مٹی سے پیدا ہونے والی ہر چیز اس کے حکم کی پابند ہو۔۔۔

آپ تو اِس مثال سے حیران ہو رہے ہیں نا! لیکن اگر آپ ''حیات'' میں پائی جانے والی قدرتِ الٰہیہ کی تجلی اور حکمت پر غور کریں گے تو اِس سے ہزاروں درجے زیادہ حیران ہوں گے ۔۔۔''حیات'' کے بارے میں متعدد علامات میں سے ایک علامت پیش خدمت ہے۔۔۔

تیسری کرن:

اُس ذی حیات مخلوقات میں غور کرو جو اس بہتی چلی جاتی ہوئی کائنات کے سمندر میں

Marfat.com

اور رواں دواں موجودات کے درمیان محوِ گردش ہے، تمہیں نظر آئے گا کہ ہر زندہ وجود پر اُس "الحیُّ القیوّم" کی بہت سی مہریں لگی ہوئی ہیں۔ ان میں سے صرف ایک مہر پر غور کرو۔

وہ زندہ وجود_ انسان ہی سمجھ لیں_ ایسے ہے جیسے اِس کائنات کا چھوٹا سا ماڈل، شجرِ تخلیق کا پھل اور دُنیا کی گٹھلی ہو؛ کیونکہ یہ انواع واقسام کی کائناتوں کے اکثر نمونوں کا جامع ہے۔ اور یہ زندہ وجود گویا کہ ایک ایسا قطرہ ہے جو کہ تمام کائنات سے کشید کیا گیا ہے اور انتہائی حساس سائنسی پیمانوں پر ناپا تولا گیا ہے۔ اِس لیے اس زندہ وجود کو تخلیق کرنے کے لیے، اُسے پروان چڑھانے کے لیے اور اس کی نگرانی ونگہداشت کے لیے یہ ضروری ہے کہ کائنات تمام کی تمام خالق کے قبضہءِ قدرت میں اور اس کی تصرف میں ہو۔ تمہاری عقل اگر توہمات میں غرق نہیں ہے تو پھر بہت جلد سمجھ جاؤ گے کہ:

شہد کی ایک مکھی کو_ جو کہ قدرتِ ربانیہ کے کلمات میں سے صرف ایک کلمے کی نمائندگی کرتی ہے _ بہت سی اشیاء کی چھوٹی سی فہرست بنا دینا۔۔۔

کتابِ کائنات کے اکثر مسائل کو اُس انسان کے وجود میں رقم کر دینا جو کہ خالقِ کائنات کی قدرت کے ایک صفحے کی نمائندگی کرتا ہے۔۔۔

انجیر کے بھاری بھرکم درخت کی زندگی کے تمام منہج کا اُن ننھے مُنے بیجوں میں اندراج کر دینا جو کتابِ قدرت کے ایک نقطے کی نمائندگی کرتے ہیں۔۔۔

اُسمائے حُسنیٰ کے اُن ہمہ گیر آثار کو جو کہ اس عظیم کائنات کے صفحات پر جلوہ گر ہیں اِن آثار کو جو کہ اس کے کتاب کے صرف ایک حرف کی نمائندگی کرتا ہے۔۔۔

انسان کی تفصیلی زندگی کا ریکارڈ جس کے لیے ایک بہت بڑی لائبریری درکار ہے، اس ریکارڈ کو اُس کے انتہائی چھوٹے سے حافظے میں درج کر دینا۔۔۔

یہ تمام چیزیں بلاشک ایسی مُہر کی حیثیت رکھتی ہیں جو خصوصی طور پر صرف اُسی ذات

Marfat.com

کی ہوسکتی ہے جو ہر چیز کا خالق اور جہانوں کا پروردگار ہے۔

اگر بہت سی ربانی مہروں میں سے صرف ایک مُہر نے اِن تمام ''ذی حیات'' پر اتنی چمکدار روشنی کی برکھا برسادی ہے کہ جس میں خالقِ کائنات کی آیات واضح طور پر پڑھی جا سکتی ہیں۔تو پھر اگر تُم میں ان تمام ''ذی حیات'' کو دیکھنے، اوراُن پر لگی ہوئی مہروں کا اکٹھے اور ایک ہی دفعہ مشاہدہ کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے تو پھر تمہاری کیفیت کیا ہو گی؟ کیا تم یہ نہیں کہو گے کہ: ''پاک ہے وہ ذات جو اس حد تک ظاہر ہوتے ہوئے بھی آنکھ سے اوجھل ہے۔''

چوتھی کرن:

سطحِ زمین پر پھیلی ہوئی اِن رنگ برنگی دیدہ زیب مخلوقات کو دیکھو، اور آسمانوں کے سمندر میں تیرتی ہوئی اِن اَنواع واقسام کی مصنوعات کو دیکھو اور ان میں اچھی طرح غور کرو۔۔۔تمہیں نظر آئے گا کہ: ان سب پر زمین و آسمان میں روشنی بکھیرنے والے اُس ازلی پروردگار کا ناقابلِ تقلید طغرائے امتیاز موجود ہے۔تو جس طرح ''حیات'' پر اس کی آیات اور خصوصی علامات پائی جاتی ہیں، اسی طرح ''ذی حیات'' پر اُس کی مہریں ملتی ہیں۔ اور کچھ کا نظارہ تو ہم نے کر ہی لیا ہے۔۔۔، اور اسی طرح ''زندگی بخشنے اور زندہ رکھنے'' میں اُس کی بڑی بڑی آیات اور طغراہائے امتیاز مشاہدے میں آرہے ہیں۔اِس چیز کی حقیقت کو ہم ایک مثال سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔**مثال کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ دقیق اور گہرے معانی کو ذہنوں کے قریب کر دیتی ہے۔**

فضا میں تیرنے والے سیاروں پر، پانی کے قطروں پر، شیشے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں پر اور برف کے تابناک بلوّریں گالوں پر۔۔۔سورج کی شکل وصورت کی خصوصی علامات اور اس کے انعکاسات کی مہر اور اُس کی خصوصی نورانی تاثیر ہے۔اب اگر آپ یہ

Marfat.com

بات قبول نہیں کرتے کہ ان چیزوں پر چمکنے والے یہ چھوٹے چھوٹے غیر محدود سورج دراصل اُس اصل سورج کے انعکاسات اور اُس کی تجلیات ہیں تو پھر مجبوراً آپ کو یہ بات بھی ماننا پڑے گی کہ ہر قطرے میں، سورج کے سامنے پڑے شیشے کے ہر ٹکڑے میں اور روشنی کے بالمقابل ہر شفاف ذرے میں ایک اصلی سورج موجود ہے، اور اس سے یہ بات بھی لازم آئے گی کہ تم پرلے درجے کی حماقت اور آخری درجے کے جنون کے گڑھے میں جا گروگے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ جو کہ آسمانوں اور زمین کا نُور ہے، اُس کی ''احیاء'' یعنی زندگی دینے اور زندہ رکھنے کی حیثیت سے نورانی تجلیات ہیں، اور اُس کی یہ صفت ایک ایسی واضح اور امتیازی علامت ہے جس سے وہ ہر ذی حیات کو نوازتا ہے، اس طرح کہ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ تمام اسباب جمع ہو گئے ہیں اور اُن میں سے ہر سبب فاعل اور مختار ہو گیا ہے، تو بھی یہ سب کے سب کسی وجود کو زندگی دینے کی طاقت نہیں رکھتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ کسی بھی چیز پر زندگی بخش ربانی مہر لگانے سے قاصر ہیں؛ اِس کی وجہ یہ ہے کہ ہر ذی حیات چیز اپنی ذات میں قدرتِ الٰہیہ کے معجزات میں سے ایک عظیم معجزہ ہے کیونکہ وہ اسمائے حسنیٰ کی تجلیات کے لیے ایک مرکزی نقطہ کی حیثیت رکھتا ہے، وہ اسمائے حسنیٰ جن میں سے ہر ایک اسم اُس کے نور کی شعاع کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے۔ اس لیے اس زندہ وجود کی صورت میں نظر آنے والی اس بے مثال صناعی اور کاریگری، نظم وضبط میں حکمتِ بالغہ اور احدیت کے راز میں پائی جانے والی واضح تجلی کی نسبت اگر اُس أحدُ الصمد جل جلالُہ کی طرف نہ کی جائے تو پھر یہ بات قبول کرنا ضروری ہو جاتا ہے کہ ہر ذی حیات اور جاندار چیز میں ایک مطلق اور غیر متناہی تخلیقی قوت چھپی ہوئی ہے۔ اُس کے اندر بہت وسیع اور ہمہ گیر قسم کا علم پایا جاتا ہے اور وہ ایسے مطلق ارادے کی مالک ہے کہ جس کے ذریعے اس کائنات کا

Marfat.com

نظم ونسق چلانے کی قدرت رکھتی ہے بلکہ اُن بقیہ تخلیقی صفات کو قبول کرنا بھی واجب ہو جائے گا جو کہ صرف خالق سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں یعنی صرف اسی کی ہو سکتی ہیں، لیکن وہ اس جاندار وجود میں بھی پائی جاتی ہیں، اگرچہ جاندار ایک مکھی یا پھول ہی کیوں نہ ہو! مطلب یہ ہے کہ اس صورت میں یہ لازم آئے گا کہ الوہیت کی صفات ہر مخلوق کو دے دی جائیں اور ذرے ذرے کا اُن سے متصف ہونا مان لیا جائے! یعنی اس طرح کی ایسی چیزوں کو فرض کر لیا جائے اور انہیں قبول کر لیا جائے جو بالکل ہی محال ہیں اور جو ضلالت اور خرافات کی پست ترین حماقتوں کے گڑھے میں گرا دینے کا باعث بنتی ہیں! وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہر چیز کے ذرات کو_ اور خاص کر جب وہ بیج اور گٹھلی کے ذرات ہوں_ ایک خاص قسم کی شکل وصورت اور وضع قطع عنایت کی ہے، گویا کہ وہ ذرّہ اُس تمام زندہ وجود کی طرف دیکھ رہا ہے_ اگرچہ وہ خود اُس وجود کا ایک جزء ہے_ اور اُس وجود کے نظام کے مطابق ایک معین موقف اختیار کر لیتا ہے، بلکہ ایک ایسی خاص شکل وصورت اختیار کر لیتا ہے جو اُس کی نوع ونسل کے دوام اور اس کے ہر جگہ پھلنے پھولنے پھیلنے اور اُس کے جھنڈے گاڑنے کے لیے مفید ہو۔ گویا کہ یہ ذرہ اس وجود کی زمین میں پائی جانے والی تمام انواع واقسام پر نظر رکھتا ہے۔۔۔ چنانچہ مثال کے طور پر وہ ایک بیج کو ایسی صلاحیت دے دیتا ہے جیسے کہ اُسے پھلنے پھولنے اور اُڑنے کے لیے چھوٹے چھوٹے پر دے دیے ہوں۔۔۔ اور یہ زندہ وجود ایک ایسی جگہ پر براجمان ہو جاتا ہے جس کا تعلق زمین کی ہر ایسی مخلوق کے ساتھ ہوتا ہے جس کی اُسے اپنی زندگی کے بقا و دوام، اپنی نموّ ونمائش اور اپنے رزق اور دیگر معاملات میں ضرورت ہوتی ہے۔۔۔ پس اگر یہ ذرہ اُس مطلق قدرت کی مالک قادر قدیر ہستی کی طرف سے مامور نہ ہو اور وہ اپنی نسبت اُس کی طرف سے منقطع کر لے تو یہ چیز لازم آئے گی کہ اسے ایک ایسی آنکھ کا مالک مانا جائے جس سے وہ تمام

Marfat.com

چیزیں دیکھتا ہے، اور ایسے شعور کا مالک سمجھا جائے جو ہر چیز کا احاطہ کر لیتا ہے!!

حاصلِ کلام: جس طرح یہ ہے کہ اگر قطروں اور شیشے کے ٹکڑوں میں چمکنے والے چھوٹے چھوٹے سورجوں اور مختلف رنگوں کے انعکاسات کی نسبت اگر سورج کی روشنی کی طرف نہ کی جائے تو پھر ایک سورج کے بجائے بے شمار سورجوں کا وجود تسلیم کرنا پڑتا ہے اور اس سے ایک ناممکن خرافت اور بیہودگی کو تسلیم کرنا پڑتا ہے، اسی طرح یہ ہے کہ اگر ہر چیز کی تخلیق کی نسبت اُس قادرِ مطلق کی طرف نہ جائے تو اللہ واحدُ واَحد سبحانہ، وتعالیٰ کے بجائے غیر متناہی بلکہ ذرّوں کی تعداد کے برابر خداؤں کا وجود قبول کرنا لازمی ہو جاتا ہے۔ یعنی سو درجوں کے محال کے برابر محال کو قبول کرنا پڑتا ہے۔ اور اس کا مطلب خود کو پاگل پن کی بیہودگی کے حوالے کرنا ہے۔

مختصر یہ کہ: ہر ذرے کے اندر تین کھڑکیاں پائی جاتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے نور اور اُس کے وجود کے واجب ہونے کی جانب کھلتی ہیں۔

پہلی کھڑکی:

ہر ذرے کی حیثیت اُس فوجی جوان کی طرح ہے جس کا فوج کے ہر شعبے کے ساتھ تعلق ہوتا ہے، یعنی اپنے یونٹ، کمپنی، گروپ، بریگیڈ، رجمنٹ اور پلٹون کے ساتھ اس کا دور نزدیک کا تعلق ہوتا ہے، اور اس کی اُس تعلق کے حساب سے کچھ ذمہ داریاں ہوتی ہیں، اور وہ اِن ذمہ داریوں کے حساب سے اپنے فوجی ڈسپلن کے دائرے میں رہ کر نقل وحرکت کرتا ہے۔ پس تمہاری آنکھ کی پُتلی میں پائے جانے والے انتہائی چھوٹے اور جامد ذرے کا بھی ایک خاص تعلق اور معین ذمہ داری ہے، تمہاری آنکھ میں، تمہارے سر میں، تمہارے جسم میں، قوتِ مولّدہ، قوتِ جاذبہ، قوتِ دافعہ اور قوتِ مصورہ میں، آنتوں شریانوں اور پٹھوں میں۔۔۔ غرضیکہ ہر چیز کے ساتھ خاص تعلق اور ہر چیز میں خاص ذمہ داری ہے، بلکہ حتیٰ کہ

Marfat.com

اُس کا پوری نوعِ انسانی کے ساتھ تعلق ہے۔

تو ایک ذرّے کے ان تعلقات اور ان ذمہ داریوں کا وجود اہل بصیرت کو بداہتًا یہ رہنمائی دیتا ہے کہ ایک ذرہ بھی اُس قادرِ مطلق کی صناعی ایک نقش ہے، اور یہ کہ وہ اُس کے تصرف کے تحت مامور، ملازم اور تابعِ فرمان ہے۔۔۔

دوسری کھڑکی:

ہوا کا ہر ذرّہ کسی پھول یا پھل کی زیارت کرسکتا ہے اور اُس میں داخل ہوکر دخل اندازی کرسکتا ہے۔ اب یہ ذرہ اگر اس قادر مطلق اور ہر ہر چیز کو نگاہ اور علم میں رکھنے والی ذات کی طرف سے مامور و مسخر نہ ہو تو پھر یہ بات لازم آتی ہے کہ ایک سرگرداں ذرّہ پھلوں پھولوں کے تمام اجزاء و عناصر اور اُن کی ساخت پرداخت کی تمام کیفیات کا علم رکھتا ہے! اور اُسے اُن میں پائی جانے والی طرح طرح کی دقیق کاریگری کا ادراک رکھتا ہو اور اُن کی جتنی بھی اوضاع و اشکال ہیں سب کی سب اُس کے علم میں ہو وہ اُن کے تانے بانے کے بارے میں مکمل جانکاری رکھتا ہو اس لیے انہیں مکمل اور مضبوط شکل وصورت میں بنا کر سامنے لاسکتا ہے!!

یوں ایک ذرّہ بھی نورِ توحید کی ایک تابندہ و درخشندہ شعاع بکھیرتا ہے، بالکل سورج کی طرح واضح اور آشکار۔۔۔ آپ روشنی کو ہوا پر اور پانی کو مٹی پر قیاس کرسکتے ہیں، اس حیثیت سے کہ اشیاء کا سرچشمہ یہی چار عناصر ہیں۔ اور اسی طرح جدید سائنس کے عناصر اربعہ یعنی ہائیڈروجن، آکسیجن، نائٹروجن اور کاربن ڈائی آکسائیڈ کو انہی مذکورہ چار عناصر پر قیاس کرلیں۔

تیسری کھڑکی:

یہ ممکن ہے کہ انتہائی چھوٹے چھوٹے اور باریک ذرّات سے مرکب مٹی کا ایک ڈھیر تمام زمین میں پائی جانے والی کسی بھی پھولدار اور پھلدار نبات کی روئیدگی اور بالیدگی کا

Marfat.com

سرچشمہ بن جائے۔(۱) جبکہ اس میں اُس نبات کے چھوٹے چھوٹے بیج رکھ دے جائیں، وہ جو کہ ایک دوسرے کے مشابہ اور کاربن، نائیٹروجن، آکسیجن، اور ہائیڈورجن سے مرکب ہیں، یہ بیج ماہیت کے لحاظ سے اگرچہ ایک دوسرے کے ہم شکل ہیں لیکن کیفیت کے لحاظ سے مختلف ہیں، کہ تقدیر کے قلم کے ذریعے اُن میں اُن کا اصل پروگرام اور سفرِ حیات کی فہرست رکھ دی گئی ہے جو کہ معنوی یا غیر مادی ہے۔اگر یہ بیج ہم پے در پے ایک گملے یا کیاری میں لگادیں تو ان میں سے ہر بیج بلا شک وشبہ اس شکل وصورت میں پھوٹے گا کہ اُس کے غیر معمولی اجزاء وعناصر اور خصوصی شکلیں صورتیں اور معین ترکیبیں اُبھر کر سامنے آجائیں گی۔پس اگر اس مٹی کے تمام ذرّے اُس ہستی کے حکم کے مطابق مامور، ملازم اور سرگرم عمل نہ ہوں جو کہ ہر چیز کے اوضاع واحوال کا علم رکھتی ہے اور ہر چیز کو اُس مناسب اور موافق جسم دے کر دوام بخشتی ہے، یعنی اگر ہر چیز اُس کی قدرت کے سامنے مسخر اور تابع فرمان نہ ہو تو پھر یہ چیز لازم آئے گی کہ مٹی کے ہر ذرّے میں ان پھلدار، پھولدار نباتات کی تعداد کے برابر غیر مادی کارخانے، فیکٹریاں، مشینیں اور پریس موجود ہوں۔تاکہ ان مختلف اور متباین قسم کی موجودات ونباتات اور ان میں پائے جانے والے گوناں گوں نظاموں کا مصدر اور سرچشمہ ہوں۔۔۔ یا پھر یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ ہر ذرّے کو ایسے ہمہ گیر علم کا مالک سمجھا جائے جو اِن تمام موجودات کو گھیرے ہوئے ہے۔اور ایسی قدرت کا مالک سمجھا جائے جو ہر قسم کے نظامِ ترکیبی اور شکلوں صورتوں کو عمل میں لاسکتی ہو تاکہ ان تمام گوناگوں نباتات کا منبع ومصدر ہو سکے۔

مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نسبت ٹوٹ جائے تو پھر مٹی کے ذرّات کے برابر خداؤں کا وجود قبول کرنا پڑے گا!! اور یہ بیہودگی ہزار در ہزار دفعہ محال ہے!! لیکن اگر ہر ذرہ

(۱) یعنی ایک چھوٹی سی کیاری تمام زمین کا نمونہ بن جائے۔

Marfat.com

ماموراور ماتحت ملازم ہو جائے تو معاملہ بالکل آسان ہو جاتا ہے، جیسے ایک بڑے بادشاہ کا کوئی عام سپاہی بادشاہ کے نام اور طاقت کے بھروسے پر ایک آباد شہر کو خالی کرنے کا حکم دے سکتا ہے یا دو وسیع دریاؤں کو آپس میں ملا سکتا ہے، یا کسی بڑے قائد کو قید کر سکتا ہے وغیرہ۔۔۔اس طرح ایک چھوٹا سا مچھر کسی بڑے نمرود کو زمین پر گرا سکتا ہے، ایک عام سی چیونٹی کسی فرعون کے محل کو برباد کر سکتی ہے، اور انجیر کا ایک چھوٹا سا بیج اپنی پیٹھ پر انجیر کا ضخیم درخت اٹھا سکتا ہے۔ یہ سب اُس سلطانُ الازل والأبد کے امر سے اور اس کی طرف انتساب کی بدولت ہے۔

جیسے کہ ہم نے دیکھا ہے کہ یہ تین کھڑکیاں ہر ذرّے کے اندر سے توحید کے نور کی جانب کھلتی ہیں۔ اسی طرح ان میں دو سچے گواہ اور بھی ہیں جو صانع کے وجود اور اُس کی وحدانیت پر دلالت کرتے ہیں۔

پہلا گواہ: ہے ذرّے کا مطلق عاجز ہونے کے باوجود اپنے کاندھوں پر بہت عظیم الشان اور انواع واقسام کی ذمہ داریاں اٹھالینا۔ اور

دوسرا گواہ: ہے اس ذرّے کے جامد ہونے کے باوجود یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ ہمہ گیر شعور کا مالک ہے اور اس کی تمام حرکات وسکنات پورے ناپ تول کے ساتھ عمومی نظم و ضبط کے ساتھ موافقت اور مطابقت رکھتی ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ ہر ذرّہ اپنی عاجزی کی زبان سے ایک قادرِ مطلق ہستی کے واجب ہونے کی گواہی دے رہا ہے۔ اور کون ومکان کے نظم وضبط کے ساتھ مکمل ہم آہنگی کا اظہار کر کے خالق کائنات کی وحدانیت کی گواہی دے رہا ہے۔

كَمَا فِيْ كُلِّ ذَرَّةٍ شَاهِدَيْنِ عَلٰى اَنَّهُ وَاجِبٌ وَاحِدٌ كَذَالِكَ فِيْ كُلِّ حَيٍّ لَهُ آيَتَانِ عَلٰى اَنَّهُ أَحَدٌ الصَّمَدُ

Marfat.com

جی ہاں! ہر زندہ وجود میں دو نشانیاں ہیں۔

ان میں سے ایک۔ اُحدیّت کی نشانی

ان میں سے دوسری۔ صمدیّت کی نشانی

کیونکہ ہر ''زندہ'' وجود اسمائے حسنیٰ کی اُن تجلیات کو ظاہر کر رہا ہے جو اکثر کائنات میں نظر آ رہی ہیں اور ان تمام تجلیات کو وہ اپنے آئینے میں ایک ہی وقت میں ظاہر کر دیتا ہے۔ گویا کہ وہ ایک مرکزی نقطہ ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے اسمِ اعظم ''الحی القیوم'' کی تجلی بکھیر رہا ہے، یعنی وہ اسم ''المُحی'' کے پردے کے تحت ذات کی اُحدیت کے سائے کی ایک نوع کو ظاہر کرنے کی وجہ سے ''اُحدیت'' کی نشانی کا حامل ہے۔

یہ زندہ وجود چونکہ کائنات کے ایک چھوٹے سے ماڈل کی طرح ہے اور شجرِ تخلیق کے پھل کے مشابہ ہے اس بنا پر اس کائنات میں اُس کی زندگی کے انتہائی چھوٹے سے دائرے کو اُس کی طول طویل حاجات وضروریات کامل سہولت کے ساتھ بیک وقت مہیا کرنا، یہ سب کچھ ''صمدیت'' کی نشانی کو روزِ روشن کی طرح واضح کرتا ہے، یعنی یہ وضع بتاتی ہے کہ اس زندہ وجود کا ایک بہت اچھا ربّ ہے، اس طرح کا کہ اس کی توجہ اُسے ہر چیز سے بے نیاز کر دے گی اور اس کی ایک نگہِ التفات اسے ہر چیز سے کفایت کر جائے گی۔ اور کائنات کی تمام اشیاء اُس کی ایک نگہِ التفات کے برابر نہیں ہو سکتی ہیں۔

''نَعَمْ یَکْفِی لِکُلِّ شَیْءٍ شَیْءٌ عَنْ کُلِّ شَیْءٍ وَلَا یَکْفِی عَنْهُ کُلُّ شَیْءٍ وَلَوْ لِشَیْءٍ وَاحِدٍ''

''جی ہاں، ہر چیز کے لیے ایک چیز ہر چیز کی طرف سے کافی ہو سکتی ہے، لیکن اُس کی ذات کی طرف سے ہر چیز ایک بھی چیز کے لیے کافی نہیں ہو سکتی''

اسی طرح یہ حالت یہ چیز بھی بیان کرتی ہے کہ اُس کا وہ پروردگار جلّ شانہ جس طرح

Marfat.com

کسی بھی چیز کا محتاج نہیں اُسی طرح اس کے خزانوں میں سے کسی بھی چیز کی کمی نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کی قدرت کے آگے کوئی مشکل یا دُشوار ہے۔۔۔ایک آیت کی مثال تمہارے سامنے رکھتے ہیں جس سے ظلِّ صمدیّت یعنی صمدیت کے سائے کی وضاحت ہوتی ہے۔

یعنی ہر ذی حیات اپنی زبانِ حیات سے ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ☆ اَللّٰهُ الصَّمَدُ'' کی تلاوت کر رہا ہے۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سی بڑی اہم کھڑکیاں ہیں جنہیں یہاں مختصر ذکر کیا گیا ہے لیکن دوسرے مقامات پر اُن کے بارے میں تفصیل سے گفتگو ہوئی ہے۔

اس کون و مکاں کا ہر ذرّہ چونکہ تین کھڑکیاں اور دو روشندان کھولتا ہے اور خود حیات اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی سمت میں بیک وقت دو دروازے کھولتی ہے، اس لیے آپ اس سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ ذرّات سے لے کر سورج تک موجودات کے جتنے بھی طبقات ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے لیے انوار بکھیرتے ہوں گیا س پر قیاس کرلو!!۔۔۔اور یہیں سے آپ یہ بھی سمجھ لو اور قیاس کرلو کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی معرفت کے باب میں روحانی ترقی کے جو درجات ہیں ان میں کتنی وسعت ہے، اور اطمینان اور قلبی سکون کے کتنے مراتب ہیں۔بس ان پر قیاس کرتے چلے جاؤ۔

پانچویں کرن:

یہ بات تو سب جانتے ہیں کہ کسی بھی کتاب کو منظر عام پر لانے کے لیے ایک قلم کافی ہے اگر وہ کتاب مخطوط ہو، اور حروف کی تعداد کے برابر قلم ضروری ہیں اگر مطبوع ہو۔یعنی جب متعدد لوہے کے حروف ہوں، اور اگر کتاب کا ایک بڑا حصہ اُس کے کسی ایک حرف میں انتہائی باریک حروف سے لکھ دیا جائے، جیسے لفظ ''یٰس''میں مکمل سورت ''یٰسٓ'' لکھ دی جائے، تو اس صورت میں یہ ضروری ہے کہ یہ تمام لوہے کے حروف بالکل چھوٹے چھوٹے

Marfat.com

ہوں تا کہ اس ایک حرف کے اندر لکھے اور طبع کیے جا سکیں۔

اب جو معاملہ ایک نقل کی جانے والی یا طبع کی جانے والی کتاب کا ہے وہی معاملہ کائنات کی اس کتاب کا ہے۔ اگر آپ یہ کہیں گے کہ قدرت ایک ایسی تحریر کا نام ہے جو کہ اس بے نیاز واحدُ الاحد ذات کے قلم سے لکھی گئی ہے، تو آپ نے اتنا آسان راستہ اختیار کر لیا جس کا آسان ہونا گویا کہ واجب ہے، اور اتنا معقول راستہ اپنایا جس کا معقول ہونا بدیہی ہے۔ لیکن اگر آپ اس کی نسبت نیچر یا اسباب کی طرف کریں گے تو پھر آپ نے اتنا دشوار گزار راستہ اختیار کر لیا جس پر چلنا ممکن ہی نہیں، اور اتنی پیچیدگیوں سے بھرا ہوا ہے جن کا حل ہونا محال ہے۔ مزید یہ کہ یہ راستہ خرافات سے بھرا ہوا ہے؛ کیونکہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ نیچر مٹی کے ہر جزء میں، پانی کے ہر قطرے میں اور ہوا کے ہر بلاک میں کروڑوں کی تعداد میں معدنی پرنٹنگ پریس اور بے حد وحساب غیر مادی کارخانے تیار کرے تا کہ ان میں سے ہر جزء بے حد وحساب پھلدار اور پھولدار نباتات اُگائے اور بروئے کار لائے ۔۔۔ یا پھر یہ ایک ایسے علم کے وجود کو قبول کرنے پر مجبور ہو گی جو ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور ایسی قوت کا وجود تسلیم کرنے پر مجبور ہو گی جو ہر چیز پر اقتدار رکھتی ہے تا کہ ان مصنوعات کا حقیقی مرجع و مصدر بن سکے؛ کیونکہ مٹی، پانی اور ہوا کے ہر جزء کا اکثر نباتات کے لیے سرچشمہ ہونا ممکن ہے۔ اور حالت یہ ہے کہ نبات کی ترکیب انتہائی منظّم، موزوں اور نوع کے لحاظ سے مختلف اور امتیازی حیثیت کی حامل ہے، اس حیثیت سے دیکھا جائے تو ہر نبات اور ہر جڑی بوٹی علیحدہ طور پر ایک ایسی غیر مادی فیکٹری اور ایک ایسے پریس کی محتاج ہے جو صرف اسی کے لیے خاص ہوں۔ اس سے پتا چلا کہ نیچر جب موجودات کے وحدتِ قیاسی کے دائرے سے نکل کر اُن کے وجود کے مصدر و منبع کے دائرے میں آجائے گی تو پھر اُس کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ ہر چیز میں تمام چیزوں کی مشینیں لا کر مہیا کرے!!

Marfat.com

اس نظر سے دیکھو تو پتا چلتا ہے کہ نیچر کی پرستش کا نظریہ کتنی بڑی خرافت اور بیہودگی ہے، اتنی بُری کہ خود یہ اہلِ خرافات بھی اپنی اس حرکت پر شرم محسوس کرتے ہیں! غور کرو کہ وہ اہلِ ضلالت جو خود کو بڑے عقلمند اور دانشور سمجھتے ہیں کس طرح ایک ایسے نظریے کو سینے لگائے بیٹھے ہیں جو بالکل ہی غیر معقول ہے۔۔۔ غور کرو اور عبرت پکڑو!!

خلاصہ:

کسی بھی کتاب کا کوئی بھی حرف جو ہے وہ خود کو ایک حرف کی مقدار کے برابر ظاہر کرتا ہے اور اپنے وجود پر ایک معین صورت میں دلالت کرتا ہے، مگر وہ اپنے کاتب کا تعارف دس کلمات کے ساتھ کرواتا ہے اور اس پر متعدد پہلوؤں سے دلالت کرتا ہے، مثال کے طور پر وہ کہتا ہے کہ: ''میرے کاتب کا خط بڑا خوبصورت ہے اُس کا قلم سرخ ہے وغیرہ وغیرہ۔۔۔''

کون ومکاں کی اس عظیمُ الشان کتاب کا ہر حرف بھی ایسے ہی ہے، اپنی ذات پر وہ اپنے جرم یا مادے کی مقدار کے مطابق دلالت کرتا ہے مگر خالقُ الباریُ المصور کے اسمائے گرامی کا تعارف ایک لمبے قصیدے کے برابر کرواتا ہے اور ان اسمائے حسنٰی کا جب وہ اظہار کرتا ہے یا اُن کی طرف جب اشارہ کرتا ہے تو اپنی انواع واقسام کی تعداد کے حساب سے کرتا ہے اور ہر اِسم کے مسمّٰی (Named) کی گواہی دیتا ہوا کرتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ کوئی خالقِ ذوالجلال کے انکار کی جسارت نہ کرے، حتی کہ وہ احمق سوفسطائی بھی ایسا نہ کرے جو خود اپنا اور کائنات کا انکار کرتا ہے۔

چھٹی کرن:

خالقِ ذُوالجلال نے جس طرح اپنی مخلوقات میں سے ہر ''فرد'' کی پیشانی پر اور اپنی

Marfat.com

مصنوعات میں سے ہر ''جزی'' کے چہرے پر اپنی احدیت کی آیت یعنی نشانی چسپاں کر دی ہے (ان میں سے ایک قسم کی جھلک آپ سابقہ کرن میں دیکھ چکے ہیں)، اسی طرح اُس نے ہر ''نوع'' پر بڑی واضح اور تابناک شکل میں اپنی احدیت کی نشانی رکھ دی ہوئی ہے اور ہر ''کُل'' پر اس نے وحدت کی متعدد مہریں وضع کر رکھی ہیں۔ بلکہ تمام عالم پر اس نے اپنی واحدیت کی انواع واقسام کی امتیازی علامات وضع کر رکھی ہیں اور جب ہم ان بہت سی آیات وعلامات اور نشانیوں اور مہروں میں سے کسی ایک پر غور کرتے ہیں جو سطحِ ارض کے صحیفے پر موسم بہار میں لگی ہوئی ہیں، تو یہ حقیقت اُبھر کے ہمارے سامنے آتی ہے کہ:

بے شک باریءُ المصورُ سبحانہ و تعالیٰ نے موسم گرما اور بہار میں سطح زمین پر حیوانات ونباتات کی تین لاکھ سے زائد قسمیں جمع کر رکھی ہیں، ان میں سے ہر قسم دوسری سے علیحدہ ہے اور اپنی الگ پہچان رکھتی ہے، حالانکہ یہ تمام ایک دوسرے کے مشابہ اور آپس میں مکمل طور پر اختلاط رکھتی ہیں لیکن اختلاط وافتراق کا یہ سلسلہ اتنا منظّم ہے کہ سمجھ سے باہر ہے۔ اور اس طرح اس نے ہمارے لیے توحید کی اتنی وسیع علامت ظاہر کر دی ہے کہ جو خود موسم بہار کی طرح واضح اور تابناک ہے، یعنی یہ کہ موسم ربیع میں مردہ زمین کو مکمل انتظامات کے ساتھ زندہ کر کے اس نے ہمارے لیے حشر ونشر کے تین لاکھ کے لگ بھگ نمونے پیش کر دیے۔ اور پھر تین لاکھ کی مختلف انواع واقسام کو سطح زمین پر اتنا گنجان لکھنا کہ سب ایک دوسرے میں گھسے ہوئے ہوں اور پھر بھی اس کام میں کوئی غلطی اور کوئی بھول چوک یا کمی سامنے نہ آئے، بلکہ یہ چیز انتہائی نظم وضبط، توازن اور کمال کا نمونہ ہو، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ چیز اس ہستی کی خاص نشانی ہے جو ہر چیز پر قادر ہے اور جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہی اور ہر چیز کی چابیاں ہیں اور جو حکیم وعلیم ہے۔

یہ آیت یا نشانی اتنی واضح ہے کہ اس کا ادراک ہر وہ آدمی کر سکتا ہے جس کے پاس ذرہ

Marfat.com

برابر بھی شعور ہے۔

قرآن کریم نے اس روشن آیت کی وضاحت اس طرح سے کی ہے:

﴿فَانْظُرْ اِلٰی آثَارِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾(۱)

جی ہاں! اُس فاطرُ الحکیم کی وہ قدرت جس نے چند دنوں کے اندر اندر زمین کو زندہ کر کے حشر کے تین لاکھ نمونے پیش کر دیے، لازمی بات ہے کہ اُس کے لیے انسانوں کا حشر بالکل آسان ہے۔ اسے ایک اور مثال سے یوں سمجھو کہ: ایک آدمی اتنی خارقِ عادت اور غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک ہے کہ انگلی کے ایک اشارے سے ایک پہاڑ کو اِدھر اُدھر کرسکتا ہے، اب اس آدمی کے بارے میں کوئی یہ کہے کہ: کیا یہ اس چٹان کو ہٹا سکتا ہے جو سڑک پر آگری ہے اور جس کی وجہ سے راستہ بلاک ہوگیا ہے؟ کیا اُس کا یہ کہنا صحیح ہوگا؟ اسی طرح کوئی عقلمند اس قادر و کریم اور حکیم و رحیم ذات کے بارے میں جس نے زمین اور آسمانوں کو چھ دن میں پیدا کیا اور جوان دونوں کو وقتاً فوقتاً بھرتا اور خالی کرتا رہتا ہے ، ایسی ذات کے بارے میں کوئی عقلمند آدمی یہ کہنے کی جرأت نہیں کرسکتا ہے کہ ''مٹی کا یہ طبقہ جو ہمارے اوپر ہے اور جس نے ہمارا وہ راستہ روک رکھا ہے جو اس کے دائمی مہمان خانے کی طرف جاتا ہے وہ اس طبقے کو کیسے ہٹائے گا؟''

یہ توحید کی ایک آیت یا نشانی کی مثال ہے جو موسمِ بہار اور موسم گرما میں جلوہ نما ہوتی ہے!

اب غور کرو کہ واحدیّت کی مہر کس طرح واضح طور پر انتہائی حکمت اور بصیرت سے

---

(۱) (الروم:50) ''دیکھو اللہ کی رحمت کے اثرات کہ مردہ پڑی ہوئی زمین کو وہ کس طرح جلا اُٹھاتا ہے، یقیناً وہ مردوں کو زندگی بخشنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے''

Marfat.com

بھری ہوئی سطح زمین پر بہار کے موسم میں تمام امور میں نمایاں نظر آتی ہے، کیونکہ یہ تمام امور و معاملات جو مشاہدے میں آرہے ہیں مطلق انتظام، بھرپور تخلیق اور کامل اور نادر ترین کاریگری کے شاہکار ہیں۔ پھر یہ مطلق وسعت سے جاری وساری ہیں، اور اس وسعت کے ساتھ ساتھ یہ مطلق سُرعت اور برق رفتاری سے انجام پاتے ہیں۔ اور پھر اس سُرعت کے ساتھ ساتھ یہ مطلق سخاوت سے ظہور میں آتے ہیں۔ کیا یہ چیز اس بات کی وضاحت نہیں کرتی ہے کہ یہ ایک نمایاں ترین مُہر ہے اور یہ اسی کی ملکیت ہوسکتی ہے جو غیر متناہی علم اور غیر محدود قدرت کا مالک ہوگا۔

جی ہاں! ہم جب تمام روئے زمین پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمارے مشاہدے میں یہ بات آتی ہے کہ یہاں تخلیق و تصرف، اور کاروائی و کارگزاری کی ایسی حقیقت پائی جاتی ہے جو مطلق وسعت کے ساتھ جاری وساری ہے، اور اس وسعت کے ساتھ ساتھ وہ مطلق تیزی سے سرانجام پارہی ہے، اور اس سرعت اور وسعت کے ساتھ ساتھ یہاں افراد کی بڑھوتری کی صورت میں مطلق سخاوت مشاہدے میں آرہی ہے، اور سخاوت ووسعت اور سرعت کے ساتھ ساتھ یہاں ہر کام میں شدید اختلاط اور مکمل امتزاج کے باوجود کارسازی میں مطلق نظم وضبط، صنعت وکاریگری میں بھرپور حیرت انگیزی، معجز نگاری، مکمل امتیاز اور تفریق نظر آرہی ہے اور غیر محدود وفرت اور کثرت کے باوجود یہاں بڑے قیمتی نقوش وآثار اور بڑی قیمتی مصنوعات مشاہدے میں آرہی ہیں اور ان سب میں انتہائی وسیع پیمانے میں پھیلاؤ کے باوجود مکمل ہم آہنگی ہے، اور انتہائی سہولت اور آسانی کے ہوتے ہوئے بھی صنعت کی مہارت، کاریگری کی گہرائی نُدرت اور عمدگی پائی جاتی ہے۔ اب ان سب چیزوں کو غیر معمولی صنعت گری اور معجزانہ ہنرمندی سے ایک آن میں، ہر جگہ میں اور ایک ہی طرز پر ایجاد کرنا۔ بلاشک ایک روشن بُرہان اور ایسی مہر ہے جو صرف اسی کے ساتھ خاص ہے جو

Marfat.com

لامکاں ہونے کے باوجود ہر جگہ موجود ہے، حاضر ناظر اور نگہبان ہے، ہر چیز کا حساب رکھتا ہے اور جس پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ جس کی قدرت کے لیے ذرّوں اور ستاروں کو پیدا کرنا ایک برابر ہے۔

ایک دن میں نے انگور کی لٹکی ہوئی بیل کی دو انگلیوں کے برابر موٹے تنے کی شاخوں پر لٹکے ہوئے خوشوں کو شمار کیا۔ وہ خوشے جو کہ اس رحیم ذُوالجمال کے فضل و کرم کے باغ کے معجزات ہیں_ تو وہ ایک سو پچپن تھے۔ پھر میں نے ان میں سے ایک خوشے کے دانوں کو شمار کیا تو وہ ایک سو بیس تھے۔ میں نے غور کیا اور دل میں کہا: اگر یہ پتلا سا اور کمزور سا تنا شہد ملے پانی کا نلکا ہوا اور اُسے یہ پانی مسلسل ملتا رہے، یعنی وہ کسی بھی وقت خالی نہ ہونے پائے، تب بھی اس کا یہ پانی ان سینکڑوں دانوں کو پلانے کے لیے کافی نہ ہو جو کہ رحمت کے میٹھے شربت سے بھرے ہوئے ہیں۔ جبکہ حالت یہ ہے کہ انہیں اپنی ان ٹہنیوں سے معمولی قسم کی رطوبت ہی نصیب ہوتی ہے۔ اس لیے یہ لازمی بات ہے کہ جو ہستی ان دانوں میں میٹھی شراب بھر رہی ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ پس ''سُبۡحَانَ مَنۡ تَحَیَّرَ فِیۡ صُنۡعِهِ الۡعُقُوۡلُ''
''پاک ہے وہ ذات جس کی صنعت گری میں عقلیں حیران ہیں''۔

ساتویں کرن:

اگر تھوڑی سی گہری نظر سے دیکھیں تو آپ کو أَحَدُ الصَّمَد ذات کی وہ مہریں نظر آسکتی ہیں جو صحیفہِ ارض پر لگی ہوئی ہیں، اسی طرح اگر سر اٹھاؤ، آنکھیں کھولو اور کون و مکان کی اس عظیم الشان کتاب پر نظر ڈالو تو تمہیں نظر آئے گا کہ تمام کائنات پر اس کی عظمت اور وسعت کے برابر وحدت کی مہر لگی ہوئی ہے جو صاف نظر آرہی ہے اور بغیر کسی تکلف کے پڑھی جاتی ہے؛ کیونکہ یہ تمام موجودات ایک منظّم کارخانے کے اجزاء، ایک منظّم محل کے ارکان اور ایک آباد شہر کے کونوں زاویوں کی طرح ہیں، ان میں سے ہر جزء دوسرے کا مددگار

Marfat.com

ہے اور اس کی حاجت روائی کے لیے لبیک! سر آنکھوں پر کہتا ہے، اور تمام اجزاء پورے نظم و ضبط کے ساتھ یہ کام کر رہے ہیں اور پہلو بہ پہلو کندھے سے کندھا ملا کر' ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے اس ایک مدبرِ حکیم کی اطاعت میں ایک معین مقصد کے لئے ذی حیات مخلوق کی خدمت کے لئے بھاگ دوڑ میں مصروف ہیں۔

جی ہاں، بے شک کائنات کی ہر چیز میں ''تعاون'' اور اِمدادِ باہمی کا دستور جاری ہے، اور ''تعاون'' کا یہ دستور جو بظاہر نظر آ رہا ہے اور جو شمس و قمر کے چلنے، لیل و نہار کے ایک دوسرے کے بعد آنے جانے، گرمی اور سردی کی آمد و رفت سے لے کر نباتات کا محتاج اور بھوکے حیوانات کی مدد کرنے تک اور حیوانات کا کمزور اور معزز انسان کی مدد کرنے تک معزز انسان کی مدد کرنے کے لیے دوڑ دھوپ کرنے تک حتی کہ غذائی مواد کا انتہائی تیزی کے ساتھ چھوٹے، نازک اور کمزور شیر خوار بچوں اور پھلوں کی امداد کرنے تک اور غذائی مواد کے ذرّوں کا جسم کے خلیوں کی خدمت میں مصروف رہنے تک۔۔۔تعاوُن کے دستور کے مطابق یہ جتنی حرکات' وسکنات ہیں، ایک صاحب بصیرت آدمی کو صاف نظر آتا ہے کہ یہ سب کی سب اُس اکیلے پروردگار کی قوت کے بل پر جاری و ساری ہیں جو مطلق فضل و کرم کا مالک ہے۔ اور اس اکیلے مدبر کے حکم سے رواں دواں ہیں جو مطلق حکمت کا مالک ہے۔

پس یہ باہمی تعاون، یہ ایک دوسرے کا سہارا بن کر چلنے کی فضا، ایک دوسرے کی طرف میلان اور کھچاؤ، ایک دوسرے کے ساتھ بغلگیری اور ہمکناری کا ماحول، ایک دوسرے کی ماتحتی، فرمانبرداری، خدمت گزاری اور کون و مکاں میں جاری و ساری یہ نظم و ضبط۔۔۔یہ سب اس چیز کی قطعی شہادت پیش کرتے ہیں کہ ایک مدبر ہستی ہے جو اس کون و مکاں کا انتظام سنبھالے ہوئے ہے، اور کوئی اکیلا مربی اور پروردگار ہے جو اس کائنات میں سب کو چلا رہا ہے۔ اس پر مزید یہ کہ ان عجیب و غریب اشیاء کی تخلیق میں جو واضح طور پر

Marfat.com

بداہتاً ایک عمومی حکمت نظر آرہی ہے، اس حکمت میں جو بھر پور عنایت پائی جاتی ہے اور اس عنایت میں جو وسیع رحمت پائی جاتی ہے، اور اس رحمت پر جو گونا گوں قسم کے رزق بکھرے ہوئے ہیں جو ہر جاندار کی حاجت پوری کرتے ہیں اور اسے اس کی ضرورت کے مطابق گزر بسر کا موقع فراہم کرتے ہیں۔۔۔ یہ سب کچھ توحید کی ایک عظیم الشان مہر ہے اور اتنی چمک دار ہے کہ جسے ہر وہ آدمی آسانی کے ساتھ سمجھ سکتا ہے جس کی عقل کی چنگاری بجھ نہیں گئی ہے، اور جسے ہر وہ آدمی آسانی کے ساتھ دیکھ سکتا ہے جس کی آنکھ اندھی نہیں ہے۔

جی ہاں! بے شک ''حکمت'' کی پوشاک جس سے قصد، شعور اور ارادے کی روشنی جھلک رہی ہے۔ وہ پوشاک تمام کون ومکاں کو پہنا دی گئی ہے اور اُس نے کائنات کا ہر کونا زاویہ اپنے نیچے ڈھانپ رکھا ہے۔ اور حکمت کی اس پوشاک پر ''عنایت'' کی پوشاک ڈال دی گئی ہے جس سے لطافت، تزیین، تحسین اور احسان کی کرنیں جھلکتی ہیں۔ اور عنایت کی اس پاکیزہ اور چمکدار پوشاک پر ''رحمت'' کی پوشاک ڈال دی گئی ہے جس سے محبت، تعارف اور انعام واکرام کی روشنی چھن چھن کر باہر آرہی ہے۔ اور رحمت کی اس پوشاک نے کائنات کے تمام وجود کو اپنے دامن میں لیا ہوا ہے۔ اور رحمتِ عامہ کی اس روشن پوشاک پر ''ارزاق عامہ'' یعنی ہر قسم کے عمومی رزقوں کی صفیں بچھا دی گئی ہیں، اور وہ دستر خواں دراز کر دیے گئے ہیں جو کہ رحم، احسان، اکرام، شفقت، رأفت، حسنِ تربیت اور لطفِ ربوبیت کے نمونے پیش کرتے ہیں۔

جی ہاں! یہ موجودات _ ذروں سے لے کر سورجوں تک _ افراد ہوں یا انواع، چھوٹی ہوں یا بڑی، ان تمام موجودات کو انتہائی خوبصورت اور دل آویز کپڑا پہنا دیا گیا ہے، یہ کپڑا ''حکمت'' کے اُس خام مال سے تیار کیا گیا ہے جو ثمرات ونتائج، غایات ومقاصد اور فوائد و مصالح کے نقش ونگار سے مزین ہے۔۔۔ اور اس حکمت کو ''عنایت'' کی پوشاک پہنائی گئی

Marfat.com

ہے جس پر لطف و احسان کے پھول گاڑھے گئے ہیں اور جس کی کٹنگ ہر چیز کے قد و قامت کے حساب سے ہوئی ہے۔۔۔اور عنایت کی اس پوشاک پر ''رحمت'' کے زرق برق تمغے لٹکا دیے گئے ہیں جو محبت، مودّت، عزت، شفقت، انعام و اکرام اور فضل و کرم کی کرنوں اور شعاعوں سے جگمگا رہے ہیں۔۔۔اور ان روشن مُرصَّع تمغوں پر سطحِ زمین کی لمبائی چوڑائی کے حساب سے ''رزقِ'' عام کے اتنے دستر خوان بچھا دیے گئے ہیں جو تمام جانداروں کی تمام حاجات وضروریات کے لیے کافی وافی ہیں۔

اس طرح یہ عمل سورج کی طرح روشن اشارہ دیتا ہے کہ اس کے پیچھے ایک حکیمِ مطلق، کریمِ مطلق، رحیمِ مطلق اور رزّاقِ مطلق کی قدرت اور ارادہ کارفرما ہے۔

کیا یہ بات صحیح ہے؟ کیا ہر چیز رزق کی محتاج ہے؟

جی ہاں! جس طرح ہر فرد اپنی زندگی کو دوام دینے والے رزق کا محتاج ہے، اسی طرح تمام موجوداتِ عالم اور خاص کر جاندار اشیاء کی ـ کلی اور جزئی یا کل اور جزء کے طور پر ـ اپنی ہستی، زندگی اور اپنے بقاودوام کے سلسلے میں بہت سی مادی اور غیر مادی حاجات و ضروریات ہیں۔ اور یہ منظر تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے کہ یہ جاندار یا غیر جاندار مخلوقات اتنی زیادہ چیزوں کی محتاج ہیں کہ ان سب کو حاصل کرنا اس کے بس کی بات نہیں، بلکہ ان کی قوت اور قدرت اپنی ایک چھوٹی سے چھوٹی مطلوبہ چیز کو حاصل کرنے کے لیے بھی کافی نہیں ہے۔ لیکن ہمارا مشاہدہ یہ ہے کہ انہیں ان کے تمام مطلوبات اور مادی و غیر مادی رزق ایسے طریقے سے پہنچ رہا ہے جو گمان سے بھی باہر ہے۔ اور یہ رزق ان تک کامل نظم و ضبط کے ساتھ اور ایسے صحیح وقت میں پہنچتا ہے جو کہ ان کی زندگی کے ساتھ عین مطابقت رکھتا ہے اور کامل حکمت سے مزین ہوتا ہے۔

مخلوقات کا یہ فقر و احتیاج اور اس طرح اعانت اور غیبی امداد، کیا سورج کی طرح غیبی

Marfat.com

امداد ایک حکیمِ ذوالجلال پروردگار اور رحیمِ ذوالجمال مدبر کے وجود پر دلالت نہیں کرتا ہے؟

آٹھویں کرن:

جس طرح کسی کھیت میں بیج بونے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ کھیت اس آدمی کی ملکیت ہے جو اس میں بیج بو رہا ہے، اور وہ بیج بھی اس کی ملکیت اور اس کے تصرف میں ہیں، اسی طرح روئے زمین بھی ایک کھیت ہے، اور اس کھیت میں پائے جانے والے تمام عناصر کا ایک اور بسیط ہونے کے باوجود کلّی ہونا اور کھیت کے ہر جزء میں موجود ہونا، اور اس کے اکثر مقامات پر نباتات وحیوانات جیسی مخلوقات کا پھلنا پھولنا اور پھیلنا_ جو کہ رحمتِ الٰہیہ کے ثمرات، اس کی قدرت کے معجزات اور اس کی حکمت کے کلمات شمار ہوتی ہیں_ نباتات و حیوانات کی شکل میں یہ مخلوقات اگرچہ ایک دوسرے کے مشابہ، ہم صورت اور ملتی جلتی ہیں اور ہر طرف قدم جمائے ہوئے ہیں ـــ یہ دونوں چیزیں یعنی عناصر کا کلّی ہونا اور ان کا پھیلنا، اس بات پر واضح دلالت کرتی ہیں کہ یہ ایک اکیلے پروردگار کے تصرف کے تحت ہیں۔ حتی کہ ایسے لگتا ہے جیسے ہر پھول، ہر پھل اور ہر حیوان اس ربّ کریم کی نشانی، مہر اور طرائے امتیاز ہے، ان میں سے جو بھی جہاں بھی پایا جائے گا اپنی زبان حال سے کہے گا:

"جس کی میں نشانی ہوں یہ زمین اُس کی بنائی ہوئی ہے۔ جس کی میں مہر ہوں یہ مکان اس کا لکھا ہوا ہے، اور جس کی میں علامت ہوں یہ جگہ اس کی بُنی ہوئی ہے ـــ"

تو پتا چلا کہ ادنی ترین مخلوق کو بھی ربوبیت کے دائرے میں رکھنا صرف اسی ہستی کی شان ہے جو اپنے قبضہِ تصرف میں تمام عناصر کو سنبھالے ہوئے ہے، اور ادنی ترین جاندار کا پورا پورا خیال رکھنا صرف اس کی شان ہے جو اپنے قبضۂ ربوبیت کے ضمن میں تمام حیوانات ونباتات ومخلوقات کی نشو ونما کر کے انہیں پروان چڑھا سکتا ہے!

یہ حقیقت ہر چشمِ بینا رکھنے والے شخص پر بالکل واضح ہے۔

Marfat.com

جی ہاں! ہر فرد تمام افراد کے ساتھ اپنی مماثلت اور مشابہت کی زبان سے کہتا ہے: جو میری نوع کے تمام افراد کا مالک ہے صرف اسی کے لیے میرا مالک ہونا ممکن ہے۔ اگر وہ ایسا نہیں ہے تو پھر وہ میرا مالک نہیں ہوسکتا ہے۔'' اور ہر نوع زمین میں تمام انواع کے پھیل جانے کی زبان سے، اور اسی طرح زمین تمام سیاروں کے ہمراہ ایک سورج کے ساتھ مربوط ہونے اور آسمانوں کی ہمعنان ہونے کی زبان سے کہہ رہی ہے: ''جو تمام کون و مکان کا مالک ہے وہی میرا مالک ہوسکتا ہے وگرنہ نہیں۔

پس اگر ایک شعور رکھنے والے سیب سے کہا جائے کہ: ''تجھے میں نے بنایا ہے'' تو وہ جواباً زبانِ حال سے یہ کہے گا کہ: ''خاموش رہو۔۔۔ اگر تم سطح زمین پر پائے جانے والے سیبوں کو ترکیب دے سکتے ہو، بلکہ اگر تم ہماری جنس کے ان تمام پھل دار پودوں کو جوڑ کر ان میں تصرف کر سکتے ہو، نہیں، بلکہ اگر تم خدائے رحمان کے اُن تحفوں میں تصرف کر سکتے ہو جو وہ خزینہِ رحمت سے ارزانی کر رہا ہے، تو پھر تم میرے پروردگار ہونے کا دعوی بھی کر سکتے ہو!!''

اور یوں سیب اس طرح کہہ کر ایسے احمق کے منہ پر طمانچہ مارے گا۔۔۔

نویں کرن:

ہم نے ان علامتوں، نشانیوں اور مہروں کی طرف اشارہ کیا ہے جو ''جزء اور جزئی'' ''کلّ اور کلّی''، ''عالمِ کلّی''، ''حیات''، ''ذی حیات'' اور ''اِحیاء'' یعنی زندہ کرنے اور زندہ رکھنے پر لگی ہوئی ہیں۔ اور یہاں ہم ان بے شمار نشانیوں میں سے صرف ایک کی طرف اشارہ کریں گے جو ''انواع'' میں پائی جاتی ہیں۔

ایک پھل دار درخت کے متعدد پھلوں پر اُٹھنے والی محنت مشقت، تکالیف اور اخراجات آسان اور دسترس میں ہیں۔ اتنے کہ ان تکالیف واخراجات کے برابر ہیں جو اس

Marfat.com

ایک پھل پر اُٹھتے ہیں جو بہت سے ہاتھوں کے ذریعے نشو ونما پاتا ہے؛ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک پھل کی تربیت اور نشو ونما ایک ہی ادارے اور مرکز سے، ایک ہی طریقے سے اور ایک ہی قانون کے تحت ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اداروں کی کثرت اور مراکز کی بہتات کا تقاضا یہ ہے کہ ہر پھل کے لیے_ کمیت کو سامنے رکھتے ہوئے_ اتنی ہی محنت اور اتنے ہی آلات ومصارف واخراجات ہوں جتنے ایک مکمل درخت کے لیے درکار ہیں۔اور نوعیت میں بھی یہی فرق ہے۔اس کی مثال ایسے ہے جیسے فوج کے ایک سپاہی کے لیے عسکری ساز و سامان تیار کرنا ہو، کہ اس عمل میں اتنے ہی کارخانوں اور فیکٹریوں کی ضرورت ہوگی جتنی کہ ایک مکمل فوج کی تیاری کے لیے درکار ہے۔مطلب یہ ہوا کہ عمل جب وحدت کے ہاتھ سے نکل کر کثرت کے ہاتھ میں چلا جائے تو پھر تکالیف اور اخراجات وغیرہ افراد کی تعداد کے حساب سے بڑھ جاتے ہیں۔۔۔ ہر ''نوع'' میں جو ظاہری سہولت اور آسانی کے آثار نظر آرہے ہیں وہ اسی برتر اور عظیم الشان سہولت سے نکلتے ہیں جو وحدت اور توحید میں پائی جاتی ہے۔

خلاصہ:

جس طرح ایک جنس کی انواع میں اور ایک نوع کے افراد کے اساسی اعضاء میں پایا جانے والا تشابہ اور توافق یہ بات ثابت کرتا ہے کہ یہ تمام انواع وافراد ایک ہی صانع کی مخلوقات ہیں کیونکہ وحدتِ قلم اور اتحادِ مہر کا یہی تقاضا ہے۔اسی طرح نظر آنے والی مطلق سہولت اور تکالیف وتکلّفات کا معدوم ہونا اس چیز کو واجبی حد تک لازم کرتے ہیں کہ یہ سب چیزیں ایک ہی صانع کی مصنوعات ہیں؛ اگر ایسا نہ ہو تو پھر ایسی صعوبت اور مشقت سامنے آتی ہے جو جنس ونوع کو عدم وانعدام اور نیستی کے گھاٹ اُتا دے گی۔

Marfat.com

حاصل کلام یہ ہے کہ:

مخلوق کی نسبت جب حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف کی جائے تو پھر تمام اشیاء کی تخلیق ایسی سہولت اور آسانی کے حکم میں آجاتی ہے جیسے کہ وہ ایک ہی چیز ہو،لیکن اگر ان کی نسبت اسباب کی طرف کی جائے تو پھر ہر چیز کی تخلیق ایسی صعوبت اور مشقت کے حکم میں آجاتی ہے جیسے کہ تمام اشیاء کو پیدا کرنا ہو،اور معاملہ جب ایسے ہے تو پھر کائنات میں پائی جانے والی یہ ارزانی اور آنکھوں کے سامنے بے حد فراوانی سے اس طرح واضح طور پر وحدت کی نشانی کا اظہار ہوتا ہے جیسے دوپہر کے وقت سورج چمک رہا ہو۔ یہ کثرت کے ساتھ پائے جانے والے فواکہ وثمرات جو کہ ہماری پہنچ میں ہیں،اگر یہ ایک اور اکیلی ذات کی ملکیت نہ ہوں تو پھر ایک انار بھی کھانا ہمارے لیے ممکن نہ ہو اگرچہ اس تیار کرنے کی قیمت میں ہم یہ تمام دنیا دے دیں۔

دسویں کرن:

جس طرح زندگی جو کہ جمالِ ربانی کی تجلّی کو ظاہر کرتی ہے،اَحدیّت کی دلیل ہے، بلکہ یہ وحدت کی تجلّی کی ایک نوع ہے،اسی طرح موت جو کہ جلالِ اِلٰہی کی تجلّی کو ظاہر کرتی ہے،واحدیت کی دلیل ہے۔

مثال کے طور پر: سطح دریا پر تیرنے والی جھاگ اور بُلبلے جن پر سورج چمک رہا ہو اور جو ایک دوسرے کے ساتھ جُڑے ہوئے بہتے چلے جاتے ہیں،اور سطح زمین پر پایا جانے والا شفّاف اور چمکدار مواد سورج کے وجود کی گواہی دیتے ہیں؛ کیونکہ یہ اپنے وجود سے سورج کی تصویر اور اس کا روشن عکس دکھاتے ہیں۔ اب اِن قطرات کے غروب ہونے اور اِس مواد کے زوال پذیر ہونے کے ساتھ سورج کی تجلّی کا اپنی رعنائیوں سمیت قائم دائم رہنا اور پھر

Marfat.com

آنے والے قطرات اور شفاف مواد پر اس تجلّی کا نئے سرے سے جاری ساری رہنا، اس بات کی قطعی شہادت ہے کہ یہ چھوٹے چھوٹے مثالی سورج اور یہ منعکس ہونے والی روشنیاں، اور نظر آنے والی وہ روشنیاں جو جلتی بجھتی اور بدل بدل کر نئے سِرے سے رونما ہوتی ہیں، یقیناً یہ اُس ایک سورج کی روشنی کی تجلیات ہیں جو باقی رہنے والا، دائمی، بلند و بالا، ایک اور لازوال ہے۔ تو یہ جھلمل کرتے قطرات اپنی ظہور پذیری اور آمد کے ساتھ سورج کے وجود پر دلالت کرتے ہیں اور ان جھلمل کرتے قطرات کا غروب ہونا اور زوال پذیر ہونا سورج کے بقاء، دوام اور اس کی وحدت پر دلالت کرتے ہیں۔

اب اِس مثال کی روشنی میں ہم پاتے ہیں کہ:

یہ سیّال موجودات اگر اپنے وجود اور اپنی زندگی کے ذریعے خالق کے واجبُ الوجود ہونے اور اُس کی احدیّت کی گواہی دیتی ہیں، تو اپنی موت اور زوال کے ساتھ بھی خالق کے وجود، اُس کی ازلیّت و سرمدیت اور احدیت کی گواہی دیتی ہیں۔ ﴿وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی﴾ یعنی اللہ کے لیے مثال تو وہی ہو سکتی ہے جو سب سے بلند اور برتر ہوتا ہم سمجھنے سمجھانے کے لیے کوئی مثال تو دینی ہی پڑتی ہے۔

جی ہاں، اِن خوبصورت مصنوعات اور لطیف مخلوقات کا طلوع و غروب، اختلافِ لیل و نہار، گرمی سردی اور عُصُور و دُہُور کے تغیّر و تبدّل کے حساب سے لحہ بہ لحہ جدّت لیے نئے پن کے ساتھ ہوئے ظہور میں آنا، یہ چیز جس طرح ایک ذی جمال، سرمدی، رفیعُ الدّرجات اور دائمُ التجلّی ذات کے وجود، اُس کی بقا اور وحدت پر دلالت کرتی ہے، اسی طرح ظاہری اسباب کے ہاتھوں ان مصنوعات کی موت اور زوال ان اسباب کی بے وقعتی اور عاجزی و درماندگی کا اعلان کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ یہ اسباب تو صرف ایک پردہ ہیں اس کے علاوہ ان کی کوئی حیثیت نہیں۔۔۔ پس یہ وضع اِس بات کا قطعی طور پر اثبات کرتی ہے کہ یہ مخلوقات

Marfat.com

اور مصنوعات، یہ نقوش اور تجلّیات اُس خالقِ عزّ وجل کی نت نئی ظہور میں آنے والی مخلوقات و مصنوعات ہیں جس کے تمام اسمائے حسنیٰ مقدس ہیں، بلکہ یہ اُس کے گرداں نقوش، متحرک آئینے، پے در پے آنے والی آیات و علامات اور حکمت کی رُو سے تبدُّل آشنا اور تغیرّ پذیر مُہریں ہیں۔

خلاصہ یہ کہ:

کون و مکاں کی یہ کتابِ کبیر جب ہمیں اُن تکوینی آیات کا علم دیتی ہے جو اُس کے وجود اور اس کی وحدانیت پر دلالت کرتی ہیں، اُسی طرح یہ کتاب اُس کی ذاتِ گرامی کی تمام کمال و جمال وجلال والی صفات کی گواہی دیتی ہے۔ اور اِسی طرح یہ ثابت کرتی ہے کہ اس کی با کمال اور جلالت مآب ذات ہر نقص سے مبرّا اور ہر کمی کوتاہی سے منزّہ ہے؛ کیونکہ کسی بھی نتیجے میں کمال کا ظہور اُس فعل کے کمال پر دلالت کرتا ہے جو اُس نتیجے کا سر چشمہ ہے۔ اور یہ بات سبھی جانتے ہیں۔ اور فعل کا یہ کمال اِسم کے کمال پر دلالت کرتا ہے، اور اسم کا کمال صفات کے کمال پر دلالت کرتا ہے، اور صفات کا کمال ذاتی حالت کے کمال پر دلالت کرتا ہے، اور ذاتی حالت کا کمال ظن و تخمین، ضرورت اور بداہت، غرضیکہ ہر لحاظ سے اُس ذات پر دلالت کرتا ہے جو ان حالات کی حامل ہے۔

مثال کے طور پر: کسی خوبصورت محل کے پُر مہارت، انوکھے اور نادر نقش و نگار کسی ماہر اور فنکار کاریگر کے افعال کے کمال پر دلالت کرتے ہیں۔۔۔ اور ان افعال کا کمال اور مہارت اِس بات کی منہ بولتی گواہی ہیں کہ اِس کے فاعل کاریگر کے جتنے بھی اسماء اور عناوین ہیں سب اپنے اپنے مرتبے میں کمال کے ہیں، اور اسماء و عناوین کا کامل ہونا صناعی اور کاریگری کی جہت سے اس صانع اور کاریگر کی بے شمار کامل اور مکمل صفات کی گواہی دیتا ہے اور ان صفات کا کمال اور حیرت انگیز صناعی اور کاریگری اُس کاریگر کی ذاتی صلاحیتوں اور

Marfat.com

قابلیتوں کے کامل ہونے کی گواہی دیتے ہیں، ان قابلیتوں اور صلاحیتوں کو دوسرے لفظوں میں شئوون کہا جاتا ہے(۱) اور ان شئوون اور ذاتی صلاحیتوں کا کامل ہونا صانع کی ذات کی ماہیت کے کامل ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

اور یہی معاملہ اُن انوکھی اور حیرت انگیز مصنوعات اور منظم موجودات کا ہے جو کسی بھی نقص اور کمی کوتاہی سے مبرّا ہیں اور جن کے نقوش و آثار اس کون ومکاں میں نظر آرہے ہیں اور جن کی طرف یہ آیت کریمہ توجہ مبذول کراتی ہے ﴿هَلْ تَرَىٰ مِن فُطُورٍ﴾ (۲) کیا یہ آیت ایک صاحبِ قدرت مؤثّر (Effective) کے کمال افعال پر دلالت کرتی ہے، اور کمالِ افعال بہرصورت اُن اسماء کے صاحبِ جمال مُسَمّٰی کی کمال صفات پر گواہی دیتا اور دلالت کرتا ہے اور یہ کمال صفات یقینی طور پر ایک صاحب کمال ہستی پر دلالت کرتا ہے، جو کمال سے متصف ہے، اور کمال سے متصف ہونا یقینی طور پر ایک ایسی مقدس ذات پر دلالت کرتا ہے جو کمال شئوون کی مالک ہے، ایسی واضح دلالت کہ کائنات میں کمالات کے جتنے بھی جلوے نظر آرہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی آیاتِ جمال، رموزِ جلال اور اشاراتِ جمال کا کمزور سا ٹمٹماتا ہوا سایہ ہے۔

سورجوں کی طرح قوی گیارہویں کرن:

انیسویں مقالے میں اس حقیقت کی پہچان ہو چکی ہے کہ کائنات کی کتابِ کبیر کی سب سے بڑی آیت اور اس قرآنِ کبیر میں پایا جانے والا سب سے بڑا نام یعنی اسمِ اعظم، شجرِ کائنات کا بیج اور اس کا سب سے خوبصورت پھل قصرِ عالم کا چمکتا ہوا سورج، عالمِ اسلام کا دمکتا ہوا چاند، اللہ کی ربوبیت کی سلطنت کا رہنما اور کائنات کی اُلجھی ہوئی پہیلی کو سلجھانے

(۱) شئوون شأن کی جمع ہے، اس کا مطلب ہے حالات ومعاملات۔ مترجم

(۲) کیا تمہیں کوئی بے ربطی نظر آتی ہے؟ (الملک: 3)

Marfat.com

والا وجود محمد ﷺ ہے۔ وہ جس نے تمام انبیاء کو رسالت کے دامن میں لپیٹ لیا، اور پورے عالم اسلامی کو اسلام کے پروں کی پناہ میں محفوظ کر دیا اور ان دونوں کو تمام انبیاء و مرسلین، تمام اُولیاء و صدیقین اور تمام اصفیاء و محققین کے قافلے سے آگے بڑھ کر اپنی خداداد قوت سے وحدانیت کو پوری طرح واضح کرتے ہوئے، احدیت کے عرش کی طرف سیدھا صاف راستہ کھولتے ہوئے، ایمان باللہ کے راستے کی رہنمائی کرتے ہوئے اور حقیقی وحدانیت کا اثبات کرتے ہوئے حقیقت کے طبقات میں ایک حلقہ بنا دیا۔۔۔ اب کوئی وہم یا کوئی شبہہ اس صاف سیدھے راستے میں رکاوٹ ڈالنے یا اسے بند کرنے کی جرأت کیونکر کر سکتا ہے؟

ہم نے چونکہ اجمالی طور پر ''انیسویں مقالے'' میں اور ''انیسویں مکتوب'' میں چودہ قطروں اور اُنیس اشاروں کی صورت میں اس بُرہان قاطع کے متعلق بیان کر دیا ہے جو کہ زندگی کے لیے پانی کی حیثیت رکھتی ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ ہم نے آپ ﷺ کے معجزات کی بھی وضاحت کر دی ہے، اس لیے یہاں اس اشارے پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔ اور اس کا اختتام ہم وحدانیت کی اس برہان قاطع پر درود و سلام کے ساتھ کرتے ہیں، ایسا درود و سلام جن میں ان بنیادوں کی طرف اشارہ ہو جو اس کی پاکیزگی بیان کریں اور اس کی صداقت کی گواہی دیں۔

اللهم صل علی من دلّ علی وجوب وجودک ووحدانیتک، و شهد علی جلالک وجمالک و کمالک... الشاهدُ الصادقُ المصدَّقُ والبرهانُ الناطقُ المُحَقَّقُ... سیّد الانبیاء والمرسلین، الحامل سرّ اجماعهم و تصدیقهم و معجزاتهم... و امام الأولیاء والصدیقین الحاوی سرّ اتفاقهم و تحقیقهم و کراماتهم ذوالمعجزات الباهرة والخوارق الظاهرة والدلائل القاطعة المحققة المصدقة له... ذوالخصال الغالیة فی

Marfat.com

ذاتہ، والأخلاق العالیة فی وظیفتہ، والسجایا السامیة فی شریعتہ المکملة المنزھة عن الخلاف، مھبط الوحی الربّانی بإجماع المنزِل والمنزَّل والمنزل علیہ... سیّار عالم الغیب والملکوتِ... مشاھد الارواح و مصاحب الملائکة...

انموذج کمال الکائنات شخصاً و نوعاً و جنساً.... اَنور ثمرات شجرة الخلقة، سراج الحق ،البرھان الحقیقة، تمثال الرحمة، مثال المحبة، کشاف طلسم الکائنات، دلّال سلطنةالربوبیت،المرمز بعلویة شخصیتہ المعنویة الی انہ نصب عینَ فاطر العالم فی خلق الکائنات... ذوالشریعة التی ھی بوُسعة دساتیرھا وقوّتھا تشیر الی انھا نظام ناظم الکون ووضع خالق الکائنات.

نعم، ان ناظم الکائنات بھذا النظام الاتم الاکمل ھو ناظم ھذا الدین بھذاالنظام الأحسن الأجمل، سیّدنا نحن معاشر بنی آدم و مھدینا الی الایمان نحن معاشر المؤمنین، محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب علیہ افضل الصلوات و أتم التسلیمات ما دامت الارض والسماوات، فان ذلک الشاھدالصادق المصدق یشھد علی رؤوس الأشھاد منادیا و معلما لأجیال البشرخلف الأعصار والأقطار، نداءً علویا بجمیع قوتہ و بغایة جدیتہ وبنھایةوثوقة و بقوة اطمئنانہ و بکمال ایمانہ:

"بأشھد أن لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ"

Marfat.com

سورجوں کی طرح قوی بارہویں کرن:

بائیسویں مقالے کی بارہویں کرن حقائق کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے، ایسا کہ سابقہ بائیس مقالے اس بحرِ عظیم کے صرف بائیس قطرے ہیں۔ یہ کرن انوار کا بہت بڑا سرچشمہ ہے، اتنا بڑا کہ سابقہ بائیس مقالے اس چمکتے دمکتے سورج کی صرف بائیس کرنیں ہیں۔

جی ہاں! سابقہ ''بائیس مقالوں'' میں سے ہر مقالہ قرآن کریم کے آسمان پر چمکتی ہوئی آیت کے ستارے کی صرف ایک کرن ہے، اور قرآن کریم کے سمندر میں چلتی ہوئی آیت کی ایک نہر کا صرف ایک قطرہ ہے۔ اور یہ کتاب اللہ کی صرف ایک آیت کے بہت بڑے خزانے کے جواہرات سے بھرے ہوئے صندوق میں سے صرف ایک ہیرا ہے، اس لیے ''انیسویں مقالے'' کا ''چودہواں رشحہ'' اللہ تعالیٰ کے عظیم الشان کلام کی تعریف (Defination) کی ایک معمولی سی جھلک تھا۔ وہ کلام جو اسمِ اعظم کی جہت سے نازل ہوا ہے۔۔۔ جو عرشِ اعظم سے اُترا ہے۔۔۔ جو ربوبیتِ عظمیٰ کی سب سے بڑی تجلی کا شاہکار ہے۔۔۔ جو مطلق وسعت کا نمونہ اور مطلق بلندی پر فائز ہے۔۔۔ جو ازل کو ابد اور فرش کو عرش کے ساتھ جوڑتا ہے اور جو اپنی تمام قوت اور اپنی آیات کے قطعی انداز میں تمام کون و مکان کو گواہ بناتا ہوا اپنی ''لا الہ الا ھو'' والی آیات دہراتا ہے۔

حقیقت یہی ہے کہ کائنات تمام کی تمام ایک ساتھ بولتی ہے کہ: ''لا الـہ الا ھو'' جی ہاں! لا الٰہ الا ھو برابر می زند عالم۔

اگر آپ اس قرآن کی طرف قلبِ سلیم کی بصیرت کے ساتھ دیکھیں گے تو پائیں گے کہ اس کی جہاتِ ستہّ ایسے روشن، ایسے چمکدار، تاباں اور صاف شفاف ہیں، اس طرح کہ کسی ظلمت، ضلالت، شک وشبہے اور حیلے کے لیے ممکن ہی نہیں کہ کوئی سوراخ یا دراڑ ڈھونڈ کر اُس سے اس کی مقدس بارگاہ میں کسی بھی طرح بار پا جائے! کیونکہ:

Marfat.com

اُس کے اوپر اعجاز کا تمغہ امتیاز ہے

اُس کے نیچے دلیل و برہان ہے

اُس کے پیچھے اس کی تکیہ گاہ خالص وحیٔ ربانی ہے

اُس کے آگے سعادت دارین ہے

اُس کی داہنی جانب عقل کی تصدیق ہے

اُس کی بائیں جانب وجدان کے تسلیم ورضا کا اثبات ہے

اُس کے اندرون میں بے ساختہ خالص رحمانی ہدایت ہے

اُس کے بیرون میں خالص ایمانی انوار ہیں جو نظر آ رہے ہیں

اور اس کے نتائج وثمرات اصفیاء، محققین، اولیاء اور صدیقین ہیں کہ جو عین اُلیقینی طور پر انسانی کمالات سے آراستہ ہیں۔

چنانچہ آپ اگر پوری توجہ سے لسان اُلغیب کے سینے پر کان لگائیں گے تو آپ اتھاہ گہرائیوں سے وہ آسمانی صدا سنیں گے جو اُنس اور نفع بخشی سے بھری ہوئی، اور دلیل و برہان سے آراستہ پیراستہ سنجیدگی اور بلندیوں کی معراج پر ہوگی، اور قطعی انداز کے ساتھ " لا الٰہ الا ھو " کہہ رہی ہو اور اُسے پوری سنجیدگی سے دہرا رہی ہوگی۔ اور تمہیں جو کچھ حق الیقین سے کہہ رہی ہوگی اُسے علم الیقین کے فیضان سے عین اُلیقین کے درجے میں کہہ رہی ہوگی۔

حاصل کلام:

یہ ہے کہ: رسول کریم ﷺ اور فرقانِ حکیم، دونوں ہی جگمگاتے نور ہیں، اور اُن دونوں نے ایک ہی چیز کو آشکار کیا ہے، اور وہ ہے حقیقتِ توحید۔

اُن میں سے ایک عالم شہادت کی زبان ہے، اس نے اس حقیقت کی طرف اسلام اور رسالت کی انگلیوں کے ساتھ اشارہ کیا ہے اور اپنی خداداد قوّت کے ساتھ اپنے ہزاروں

Marfat.com

معجزات اور تمام انبیاء واصفیاء کی تصدیق کے ذریعے پوری وضاحت سے بیان کیا ہے۔

اور دوسری عالمِ غیب کی زبان کی طرح ہے، اُس نے اُسی حقیقت کو آشکار کیا ہے اور اُس کی طرف حق و ہدایت کی انگلیوں کے ساتھ اشارہ کیا ہے، اور اُسے اعجاز کے چالیس پہلوؤں سے اور کائنات کی تمام تکوینی آیات کی طرف سے تصدیق سے پوری سنجیدگی اور اصلیت کے ساتھ پیش کیا ہے۔۔۔ کیا یہ حقیقت سورج سے زیادہ روشن، تاباں اور دن سے زیادہ واضح اور درخشاں نہ ہوگی؟!!

اے متمرّد اور ضلالت میں بھٹکنے والے ناچیز انسان!(۱)

تیرے سر میں جو تھوڑی سے ٹمٹماتی ہوئی عقل کی روشنی ہے جس کی روشنی جگنو سے بھی کم ہے، اُس سے تو اِن جگمگاتے سورجوں کا مقابلہ کیونکر کر سکے گا؟ اور تو ان سورجوں سے بے پروائی کا اظہار کیسے کر سکتا ہے، اور تُو انہیں مُنہ کی پھونکوں سے کیونکر بجھا سکے گا؟ تیری انکار کی عادی عقل تباہ ہو جائے تو اُس بات کا انکار کیسے کر سکتا ہے جو لسانِ غیب اور لسانِ شہادت نے ربُّ العالمین اور مالکِ کون ومکاں کا نام لے کر کہی ہے؟ اور اس کی دعوت کو ردّ کیسے کر سکتا ہے؟

ارے بدبخت اور مکھی سے بھی زیادہ عاجز اور حقیر انسان! تیری اوقات کیا ہے جو مالکِ کون ومکاں کی تکذیب پر تُلا ہوا ہے؟

---

(۱) اس کلام کا رخ اس آدمی کی طرف ہے جس نے قرآن کریم کو ختم کر دینے کی کوشش کی۔ مؤلف۔

Marfat.com

خاتمہ

میرے روشن عقل اور بیدار دل دوست! اگر تم یہ بائیسواں مقالہ سمجھ گئے ہو تو پھر ان ''بارہ کرنوں'' کو ایک ہی دفعہ ہاتھ میں پکڑو اور انہیں حقیقت تک پہنچنے کے لیے قندیلِ راہ بنالو۔ یہ ہزاروں چراغوں کے برابر ہے۔ اور اُن قرآنی آیات کو مضبوطی کے ساتھ تھام لو جو عرشِ اعظم سے چل کر ہم تک پہنچی ہوئی ہیں۔ اور توفیق کی براق پر سوار ہو کر حقائق کے آسمانوں کی طرف پرواز کرو اور اللہ تعالیٰ کی معرفت کے عرش پر جا بیٹھو اور کہو کہ:

أشهد ان لا اله الا انت وحدک لاشریک لک

اور کائنات کی اس عظیم الشان مسجد میں کون و مکاں کی موجودات کے رُوبرُو وحدانیت کا یہ کہتے ہوئے اعلان کرو کہ:

لا الـه الا الله وحده لا شريک له ، له الملک وله الحمد ، يحي ويميت، وهو حي لا يموت، بيده الخير، وهو على كل شيء قدير.

سبحانک لا علم لنا الا ما علّمتنا انک أنت العليم الحكيم

﴿ربنا لا تؤاخذنا ان نسينا أو أخطأنا ربنا ولا تحمل علينا اصرًا كما حملته على الذين من قبلنا ربنا ولا تحملنا مالا طاقة لنا به واعف عنا واغفرلنا وارحمنا أنت مولانا فانصرنا على القوم الكافرين﴾ ﴿ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا من لدنک رحمة انک أنت الوهاب﴾ ﴿ربنا انک جامع الناس ليوم لا ريب فيه ان الله لا يخلف الميعاد﴾

اللهم صل وسلم على من أرسلته رحمة للعالمين وعلى آله وصحبه أجمعين وارحمنا وارحم أمته برحمتک يا أرحم الراحمين. آمين.

﴿وآخر دعواهم أن الحمد لله رب العالمين﴾

Marfat.com